OSMANIA UNIVERSITY

جامعۂ عثمانیہ

تاریخِ اسلام

جلد دوم

سلسلۂ مطبوعات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخِ اسلام

جلد دوم

از عہد حضرت عثمانؓ ذی النورین تا عہد حضرت حسن مجتبیٰؓ

تالیف

مولوی عبد الحلیم صاحب شررؔ لکھنوی

سنہ ۱۳۴۵ھ م سنہ ۱۳۳۶ف م سنہ ۱۹۲۶ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

تاریخ اسلام جلد دوم

باب پنجم

عہد خلافت عثمانی

پہلی فصل

صفحہ ۵۱۱ تا ۵۲۸

حضرت عثمانؓ کی جانشینی اور آپ کے عہد کے ابتدائی واقعات

دوسری فصل

صفحہ ۵۲۹ تا ۵۳۹

عہدِ عثمانی۔ مسجد مکہ کی توسیع سے مسجد نبویؐ کی توسیع تک

تیسری فصل

مختلف واقعات عہد عثمانی آغاز مخالفت تک

چوتھی فصل

یزدجرد کا مارا جانا اور ابن عامر کے کارنامے

پانچویں فصل

صفحہ ۵۶۶ تا ۵۷۸

دیگر فتوحات اسلام اور حضرت عثمان رضؓ کے مخالفین

چھٹی فصل

صفحہ ۵۷۹ تا ۵۹۰

خلافتِ عثمانی کے آخری پُر شورش ایام

ساتویں فصل

صفحہ ۵۹۱ تا ۶۰۳

بلوائیوں کی شورش

آٹھویں فصل

صفحہ ۶۰۴ تا ۶۲۱

حضرت عثمانؓ کی شہادت

آپ کے دروازے میں آگ لگائی گئی، آپ کی ادائے اللہیت، پھر آپ اپنے طرفداروں کو روکتے ہیں، مغیرہ بن شعبہ کا مشورہ، حضرت عثمانؓ کا جواب، بلوائیوں پر حملہ، مروان کا اتفاق سے بچ جانا، محمد بن ابی بکر کی آخری تدبیر، دوسرے مکان سے ہوکر جا پہونچنا، جن لوگوں کو قتل کی جرأت نہ ہوئی، محمد بن ابی بکر کی گستاخی، حضرت عثمانؓ کا مرنے کے لیے تیار ہونا، بدمعاشوں کا نرغہ، آپ کی انگلیاں کٹ گئیں، کاری ضرب اور شہادت۔ حضرت نائلہ کی انگلیاں کٹنا، ایک بدمعاش کا مارا جانا، آپ کی شہادت کی شہرت، حضرت علیؓ کو بیحد صدمہ، زمانۂ شہادت اور عمر وغیرہ، آپ کے خون آلود کرتے کا معاویہ کے پاس جانا، شام کی کمک کا راستے سے واپس جانا، بدمعاشوں کا نادم ہونا، تین دن کے بعد دفن ہونا، دفن میں مزاحمتیں اور جھگڑے، آپ کی شہادت پر مرثیے۔ اصل حقیقت، حضرت عثمانؓ کی برأت، بدمعاش مدینے سے کیوں نہ نکالے جا سکے، انکی شورش، اور آپ کو شہید کرنا، آپ کی شانِ شہادت، تمام کبار صحابہ کی براءت۔

نویں فصل

صفحہ ۶۲۲ تا ۶۳۲

حضرت عثمانؓ کے حالاتِ زندگی پر ایک عام نظر

آپ کا خاندان، خوبیاں اور ہردلعزیزی، بہترین بنی امیہ، کب ایمان لائے، دامادی رسالتؐ کا شرف، توحید پر ثابت قدمی، ہجرت حبش، ہجرت مدینہ، حلیہ مبارک، حضرت رسول اللہ اور حضرت ابراہیمؑ سے مشابہت، کنیت، شرکت غزوۂ بدر، دوسری لختِ جگر رسالت سے نکاح، لقب ذی النورین، بیویاں اور اولاد، اولیاتِ حضرت عثمانؓ، دولتمندی اور خدمت دین، بیر رومہ کی خریداری، مسجد نبویؐ کی توسیع، غزوۂ تبوک کے لیے فیاضی، اُحد میں بھاگنا اور قصور کی معافی، بیعت حدیبیہ میں آپ کی فضیلت، خدمت رسالتؐ، رسول خدا کا دعائیں دینا، حفظ قرآن، عبادت، قحط زدوں کی کفالت، عدیم المثال فیاضیاں، غلام آزاد کرنا، سادگی، خوف آخرت، صبر و شکر، رسول اللہ صلعم نے شہادت کی خبر دے دی تھی، ہرسال حج کیا، خاندان نبوت کا احترام، کبوتر بازی، اور غلیل بازی سے روکنا، مخالفین نیک نفس نہ تھے، محمد بن حذیفہ، محمد بن ابی بکر، کعب بن ذی الحنکہ، عمیر بن ضابی، کمیل بن زیاد، حضرت علیؓ کی برأت، تمام اچھے لوگ آپ کے خون سے بری تھے۔

باب ششم

خلافتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

پہلی فصل

صفحہ ۶۳۳ تا ۶۴۷

حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت

دوسری فصل

صفحہ ۶۴۸ تا ۶۶۴

بصرے پر حضرت عائشہؓ کا تسلط

تیسری فصل

صفحہ ۶۶۵ تا ۶۸۱

مدینے سے حضرت علیؓ کی روانگی کوفہ پر قبضہ اور لڑائی سے قبل کے واقعات

چوتھی فصل

صفحہ ۶۸۲ تا ۶۹۸

قتال جنگ جمل اور طلحہؓ و زبیرؓ کو شکست

بن زبیر کا ان کو بھڑکانا، زبیر کی علیحدگی کا دوسرا سبب، نصرانی الاصل کعب کی بدنیتی، معرکہ اُم المومنین، قبائل کی فرودگاہیں، لشکر عائشہؓ کی تعداد، آپ کی طرف سے پیام صلح، لشکر علیؓ کی فرودگاہیں، باہمی میل جول، حضرت علیؓ کے لشکر کی تعداد، کلیۃ صلح ہوگئی، فتنہ انگیزوں نے بلا اجازت لڑائی چھیڑ دی، طلحہ و زبیر کی حیرت، منفیوں کی چالاکی، حضرت علیؓ کی تیاری اور حیرت، دونوں طرف کے اصول جنگ، حضرت عائشہؓ کا میدان میں آنا، زبیر و عمار کا مقابلہ، جناب عائشہؓ کی طرف شکست، اس کا باعث، زبیر کی واپسی، اور شہادت، قاتل کا انجام حضرت زبیر کی تلوار، حضرت طلحہ کی شہادت، مرتے وقت حضرت علیؓ کی بیعت، اور اپنی حالت پر افسوس۔

پانچویں فصل

صفحہ ۹۵ تا ۱۲۷

جنگ جمل کا اختتام و انجام

حضرت صدیقہ ام المومنین کا میدان میں آنا، آپ پر دشمنوں کا نرغہ، آپ بھاگے ہوؤں کو للکارتی ہیں، آپ کے للکارنے کا اثر، حضرت علیؓ کی معرکہ آرائی، اُم المومنین کی ہیبت، زید بن صوحان کا مارا جانا، سخت ترین معرکہ کا زور، حضرت عائشہؓ کی سپہ سالاری، آپ کے جاں نثاروں کا غلبہ، ایک بہادرانہ غلط فہمی، حضرت عائشہؓ کا جوانوں کو جوش دلانا، محمل پر نرغہ، ناقہ مبارک کے آگے کا معرکہ، عمار اور ابن یثربی کا مقابلہ، ابن یثربی کا قتل، اور جانباز بہادر حرث ضبی، اس کا اشعار، اور بہت سے ناقے پر قربان ہونے والے، محمد بن طلحہ کی شہادت، بہت سے قاتلوں کا مقتول، بہت سے مقتولوں کا قاتل، حریم رسالتؐ کی شمع کے اور پروانے، عدی بن حاتم کی ناکامی، عبد اللہ بن زبیر کا میدان میں آنا، ان کا اور اشتر کا مقابلہ، اور دونوں کا بچ جانا، اس جنگ میں اشتر کے کارنامے اور شریف شہدائے مہار گیر، نامور زخمی، ناقہ کی کوچیں کاٹنے کا حکم، حضرت علیؓ کی طرف کے نقصانات، ایک ٹڈی والے کا جوش، اشتر کے حوصلے کا پست ہو جانا، قعقاع کا حملہ، فریب سے ناقہ عائشہؓ تک پہونچنا، اور کوچیں کاٹنا، محمل کو ناقہ سے جدا کرنا، طرفداران عائشہؓ کی شکست، حضرت عائشہؓ اور ان کے بے مہر بھائی، بہن بھائیوں کا ملنا دوسری روایت سے، عمار و حضرت عائشہؓ کی گفتگو، حضرت علیؓ سے گفتگو، ایک گستاخ کو گستاخی کی سزا، کیا چیز آپ کو سب سے زیادہ ناگوار ہوئی، حضرت علیؓ کو بھی آپ کی توہین گوارا نہ تھی، بصرے میں آپ کی اقامت گاہ، زخمیوں کا

چھٹی فصل

صفحہ ۲۱۳ تا ۲۸۷

جنگ جمل اور جنگ صفین کے درمیان کا زمانہ

ساتویں فصل

صفحہ ۲۸۹ تا ۳۴۷

جنگ صفین کے ابتدائی مرحلے اور معرکے

آٹھویں فصل

صفحہ ۴۴ تا ۷۰

صفین کا قیامت خیز معرکہ

ان پر بدگمانی، اور برأت، ذوالکلاع اور عبیداللہ بن عمر مارے گئے، حضرت عمرؓ کی تلوار ذوالوشاح، عمار کی تقریر، ان کا حملہ، ہاشم ان کے ہمراہ ہوئے، ان کی اور ابن عاص کی گفتگو، مسلمانوں کا عمار سے لڑتے وڑنا، ان کی آخری غذا، ان کا مارا جانا، رسول خدا صلعم کی پیشین گوئی، مدعیان قتل عمار، لڑائی میں میل جول، حدیث میں جناب معویہ کی تاویل، خود حضرت علیؓ کا حملہ، معویہ کو مقابلے پر بلانا، اور ان کا نہ آنا، حضرت علیؓ کے محافظ،

نویں فصل

صفحہ ۱۶۰ تا ۱۷۷

جنگ صفین کا انجام

معاویہ کا اسیروں کو قتل کرنا، ایک اسیر کا جان بچانے والا فقرہ، علیؓ کا اسیروں کو چھوڑ دینا، معاویہ کو اس سے نصیحت، ہاشم کا حملہ، ایک شامی نوجوان، وہ کس دھوکے میں تھا، اس کو تنبیہ، ہاشم کی بہادرانہ موت، حضرت علیؓ کا جوش ولانا، محمد بن حنیفہ کا حملہ، عبداللہ بن کعب کا مارا جانا، ان کی وصیت، رات بھر لڑائی، لیلۃ الہریر، حضرت علیؓ اس رات میں لشکر علیؓ کا آگے بڑھ جانا، اشتر کی سرکردائی، اُن کا حملہ، عمرو بن عاص کا غلام وردان، عمرو بن عاص کی کاروائی، قرآنوں کا بلند کیا جانا، اہل عراق میں تفرقہ، حضرت علیؓ کا سمجھانا، لوگوں کا نہ ماننا، آپ کو قتل کی دھمکی، اشتر کا بلایا جانا، خلافت چھین لینے کی دھمکی، اشتر کا بتاکید بلوایا جانا، اور فتح چھوڑ کر واپس آنا، ان کی پرغضب تقریر، مطلق سماعت نہ ہونا، اشتر میں اور لوگوں میں جھپٹ، آپس میں لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی، التوائے جنگ، اشعث کا معاویہ کے پاس جانا، صورت فیصلہ اور پنچائت، بغیر علیؓ سے پوچھے منظوری، عمرو بن عاص اہل شام کے پنچ، اور ابو موسیٰ اہل عراق کے، اس میں بھی علیؓ کی نہ سنی گئی، ابو موسیٰ کا بلایا جانا، اشتر کی بیقراری، احنف کی ناکام کوشش، تحریر معاہدہ، عمرو بن عاص کا اعتراض، سنت رسالت کی مطابقت، عمرو بن عاص کا بگڑنا، گفتگوئے ملال، معاہدے کے الفاظ، تحریر وتعمیل کی تاریخیں، مقام فیصلہ، گواہیاں، اشتر کا دستخط کرنے سے انکار، اس پر حضرت علیؓ کا ارشاد، پنچوں کا مقرر کرنے والوں سے اقرار لینا، خود پنچوں کا حلفی اقرار، معاہدے کا لشکر مرتضوی میں سنایا جانا، خوارج کے شبہے کی ابتدا، صفین سے واپسی اور فتنہ خوارج، حضرت علیؓ کو عام خیالات کی جستجو، ذی رائے لوگوں کی تعریض، اس کا جواب، کوفے میں پہلا قبرستان، قبرستان میں پڑھنے کی دعا، کوفے کے کشتگان صفین کا ماتم، حرب ویکا پر اعتراض اور عذر خواہی، آپ کی

دسویں فصل

صفحہ ۷۷۸ تا ۷۹۵

پنچائت کا فیصلہ اور خوارج کا ہنگامہ

گیارہویں فصل

صفحہ ۷۹۶ تا ۸۰۸

شام پر چڑھائی کرنے کی کوشش اور خوارج نہروان کا استیصال

بارہویں فصل

صفحہ ۸۰۹ تا ۸۲۵

محمد بن ابی بکرؓ کا مصر میں مارا جانا اور بصرے میں ابن حضرمی کا ہنگامہ

تیرہویں فصل

صفحہ ۴۲۶ تا ۸۳۱

خریت اور خوارج سے لڑائیاں اور حضرت معاویہؓ کے حملے حضرت علیؓ کی قلمرو پر

چودھویں فصل

عہدِ مرتضوی کے آخری ایام اور آپ کی شہادت

پندرہویں فصل

صفحہ ۸۶۳ تا ۸۷۶

حضرت علیؓ کے حالات اور خصائل و فضائل

باب ہفتم

خلافت حضرت حسنؓ بن علی رضی اللہ عنہ

پہلی فصل

صفحہ ۷۷۸ تا ۹۰۸

مسند امامت پر جانشینی اور آپ کا خلافت سے دست بردار ہونا

دوسری فصل

صفحہ ۱۹۵ تا ۲۹۰

زیاد کا بنی امیہ میں شامل ہونا اور خوارج کے بعض ہنگامے

تیسری فصل

صفحہ ۹۰۵ تا ۹۱۸

خوارج کی ایک سخت شورش کا استیصال

اس کا حملہ بستور داور معقل کا مقابلہ، اور دونوں کا مارا جانا، خوارج کا استیصال، اس سال کے امیر حج اور غازیان اسلام۔ ابن عامر کی معزولی، اُن کی کمزوری، اُن کا وفد دمشق میں، ابن کواء نے معاویہ سے ان کی شکایت کی، اس کے ساتھ ابن عامر کا بے نتیجہ سلوک، طریقۂ معزولی کی دو روایتیں، پہلی روایت، دوسری روایت،

چوتھی فصل

صفحہ ۹۱۹ تا ۹۲۹

حضرت حسنؓ کی مبارک زندگی کا آخری زمانہ

معاویہ کا حج، مقصورہ یعنے محراب مسجد، حرث حاکم بصرہ، زیاد حاکم بصرہ، مغیرہ کی چالاکی، زیاد کی تقرری بصرے میں، اُن کی سیاست، ایک خارجی کو جواب، زیاد کے انتظامات، اپنے حکم کی سخت پابندی، اکثر صحابہ سے کام لیا، عربی خط کی اصلاح، باڈی گارڈ، ولایت خراسان کی تقسیم، غلام نے آقا کو سزا دلوائی، بات کا دھنی ہونا، عبدالرحمن بن خالد کی وفات، اُن کو زہر دیا گیا، قاتل سے انتقام، پھر خوارج کی شورش، سہم خارجی کا انجام، خطیم خارجی کا انجام، عمرو بن عاص کی معزولی، معاویہ بن خدیج والی مصر، سلسلہ جہاد جاری رہا، روم پر زبردست حملہ، یزید کی عیش پرستی، اس کا مجبوراً جہاد روم پر جانا، نامور مجاہدین، قسطنطنیہ پر حملہ، عبدالعزیز کی بہادرانہ شہادت، ایک مضبوط دل والا باپ، اس جہاد کا حال عیسائیوں کی زبانی، گبن کی ایک فاش غلطی، اُس کا بیان، محاصرہ قسطنطنیہ، اہل قسطنطنیہ کا سختی سے روکنا، محاصرے کی مدت، عربوں کا ہیڈ کوارٹر، اُن کا ناکام واپس ہونا، ابوایوب کی وفات، ناکامی کا بُرا اثر، اور ذلیل صلح، گبن کے ماخذ، وہ قابل اعتبار نہیں ہیں، مروان کی معزولی، سعید بن عامر حاکم مدینہ، حضرت حسنؓ کی بیعت کی وفات،

پانچویں فصل

صفحہ ۹۳۰ تا ۹۴۲

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی

ولادت ونسب، جوانان جنت کے سردار، رسول اللہ صلعم سے اشبہ، آغوش رسالت میں کھیلنا،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

عہد خلافتِ عثمانی

پہلی فصل

حضرت عثمانؓ کی جانشینی اور آپ کے عہد کے ابتدائی واقعات

مجلس شوریٰ کا اجلاس۔ ہر رکن دعویدار خلافت ہے۔ عبدالرحمن بن عوف کا تدبر۔ سب کی اپنے دعووں سے دست برداری۔ حضرت علیؓ کا ارشاد۔ حضرت علیؓ کا ووٹ حضرت عثمانؓ کو۔ اور حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کو۔ حضرت علی سعد کو اپنے موافق کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی عام رائے معلوم کرنے میں حضرت عبدالرحمن کی کوشش۔ مشورہ کا پچھلا دن۔ حضرت عبدالرحمن کی دست برداری اور اس کی وجہ۔ حضرت عثمانؓ و علیؓ سے عبدالرحمن کی پوشیدہ گفتگو۔ مسلمانوں کے مجمع عام سے مشورہ۔ حضرات عمار و مقداد کا مشورہ۔ عبداللہ بن ابی سرح اور عبداللہ بن ربیعہ کا مشورہ۔ بنی ہاشم و بنی امیہ میں اختلاف۔ عبدالرحمن بن عوف کی آخری کارروائی۔ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت۔ حضرت علیؓ کی ناامیدی و شکایت۔ مقداد اور عبدالرحمن کی گفتگو۔ مقداد بعد میں بھی حضرت علیؓ کے طرفدار رہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد۔ حضرت عثمانؓ کے انتخاب کا اصلی سبب۔ حضرت طلحہ نے بھی بیعت کرلی۔ مغیرہ کے قول پر عبدالرحمن کی برہمی۔ اجلاس انتخاب میں اہل شوریٰ کے خطبے۔ بیعت کا وقت۔ حضرت عثمانؓ کا پہلا کام۔ حضرت عثمانؓ کا خطبہ اور عام بیعت۔ عبیداللہ بن عمرؓ کا مجنونانہ جوش انتقام۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش۔ حضرت علیؓ کا فتویٰ۔ اور حضرت عثمانؓ کا فیصلہ۔ زیاد بن لبید شاعر کی بے اعتدالیاں۔ اور سزا۔ قتل ہرمزان کا واقعہ اس کے بیٹے کی زبانی۔ اس واقعے کی تضعیف
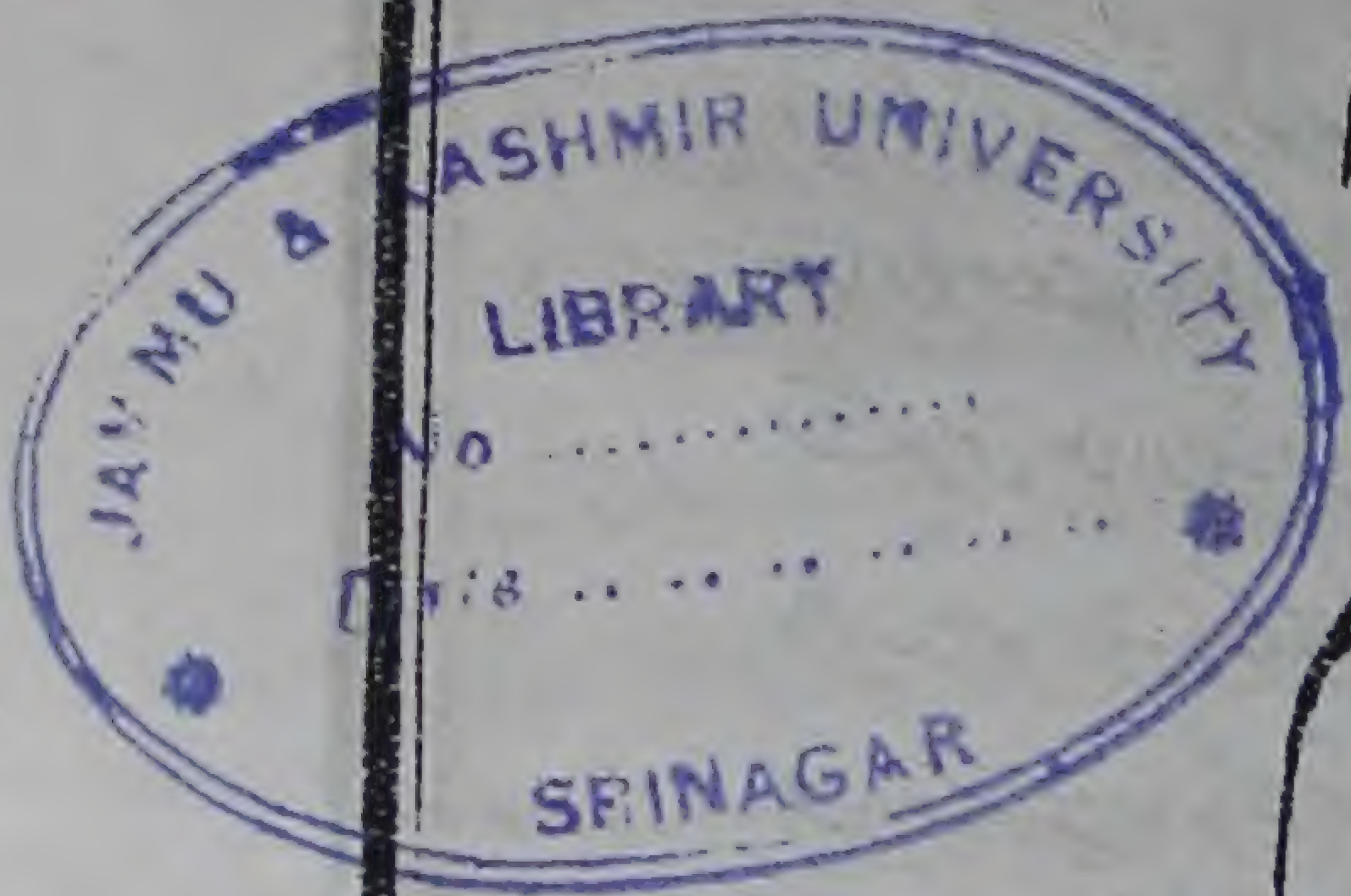
حضرت عمرؓ کے آخر عہد کے والیان ملک - قاضیوں کا تقرر ۔ مغیرہ کی معزولی اور سعد کا تقرر ۔ عام الرمادہ ۔ بغاوت اہل اسکندریہ ۔ اور انکی سرکوبی ۔ ابن عاص کی عدالت گستری اور فیاضی ۔ فصیل اسکندریہ کا انہدام ۔ الجزیرہ کی شورش اور اس کی اصلاح ۔ سعد کی معزولی اور ولید کا تقرر ۔ اس تغیر کا باعث ۔ سعد اور ابن مسعود میں نزاع ۔ اہل کوفہ میں پہلا تفرقہ ۔ بغاوت آذربائیجان اور اس کی سزا ۔ فتح آرمینیہ ۔ لشکر عراق مسلمانان شام کی کمک پر ۔ آرمینیہ پر شام سے حملہ ۔ رومیوں کا زبردست حملہ ۔ ایک بہادر خاتون عرب حبیب کے کارنامے ۔ ان کی اور فتحیں ۔ سلمان بن ربیعہ کی فتحیں ۔ حضرت معاویہ کا روم پر حملہ ۔ رومیوں پر دوسرا حملہ ۔ افریقہ پر ابن ابی سرح کی فوج کشی ۔ کابل و سیستان پر حملہ ۔ چند متفرق واقعات ۔

مجلس شوریٰ کا اجلاس ۔

جب حضرت فاروق اعظم حضور سرور عالم صلعم کے پہلو میں سلا دیے جا چکے تو حضرت مقداد نے ان بزرگان امت کو جنھیں حضرت عمرؓ اہل شوریٰ منتخب فرما گئے تھے مسور بن مخرمہ کے گھر میں اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ بیت المال کے مکان میں اور بعض کے نزدیک حجرۂ عائشہ یعنے روضۂ اطہر حضرت رسالت میں جمع کیا ۔ حضرت طلحہ ابھی تک نہیں تشریف لائے تھے ۔ ابوطلحہ انصاری کو ان بزرگوں نے حکم دیا کہ دروازے پر بیٹھیں اور جب تک تصفیہ نہ ہو جائے کسی کو اندر نہ آنے دیں[ع۱] ۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی بلوا کے بٹھالئے گئے[ع۲] ۔ اتنے میں عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ بھی آ کے دروازے پر بیٹھ گئے ۔ مگر حضرت سعد بن ابی وقاص نے سنگریزے مار مار کے انھیں اٹھا دیا ۔ اور فرمایا " یہاں آ کر بیٹھنے میں ان دونوں کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں میں مشہور کریں ہم بھی اہل شوریٰ میں شریک تھے ۔"

ہر کوئی عہدۂ خلافت کا خواہاں ہے ۔

اب انتخاب جانشین رسالت کی بحث چھڑی جس میں دیر تک گفتگو ہوتی رہی مگر کسی طرح فیصلہ نہ ہو سکتا تھا ۔ اس لیے کہ ہر شخص اپنا دعویٰ پیش کر رہا تھا ۔ ابوطلحہ نے یہ رنگ دیکھ کر فرمایا " آپ سب صاحبوں کا خلافت کو اپنے لیے چاہنا میرے نزدیک اس سے اچھا یہ ہوتا کہ کوئی صاحب اس کو قبول نہ کرتے مگر قسم ہے اس خدائے وحدہٗ لاشریک کی جس نے عمرؓ کو وفات دی میں آپ کو تین دن سے زیادہ مہلت نہ دوں گا جس کا مجھے حکم ہے ۔ اور اگر اس مدت کے اندر کوئی فیصلہ نہ ہوا تو میں اپنے گھر میں جا کے بیٹھ رہوں گا ۔"

ع۱ یہ اور بعد کے اکثر واقعات طبری اور ابن اثیر سے ماخوذ ہیں ۔ بجز ان کے جن کا جداگانہ حوالہ دیا گیا ہے ۔

ع۲ السیاستہ والامامۃ لابن قتیبہ صفحہ ۲۴ ۔

عبدالرحمن بن عوف کا تدبر۔

آخر یہ دیکھ کر کہ تصفیہ کی کوئی صورت نہیں پیدا ہوتی حضرت عبدالرحمن بن عوف نے سب سے کہا "اچھا یہ بتائیے کہ آپ حضرات میں سے کون کون صاحب اس کے لیے تیار ہیں کہ اپنے ذاتی دعوی سے دست بردار ہو کر کسی دوسرے افضل وبہترین شخص کے ہاتھ میں عنان خلافت دینا پسند کریں"۔ اس کا کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ سب کو خاموش دیکھ کر انھوں نے فرمایا "سب کے پہلے میں خلافت کے حق سے دست بردار ہوتا ہوں"۔ ان کو دست بردار ہوتے دیکھ کر حضرت

سب کا اپنے دعووں سے دست بردار ہونا

عثمانؓ بولے میں سب سے پہلے اس پر راضی ہوں[۵]۔ بعد ازاں اور سب صاحبوں نے بھی اس کو قبول کر لیا۔ مگر حضرت علیؓ ابھی تک خاموش تھے۔ عبدالرحمن نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا "یا ابو الحسن آپ کیا فرماتے ہیں؟" فرمایا "پہلے آپ مجھے اطمینان دلائیں کہ حق کو اختیار کریں گے۔ ذاتیات کو دخل نہ دیں گے۔ اپنے کسی قرابت دار کی جنبہ داری نہ کریں گے۔ اور راست کو جھوٹا مشورہ نہ دیں گے"۔ حضرت عبدالرحمن نے فرمایا "سب صاحب مجھ سے عہد کریں کہ اس شخص کے مقابل میں جو تغیر وتبدل کرنا چاہیے میرا ساتھ دیں گے۔ اور جس کو میں آپ کے لیے اختیار کروں اس کو آپ منظور کر لیں گے۔ اور میں خدا کو درمیان میں دے کر عہد کرتا ہوں کہ کسی عزیز وقریب کی جنبہ داری نہ کروں گا"۔ سب نے اس کو قبول کیا۔ حضرت عبدالرحمن نے اسی مضمون کا عہد وپیماں دوسرے سب صاحبوں سے لیا اور خود بھی ایسا ہی عہد کیا۔

حضرت علیؓ کا ووٹ حضرت عثمانؓ کو۔

اس عہد وپیماں کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت علیؓ سے کہا "آپ کو دعوی ہے کہ تمام حاضرین میں آپ بسبب اپنی قرابت، سابقیت اور حسن خدمت دین کے زیادہ مستحق خلافت ہیں۔ اور ایسا خیال آپ سے کچھ بعید ہی نہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر وہ آپ کو نہ ملے تو آپ کے نزدیک اس جماعت میں سے کون زیادہ حقدار ہے۔ فرمایا "عثمانؓ" بعد ازاں عبدالرحمن نے سب سے الگ ہو کر

اور حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کو۔

---

[۵] ابن قتیبہ کا کتاب السیاسۃ والامامہ میں یہ بیان ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے یہ تجویز پیش کی آپ سب صاحب مجھ پر فیصلہ چھوڑ دیں اور اس کے معاوضے میں میں اپنے حق خلافت سے دست بردار ہوا جاتا ہوں جس کو سب نے قبول کر لیا۔ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ بھی مدینے میں موجود تھے۔ اور پہلی کارروائی یہ ہوئی کہ حضرت زبیر نے اپنا حق حضرت علی کو حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کو۔ اور حضرت سعد نے جناب عبدالرحمن بن عوف کو دیدیا۔ یوں چھ بزرگوں میں سے فقط تین حقدار رہ گئے۔ اور چونکہ عبدالرحمن اپنے حق سے دست بردار ہو گئے تھے اس لیے اب فقط دو امیدواران خلافت باقی تھے۔ اول حضرت علی اور دوسرے حضرت عثمانؓ۔ اتنی ہی کارروائی پر یہ صحبت ختم ہو گئی۔ اور لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔

حضرت عثمانؓ سے کہا "آپ کو دعوی ہے کہ آپ خاندان عبد مناف میں سب سے زیادہ معزز، معمرؓ، اور رسول اللہ صلعم کے داماد ہیں۔ آپکے ابن عم ہیں۔ آپ کو سابقیت و فضل حاصل ہے تو آپ کا یہ خیال بیجا بھی نہیں۔ لہذا خلافت مجھی کو ملنی چاہیئے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ بالفرض وہ آپ کو نہ ملی تو آپ کے نزدیک اس جماعت میں سے کون اس کا زیادہ مستحق ہے؟" فرمایا "علیؓ"

حضرت علیؓ سعدؓ کو اپنے موافق کرتے ہیں۔

اسی سلسلۂ گفتگو میں حضرت علیؓ حضرت سعدؓ سے ملے اور اُن سے فرمایا "خدا سے ڈریئے فاتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام الی آخرہ پڑھی اور کہنے لگے اور میرے اس فرزند کو جو تعلق قرابت حضرت رسالتمآب سے ہے اور میرے چچا حمزہ کو جو قرابت آپ سے ہے ان دونوں کا واسطہ دلاکے میں کہتا ہوں کہ آپ عبد الرحمن بن عوف کے ساتھ میرے مقابلہ میں عثمانؓ کی پشت پناہی نہ کریں اور یہ وہ قرابتیں ہیں جنھیں عثمانؓ نہیں پیش کر سکتے"۔

مسلمانوں کی عام رائے معلوم کرنے میں حضرت عبد الرحمن کی کوشش۔

اسی عرصہ میں حضرت عبد الرحمن نے مدینے میں اصحاب رسول صلعم، سرداران لشکر اور عمائد سے جا جا کر ملاقات کی اور اُن سے مشورہ کیا۔ اور جس شخص سے وہ ملے اس نے انھیں حضرت عثمانؓ کی رائے دی۔ تین دن کی مہلت جو حضرت عمرؓ نے مقرر فرمادی تھی انھوں نے اسی کام میں خرچ کردی۔ رات دن اس کے سوا کوئی کام نہ تھا اس موقع پر عام لوگوں سے مشورہ لیا تو جو ملا حضرت عثمانؓ کا طرفدار تھا اور جیسے ہی آخری صبح ہوئی جس روز مدت پوری ہونے والی تھی تڑکے پو پھٹتے ہی مسور بن مخرمہ کے گھر میں آئے ان کو جگایا اور کہا "آج میں ساری رات جاگتا رہا ہوں۔ اب آپ سعدؓ اور زبیرؓ کو بلا لائیں" چنانچہ وہ جاکے بلا لائے۔

مشورہ کا پچھلا دن۔

اُن کے آتے ہی حضرت عبد الرحمن نے کاروائی کا آغاز حضرت زبیرؓ سے کیا۔ اور اُن سے کہا "آپ خلافت کو بنی عبد مناف کے لیے چھوڑ دیں اور فرمائیں کہ اس خاندان کے بزرگوں میں سے آپ کس کو پسند کرتے ہیں؟" انھوں نے کہا "علیؓ کو" اس کے بعد انھوں نے حضرت سعدؓ سے کہا "آپ بھی اپنا حق خلافت مجھ پر چھوڑ دیں"۔ انھوں نے فرمایا "اگر آپ اپنے لیے چاہتے ہیں تو مجھے منظور ہے لیکن اگر آپ کا یہ منشا ہو کہ عثمانؓ کو ترجیح دیں تو میں علیؓ کا طرفدار ہوں۔ بہتر یہ ہو کہ آپ خود اپنے ہاتھ پہ بیعت لے لیں اور جھگڑا چکائیں"۔ انھوں نے کہا "میں تو خلافت کے دعوے سے دست بردار ہو چکا۔ اور اگر باز دعوی نہ دے چکا ہوتا تو بھی میں اپنے لیے خلافت کو نہیں پسند کرتا۔ میں نے

حضرت عبد الرحمن کی دست برداری اور اس کی وجہ۔

ابن قتیبہ نے السیاستہ والامامہ میں یہ کی ہے کہ یہ گشت عبد الرحمن نے چہرہ پر نقاب ڈال کے کی تھی۔ اور جس کسی سے مشورہ کیا اس نے حضرت عثمانؓ ہی کا نام لیا۔ — ؎ تاریخ الخلفا مصنفہ علامہ سیوطی۔

خواب میں دیکھا ہے کہ ایک سر سبز مرغزار میں چلا جاتا ہوں جس میں ہر طرف سبزہ پھیلا ہوا ہے! اس میں ایک اونٹ داخل ہوا۔ مگر سیدھا تیر کی طرح نکل گیا بغیر اس کے کہ اِدھر اُدھر سبزے کو آنکھ اٹھا کے بھی دیکھے۔ اس کے بعد ایک اور اونٹ داخل ہوا! اور وہ بھی اسی شان سے بغیر کسی طرف دیکھے بھالے اگلے اونٹ کی طرح گزر گیا۔ بعد ازاں عجیب و غریب شان کا ایک اور اونٹ اس مرغزار میں داخل ہوا! وہ بھی اپنی مہار کھینچتا ہوا نکل گیا۔ پھر ایک اور اونٹ داخل ہوا جس نے ہر طرف منہ ڈالنا شروع اور گھاس کو نوچنے اور کھانے لگا۔ خدا کی قسم میں یہ چوتھا اونٹ نہ بنوں گا! اور سچ یہ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے بعد جو شخص اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے گا غیر ممکن ہے کہ لوگ اس سے خوش رہیں"!!

حضرات عثمانؓ و علیؓ سے عبدالرحمن کی پوشیدہ گفتگو

اب مسور بن مخرمہ کے ذریعہ حضرت علیؓ کو بلا بھیجا اور ان سے دیر تک تخلیہ میں گفتگو کرتے رہے اگر آپ کو اس میں مطلق شک و شبہ نہ تھا کہ میں ہی خلیفہ منتخب ہوں گا۔ آپ کے بعد حضرت عثمانؓ بلائے گئے اور ان سے اذان صبح تک تخلیہ میں گفتگو کرتے رہے! اس موقع پر عبدالرحمن نے دونوں صاحبوں سے جو گفتگو کی تھی اس کی نسبت عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے مجھ سے بیان کیا کہ "جو کوئی تم سے کہے کہ عبدالرحمن نے دونوں حضرات سے یہ کہا تھا تو جان لو کہ اس نے بے جانے بوجھے کہہ دیا۔" اور بات یہ ہے کہ قضاء الٰہی حضرت عثمانؓ کے حق میں ہو چکی تھی"!

مسلمانوں کے مجمع عام سے مشورہ

بعد نماز صبح پھر سب صاحب جمع ہوئے اور اب اس وقت تمام مہاجرین۔ بزرگان سابق الاسلام معززین انصار۔ اور سرداران فوج بلوا کر مسجد نبوی میں جمع کیے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد آدمیوں سے بھر گئی! اور عبدالرحمان بن عوف نے سب سے کہا "لوگو سب صاحبوں کی رائے یہ ہے کہ وہ تمام حضرات جو مختلف شہروں سے یہاں آئے ہوئے ہیں اپنے اپنے شہروں کو جلدی واپس جائیں! لہٰذا آپ سب صاحب مجھے اس معاملے میں مشورہ دیں۔ یعنی یہ بتائیں کہ کون صاحب خلیفہ رسولؐ منتخب کیے جائیں"!

حضرات عمارؓ و مقدادؓ کا مشورہ۔

یہ سنتے ہی عمار بن یاسر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ نہ پڑے تو علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کیجیے"! پھر مقداد بن اسود اٹھے۔ عمار کی تائید کی اور کہا "اگر آپ نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم کہتے ہیں کہ "سمعنا واطعنا" یعنے ہم نے سنا اور قبول کیا۔

عبداللہ بن ابی سرح اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کا مشورہ

مقداد کے بیٹھتے ہی عبداللہ بن ابی سرح نے اٹھ کر کہا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ قریش میں جھگڑا

سے تاریخ خلفاء سیوطی۔

نہ ہو تو عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کیجیے۔" اس کی تائید اُٹھ کر عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کی اور مقداد کی طرح کہا اگر آپ نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم کہتے ہیں کہ "سمعنا و اطعنا" ابن ابی سرح اپنی تائید ہوتے دیکھ کر ہنسے اور عمار نے کہا "یہ تم کب سے مسلمانوں کے ناصح بن گئے؟"

بنی ہاشم و بنی امیہ میں اختلاف

یہ اختلاف بڑھا۔ اور بنی ہاشم و بنی امیہ میں ردو قدح ہونے لگا۔ یہ نزاع دیکھکر عمار بن یاسر اٹھے اور سب لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہا "لوگو۔ اللہ جل شانہ نے ہم کو اپنے نبی صلعم سے شرف و وقار بخشا اور اپنے دین کے ذریعہ سے معزز و ممتاز کیا۔ لہذا خاندان نبوت سے نکال کے خلافت کو کدھر ہٹائے لیے جاتے ہو؟" اُن کے یہ الفاظ سُن کر ایک مخزومی شخص نے کہا "ابن۔ ابن سمیہ! تم تو اپنی حد سے گزر گئے۔ تم کو حکومتِ قریش سے کیا علاقہ؟"

عبدالرحمن بن عوف کی آخری کارروائی

لوگوں کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت سعد نے جناب عبدالرحمن سے کہا "آپ اپنے کام سے فراغت کریں۔ اور فتنہ پیدا ہونے سے پہلے فیصلہ کر دیں" چنانچہ حضرت عبدالرحمنؓ نے پہلے یہ کیا کہ امیدواران خلافت سے یہ عہد لیا کہ اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور سیرت شیخین ابوبکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما پر کاربند رہیں گے۔ اور اگر آپ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ راضی رہیں گے۔ قبول کریں گے۔ اور منکر و مخالف کے مقابلے میں میرا ساتھ دیں گے" یہ کہہ کر انھوں نے حضرت علیؓ کو بلایا اور وہ اٹھ کر قریب گئے تو اُن سے کہا "آپ سے خدا کا واسطہ دلا کے عہد لیا جاتا ہے کہ ہمیشہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سیرت ہر دو خلیفۂ ماسبق کے پیرو رہیں گے" حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے علم کی حد تک اور جہاں تک ممکن ہے اس کی پابندی کروں گا" اس کے بعد حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلا کے اُن سے بھی یہی عہد و پیماں لیا، اور انھوں نے صاف الفاظ میں اقرار کیا کہ ہاں میرا طرزِ عمل یہی رہے گا۔

۱؎ ابن اثیر و طبری۔

۲؎ السیاستہ والامامہ لابن قتیبہ۔

۳؎ اس واقعہ کو ابن قتیبہ نے ذرا اختلاف کے ساتھ زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف نے پہلے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، اور کہا خدا کو درمیان میں دیکے عہد و پیماں کیجیے کہ اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و سنت شیخین کو قائم کریں گے اور حضرت عمر کی اس شرط کو بھی پورا کریں گے کہ بنی اُمیہ میں سے کسی کو مسلمانوں پر مسلط نہ کر دیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے بے عذر اقرار کر لیا اس کے بعد انھوں نے حضرت علیؓ کا بقیہ بر صفحہ آئندہ

حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت۔

اس گفتگو کے بعد حضرت عثمانؓ کا ہاتھ اسی طرح اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے عبدالرحمن نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ اور کہا "خداوندا سُن اور بار الہا! اس بارۂ خاص میں جو امر میرے ذمے تھا اُس کو میں نے عثمانؓ کے ذمہ کر دیا"۔ اور یہ کہتے ہی ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت عبدالرحمن نے اس موقع پر جو تقریر کی اس کا آغاز اس سے تھا کہ "میں دیکھتا ہوں لوگ عثمانؓ کے سوا کسی کو نہیں پسند کرتے"۔ اور ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی سلسلۂ تقریر میں انھوں نے حضرت علیؓ سے کہا "یا علیؓ میں نے لوگوں کے خیالات کا پتہ لگایا اور کسی کو بھی عثمانؓ کے خلاف نہ پایا۔ لہذا آپ اپنے دل سے خلافت کی امید کو نکال ڈالیے"۔

حضرت علیؓ کی نا امیدی و شکایت۔

حضرت علیؓ نے اپنی امید کے خلاف جب یہ دیکھا کہ خلافت میرے ہاتھ سے نکل گئی اور عبدالرحمن نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو فرمایا "یہ پہلا دن نہیں ہے کہ آپ لوگوں نے اس بارے میں ہم پر زیادتی کی لہذا صبر ہی بہتر ہے۔ خدا کی قسم آپ نے عثمانؓ کو اس لیے حاکم بنایا کہ حکومت آپ کی طرف پلٹے"۔ عبدالرحمن نے یہ سُن کر کہا "اے علیؓ اپنے خلاف حجت اور موجب باز پرس نہ پیدا کرو"۔ اُن کے یہ الفاظ سن کر حضرت علیؓ وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور فرمایا جو قسمت میں لکھ گیا ہے ضرور پورا ہوگا۔

مقداد اور عبدالرحمن کی گفتگو۔

کہتے ہیں کہ اس صحبت کے بعد مقدادؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے کہا "آپ نے تو علیؓ کو چھوڑ دیا مگر وہ خدا کی قسم اُن لوگوں میں ہیں جو فیصلہ حق کرتے ہیں اور عادل ہیں"۔ عبدالرحمن نے جواب دیا کہ مقداد میں نے مسلمانوں کے اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے خدا کی قسم بڑی مشقت کی ہے"۔ یعنے عام لوگوں کی رائے دریافت کرنے میں اور اس بات کا پتہ لگانے میں کہ کثرت رائے کس کی طرف ہے۔ یہ سن کر مقداد مطمئن ہو گئے اور کہا "اگر آپ نے یہ کام خالصتہً للہ کیا ہے تو آپ کو بارگاہ الٰہی سے اس کا اجر ملے گا"۔ باوجود اس کے مقداد کی یہی رائے تھی کہ اس موقع پر حضرت علیؓ ہی کو منتخب ہونا چاہیے تھا چنانچہ انھوں نے ایک موقع پر کہا جیسی مصیبت اس خاندان پر حضرت رسولِ اکرم

مقداد بعد بھی حضرت علیؓ کے طرفدار رہے۔

ہاتھ ہاتھ میں لے کر ان سے بھی یہی اقرار لیا۔ مگر جب ان کے سامنے حضرت عمرؓ والی شرط پیش کی کہ بنی ہاشم میں سے کسی کو مسلمانوں پر مسلط نہ کریں تو انھوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور کہا جب آپ نے خلافت کا بار میری گردن پر رکھدیا تو پھر آپ کو اس سے کیا غرض؟ جو مصلحت دیکھوں گا کروں گا جس میں قوت و امانت پاؤں گا اس سے کام لوں گا۔ ہاشمی ہو یا کوئی۔ عبدالرحمن نے اس شرط پر اصرار کیا اور حضرت علیؓ نے قطعی انکار تب عبدالرحمن نے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ کے بیعت کر لی۔

عہ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۰۸ حالات خلافت عثمان رضی اللہ عنہ۔

کی وفات کے بعد بڑی ویسی مصیبت میں نے کہیں نہیں دیکھی تھی۔ مجھے قریش سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس شخص کو چھوڑ دیا جس سے زیادہ منصف میں کسی کو نہیں دیکھتا۔ کاش مجھے مدد معاون ملتے" اُن کا یہ جملہ سُن کر عبدالرحمن رض نے کہا "مقداد خدا سے ڈرو اور مجھے اندیشہ ہے کہ تمھاری ذات سے فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو" کسی اور نے مقداد سے پوچھا "اُس خاندان اور اس شخص سے تم کس خاندان اور کس شخص کو مراد لیتے ہو" جواب دیا "خاندان عبدالمطلب اور علی رض بن ابی طالب"۔

حضرت علی رض کا ارشاد۔

مقداد کا یہ قول سُن کر خود حضرت علی رض نے یہ فرمایا "لوگوں کی نظر قریش پر ہے اور قریش کی نظر باہم ایک دوسرے پر۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر بنی ہاشم حاکم ہو گئے تو پھر نہ کبھی حکومت ہاشمیوں کے ہاتھ سے نکلے گی اور نہ کسی غیر کو ملے گی کہ اُس کو آپس میں گردش دیں"۔

حضرت عثمان رض کے انتخاب کا اصلی سبب۔

ان تمام واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت عثمان رض کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے دو سبب ہوئے۔ اول یہ کہ مہاجرین و انصار کی عام رائے بجز چند مخصوص لوگوں کے انھیں کے موافق تھی۔ اور دوسرے یہ کہ حضرت علی رض نے عبدالرحمن کے سامنے حضرت عمر رض کی اس شرط کے قبول کرنے سے انکار کیا کہ بنی ہاشم کو حکومت میں زیادہ اقتدارات نہ دیں گے۔ گو کہ حضرت علی رض کے بعض طرفداروں کو یہ امر ناگوار گزرا مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حضرت عثمان رض منتخب نہ کیے جاتے تو اُن کے طرفداروں کی کثرت تھی۔ اور جو ذی اثر لوگ اُن کے موافق تھے ممکن ہے کہ کوئی ہنگامہ اُٹھا کے کھڑا کر دیتے۔

حضرت طلحہ نے بھی بیعت کرلی۔

حضرت عثمان رض کے ہاتھ پر بیعت ہو جانے کے بعد اسی روز حضرت طلحہ آگئے[۵]۔ جب ان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اُن سے بھی حضرت عثمان رض کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش کی گئی تو انھوں نے پوچھا "سارے قریش اس پر راضی ہو گئے؟" جواب ملا "ہاں"۔ تب وہ اٹھ کر سیدھے حضرت عثمان رض کے پاس گئے۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کو ابھی تک رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اگر آپ کو اس بارے میں انکار ہو تو میں خلافت سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ پوچھا "کیا واقعی آپ دست بردار ہو جائیں گے؟" فرمایا "بیشک"۔ تب طلحہ نے پوچھا "تو کیا سب لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی؟" کہا "ہاں"۔ یہ جواب پا کر انھوں نے کہا "تو پھر میں بھی راضی ہوں۔ میں اختلاف نہ کروں گا۔ جو سب کی رائے ہے وہی میری رائے بھی ہے"۔ اور اس کے بعد انھوں نے بھی حضرت عثمان رض کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

---

[۵] یہ طبری کی روایت کے مطابق ہے اس لیے کہ ابن قتیبہ کے بیان کے مطابق حضرت طلحہ مدینے ہی میں موجود تھے۔ مگر یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

مغیرہ کے قول پر عبدالرحمن کی برہمی۔

اس معاملے میں ایک روز مغیرہ بن شعبہ نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا آپ نے خوب کیا کہ عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔" اور خود حضرت عثمانؓ سے کہا "عبدالرحمن آپ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو ہم ہرگز نہ مانتے۔" یہ سن کر حضرت عبدالرحمنؓ نہایت برافروختہ ہوئے اور کہا "او کانے تو جھوٹا ہے۔ میں جس کے ہاتھ پر بیعت کرتا تو اس کے ہاتھ پر ضرور بیعت کرتا اور یہی بات کہتا۔"

مسور بن مخرمہ کہا کرتے کہ میں نے کسی کو کسی قوم پر اس طرح غالب آتے نہیں دیکھا جس طرح عبدالرحمن اس معاملے میں غالب آئے۔ اور سب نے بیعت کرلی۔

اجلاس انتخاب۔ عبدالرحمن ابل شوریٰ کے خطبے۔

دنیائے اسلام کے نازک موقع پر حضرات عبدالرحمن بن عوف۔ زبیر بن عوام۔ سعد بن ابی وقاص اور حضرت علیؓ کے خطبے بھی امام تاریخ ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں درج کردیے ہیں اگر زیادہ طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ان کو درج کردیتے۔

بیعت کا وقت۔

اہل شوریٰ نے عصر کے وقت حضرت عثمانؓ پر اتفاق کرکے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ بعد ہی موذن مسجد نبوی حضرت صہیب نے عصر کی اذان دی۔ تکبیر سے پہلے لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت عثمان نے برآمد ہو کر نماز پڑھائی۔ اور اہل وظائف کے سو سو درہم بڑھا دیے۔ اور اسی وقت مختلف ممالک کے وفدوں کے حاضر ہونے کا حکم جاری فرمایا اور کہا جاتا ہے کہ کسی خلیفہ کی جانشینی کے وقت وفدوں کو طلب کیے جانے کی بنیاد انھیں کے وقت سے پڑی۔

حضرت عثمان کا پہلا کام۔

حضرت عثمان کا خطبہ اور عام بیعت۔

یہ حکم دینے کے بعد حضرت عثمان نے منبر پر کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں لوگوں کو نصیحتیں کیں اور اس تقریر کے ختم ہوتے ہی لوگ بڑھ بڑھ کے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔

عبیداللہ بن عمر کا مجنونانہ جوش انتقام۔

حضرت عثمان کے جانشین رسالت منتخب ہوتے ہی ایک نہایت نازک و خوفناک جھگڑا پیش آیا اور اس کے متعلق بھی لوگوں میں اختلاف پڑا۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ حضرت عمر کی شہادت و وفات نے ان کے ایک فرزند عبیداللہ میں ایسا جوش پیدا کر دیا کہ ایک مجنونانہ شان سے تلوار کھینچ کے چلے تو سب کے پہلے اپنے پدر بزرگوار کے قاتل ابو لؤلوہ کو قتل کیا اس کے بعد حیرہ کے ایک مقیم مدینہ نصرانی جفینہ کو قتل کیا جو سعد بن مالک کا دوست تھا اس کے بعد آگے چلے تو عجمی سردار ہرمزان کو مار ڈالا جس کے اسیر ہو کر مدینے میں آنے کا حال ہم گذشتہ واقعات کے سلسلے میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ شخص خلافت اسلام کا وظیفہ خوار تھا اور مسلمان ہو گیا تھا چنانچہ اس پر جب عبیداللہ کی تلوار پڑی تو اس نے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ زبان سے نکالا۔ عبیداللہ بن عمر کو اس قدر آپے سے باہر دیکھ کر حضرت سعد بن ابی وقاص نے انھیں پکڑ کے اپنے گھر میں بند کر دیا۔ اور ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لی تاکہ ان کا غصہ فرو ہو اور لوگ ان کی

مضرت سے بچیں لیکن جیسے ہی حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہو گئے حضرت سعدؓ نے ان کو لا کر حضرت عثمانؓ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ عبید اللہ اس وقت تک برابر یہی کہے جاتے تھے کہ "میں ان تمام لوگوں کو قتل کر ڈالوں گا جو میرے والد کی قتل کی سازش میں شریک تھے"۔ تمام مہاجرین و انصار ان کو سمجھاتے اور وہ کسی کی نہ سنتے۔ سب سے جھگڑتے اور کہتے کہ "میں ایک کو نہ چھوڑوں گا"۔

حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش

ان کے اس جوش کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے زخمی ہونے کے دوسرے دن عبدالرحمن بن ابی بکر نے بیان کیا کہ کل شام کو میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ہرمزان، ابو لؤلؤہ، اور جفینہ چپکے چپکے سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ میری صورت دیکھی تو ادھر ادھر بھاگ گئے اور ایسے بدحواس بھاگے کہ ایک خنجر ان میں سے کسی کے ہاتھ سے گر پڑا جو دو دھارا تھا اور وہ وہی خنجر تھا جس سے حضرت عمرؓ شہید کیے گئے۔ عبدالرحمن کا یہ بیان سنتے ہی عبید اللہ تلوار کھینچ کے جھپٹے اور تینوں مذکورہ عجمیوں کو قتل کر ڈالا۔

حضرت علیؓ کا فتویٰ۔

حضرت سعدؓ نے جب عبید اللہ کو حضرت عثمانؓ کے سامنے لا کر پیش کیا تو آپ پریشان ہوئے۔ اور لوگوں سے رائے طلب کی کہ "بتاؤ میں ان کے بارے میں کیا کارروائی کروں جنہوں نے اسلام کی عدالت میں رخنہ ڈال دیا"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "میری رائے میں تو ان پر قصاص کا حکم جاری کر کے انہیں قتل کرنا چاہیے"۔ جناب علی مرتضیٰؓ کی یہ رائے سن کر بعض مہاجرین بگڑے اور کہا "خوب! ابھی کل عمرؓ مارے گئے ہیں اور آج ان کا فرزند مارا جائے"۔ عمرو بن عاص نے حضرت عثمانؓ سے کہا "خدا نے آپ کو ایسے معاملات میں اختیار دیا ہے اس لیے کہ آپ ہی مسلمانوں کے حاکم ہیں"۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "میں عبید اللہ کا ولی ہوں! اور خوں بہا دلواتا ہوں جس کی رقم میں اپنے پاس سے ادا کروں گا"۔ چنانچہ اس پر عمل در آمد ہوا۔

اور حضرت عثمانؓ کا فیصلہ۔

زیاد بن لبید شاعر کی بے اعتدالیاں اور سزا۔

زیاد بن لبید بیاضی اس عہد کے ایک شاعر تھے۔ ان کا معمول تھا کہ جب عبید اللہ بن عمر کی صورت دیکھتے چند اشعار پڑھنے لگتے جو ان کی مذمت میں کہے تھے۔ اور ان میں اس واقعے کی طرف اشارہ تھا۔ عبید اللہ نے اس کی شکایت بارگاہ خلافت عثمانی میں کی۔ حضرت عثمانؓ نے زیاد کو بلا کے منع فرمایا کہ "پھر کبھی ان اشعار کو عبید اللہ کے سامنے نہ پڑھنا"۔ زیاد نے اس حکم کی پروا نہ کی! اور چند اور اشعار خود حضرت عثمانؓ کی شکایت میں کہہ ڈالے جن میں ان کو ملزم ٹھہرایا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے زیاد کو بلوا کے اس طرز عمل سے روکا۔ اور اُن کو جو رقم بیت المال سے ملتی تھی روک دی۔ عبید اللہ کے اس واقعے کے متعلق اور مختلف روایتیں بھی ہیں۔

قتل ہرمزان کا واقعہ اس کے بیٹے کی زبانی

ہرمزان وغیرہ کا واقعہ جو خود اس کے بیٹے قماذبان کی زبانی منقول ہے یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں اُن دنوں جو عجمی مقیم تھے وہ اکثر باہم ملتے جلتے رہتے تھے۔ ایک روز فیروز ابو لؤلؤہ میرے والد ہرمزان

کی طرف سے گزرا۔ اور اُس کے پاس ایک دو دھارا خنجر تھا۔ والد نے اس خنجر کو اس سے لے کے دیکھا اور پوچھا اُس کو کیوں لائے ہو؟ کہا "باڑھ رکھواؤں گا"۔ اس حالت میں کسی شخص کی نظر پڑ گئی۔ لہذا جب حضرت عمرؓ پر حملہ ہو چکا تو اس شخص نے آکے بیان کر دیا کہ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ ہرمزان نے یہی خنجر جس سے جناب فاروقؓ پر حملہ کیا گیا ابولؤلؤہ کو دیا۔ اُس کا یہ بیان سُن کر عبیداللہ کو طیش آگیا اور آکے میرے والد کو مار ڈالا۔ بعد ازاں جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہو گئے تو مجھے عبیداللہ بن عمرؓ پر اپنے باپ کے خون کا دعویٰ کرنے کا موقع ملا۔ گھر سے نکلا تو جو ملا میرے ساتھ تھا۔ اور سب خواستگار تھے کہ میں ان پر دعویٰ کروں"۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا "تو کیا میں عبیداللہ کے قتل کا خواستگار ہوں؟" سب نے کہا "ہاں" اور عبیداللہ کو اس زیادتی پر بُرا بھلا کہنے لگے۔ میں نے پوچھا "آپ مجھے ان کے قتل سے روکیں گے تو نہیں؟" سب نے کہا "ہرگز نہیں" اور پھر عبیداللہ کو سخت الزام دینے لگے مگر میں باوجود ان لوگوں کے کہنے اور اصرار کرنے کے عبیداللہ کے خون سے دست بردار ہو گیا۔ اور مجھے والد کے خون بہا کی رقم مل گئی لیکن میرے اس فعل پر لوگ اس قدر خوش ہوئے کہ مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کے میرے گھر لائے۔

ابن واقعہ کی تضعیف۔

مگر اکثر مورخین کا خیال ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اگر ہرمزان کے بیٹے نے زرفدیہ لے کے معاف کر دیا ہوتا تو حضرت علیؓ اپنے عہد خلافت میں عبیداللہ پر قصاص کا حکم جاری کر کے ان کے قتل کا ارادہ نہ کرتے جس کے خوف سے بھاگ کر وہ جناب معاویہؓ کے پاس شام میں چلے گئے۔ اگر ولی دم کے دست بردار ہونے سے وہ چھوڑے گئے ہوتے تو حضرت علیؓ کو اُن سے تعرض کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

حضرت عمرؓ کے آخر عہد کے والیان ملک۔

سنہ ۲۳ھ میں یعنے جس سال حضرت عمرؓ شہید ہوئے ہیں مختلف ممالک میں اُن کے مشہور و نامور والیان ملک یہ حضرات تھے۔ مکۂ معظمہ میں نافع بن عبدالحرث خزاعی۔ طائف میں سفیان بن عبداللہ ثقفی۔ صنعاء یمن میں یعلی بن اُمیہ۔ اور جند یعنے لشکرگاہ یمن میں سپہ سالاری کی خدمت پر عبداللہ بن ابی ربیعہ مامور تھے۔ کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ تھے۔ بصرہ میں ابوموسیٰ اشعری۔ مصر میں عمرو بن عاص۔ حمص میں عمیر بن سعد۔ دمشق میں معویہ بن ابی سفیان۔ بحرین اور اس کے مضافات میں عثمان بن ابی عاص ثقفی تھے۔ کوفہ کے قاضی شریح تھے اور بصرے کے قاضی کعب بن مسور۔

قاضیوں کا تقرر۔

بعض اہل روایت کی تحقیق یہ ہے کہ شیخین یعنے حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد خلافت میں قاضیوں کا تقرر کہیں نہیں ہوا تھا یعنے یہ خدمت بعد کو قائم ہوئی لیکن یہ بہت سے متواتر واقعات کے خلاف ہے جن سے

حضرت عمرؓ کے زمانے میں فوج اور شہروں میں قاضیوں کا موجود ہونا پوری طرح ثابت ہوتا ہے۔

مغیرہؓ کی معزولی اور سعد کا تقرر

بہر حال یہی والیان ملک ۲۴ھ میں قائم رہے جس سال کے آغاز ہی میں یعنے ۳ محرم کو حضرت عثمانؓ رونق آرائے خلافت ہوئے تھے۔ مگر حکومت کوفہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی معزولی اور ان کی جگہ سعد بن ابی وقاص کے تقرر کے معاملے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی اس وصیت کے مطابق کہ "میرے بعد جو خلیفہ ہو سعد کو ضرور مقرر کرے ان کو ہم نے کسی برائی یا خیانت کی بنا پر معزول نہیں کیا تھا" حضرت عثمانؓ نے اس سال کے آغاز ہی میں مغیرہ کو معزول کر کے سعد کو والی کوفہ مقرر کر دیا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت عمرؓ ہی کے ارادے کے مطابق جناب عثمانؓ نے پہلے اپنے سال خلافت میں کوئی عزل و نصب نہیں کیا۔ مگر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسی ۲۴ھ میں مغیرہ کی جگہ سعد کا تقرر عمل میں آگیا۔

عام الرعاف

اور چونکہ والیان ملک میں اس خلافت کے پہلے برس کے اندر اور کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا لہذا اس سال کوئی ایسے اہم واقعات بھی نہیں پیش آئے جو بیان کرنے کے قابل ہوں۔ بجز اس کے کہ اس سال لوگوں میں نکسیر پھوٹنے کی کثرت رہی جس کی وجہ سے عربوں میں اس سال کا نام ہی "عام الرعاف" یعنی نکسیر والا سال ہو گیا۔

بغاوت اسکندریہ

مگر ۲۵ھ میں اسکندریہ کی مسیحی رعایا نے بغاوت کر دی۔ اور اس کا باعث یہ ہوا کہ رومیوں کو یہ نہایت ہی ناگوار تھا کہ اسکندریہ کا ایسا عظیم الشان شہر جس پر مسیحی مذہب اور ان کی مشرقی حکومت کی بنیاد قائم تھی قلمرو روم سے نکل کر علم خلافت کے سائے میں آگیا۔ قیصر روم کو یقین تھا کہ اسکندریہ کے ہاتھ سے کھو دینے کے بعد مشرق میں ہمارا قدم نہ جم سکے گا۔ چنانچہ ان رومیوں سے جو اسکندریہ میں مقیم تھے اس نے مراسلت کی۔ انھیں بغاوت و نقض عہد پر ابھارا۔ اور ان لوگوں نے بھی بدقسمتی سے یہ تحریک قبول کر لی۔ ان لوگوں سے بغاوت کا اقرار ہو جانے کے بعد ایک بڑا بھاری لشکر قسطنطنیہ سے آ کے اسکندریہ میں اترا جس کا سپہ سالار ایک رومی نامور خواجہ سرا منویل تھا۔ اس لشکر کے پہونچتے ہی اہل شہر نے علم بغاوت بلند کر دیا اور بجز قدیم حاکم مصر مقوقس کے سب لوگ رومیوں سے مل گئے۔

اور ان کی سرکوبی۔

یہ سنتے ہی عمرو بن عاص فسطاط سے روانہ ہوئے اور ادھر سے رومی بھی ان کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ راستے میں ایک مقام پر سخت لڑائی ہوئی جس میں رومیوں نے باوجود بڑے جوش و خروش اور جاں بازی کے وعدوں کے شکست کھائی۔ میدان چھوڑ کے بھاگے اور عمرو بن عاص برابر تعاقب کرتے اور رگیدتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ خاص اسکندریہ کی دیواروں کے نیچے دم لیا۔ سارے مفرور و منہ

شہر میں گھس کے پناہ گزیں ہوئے۔ مگر جب مسلمانوں نے جوش وخروش سے حملہ کیا تو شہر کی بھی حفاظت نہ کر سکے۔ اور عمرو بن عاص نے شہر کے اندر گھس کر قتل عام شروع کر دیا۔ بہت سے رومیوں کے ساتھ منیول بھی مارا گیا۔

ابن عاص کی عدالت گستری و فیاضی۔

رومیوں نے جس وقت وہ مسلمانوں کے مقابلے کو اسکندریہ سے نکل کے چلے ہیں۔ بڑی بے اعتدالیاں کی تھیں چنانچہ اسکندریہ کے گرد و نواح میں جتنی بستیاں تھیں ان کی ساری رعایا کا مال و اسباب اور ان کے مویشی اور جانور لوٹ لیے تھے۔ عام ازیں کہ وہ مسلمانوں کے مخالف ہوں یا ان کے موافق۔ جب مسلمان دوبارہ فتحیاب اور ملک پر قابض ہوئے تو ان بستیوں کے وہ لوگ جنھوں نے بغاوت و بدعہدی نہیں کی تھی حضرت عمرو بن عاص کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ہم نے نہ آپ کی مخالفت کی تھی اور نہ آپ کی اطاعت سے باہر ہوئے تھے اور اسی وجہ سے رومیوں نے ہمارے مال و اسباب اور جانوروں کو زبردستی ہم سے چھین لیا۔" اسلام میں غیر مسلم ذمی رعایا کے جان و مال کی حفاظت کرنا خلافت کا فرض ہے۔ اور اگر ان کو کسی دشمن سے نقصان پہونچ جائے تو وہ اس کا معاوضہ پانے کے مستحق ہیں۔ عمرو ابن عاص نے ان کے دعووں کی تحقیقات کی۔ اور جن جن کا وفادار رہنا اور نقصان اٹھانا ثابت ہوا ان کے نقصانوں کا پورا پورا معاوضہ کر دیا۔

فصیل اسکندریہ کا انہدام۔

اس کے بعد عمرو بن عاص نے اسکندریہ کی شہر پناہ منہدم کرا دی اس لیے کہ اسی کی وجہ سے رومیوں کو سرتابی و بغاوت کا حوصلہ ہوتا تھا۔

الجزیرہ کی شورش اور اسکی اصلاح۔

ادھر مصر میں تو یہ واقعات پیش آئے۔ اور ادھر سعد بن ابی وقاص کو جو کوفے کے والی مقرر ہو چکے تھے خبر پہونچی کہ اہل جزیرہ میں ایک شورش مچی ہوئی ہے۔ اور غدر کرنے پر آمادہ ہیں۔ سنتے ہی انھوں نے لشکر بھیج کر اس ملک کی اصلاح کی۔ بعد ازاں انھوں نے علاقۂ دیلم میں خود جا کے جہاد کیا اور فاتح و غانم واپس آئے۔

سعد کی معزولی اور ولید کا تقرر۔

حضرت سعدؓ اتنی ہی کارروائی کرنے پائے تھے کہ حسب فرمان خلافت کوفہ سے معزول ہو گئے۔ اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا تقرر ہو گیا۔ یہ ولید حضرت عثمانؓ کے اخیافی بھائی تھے اس لیے کہ دونوں ایک ہی ماں اروی بنت کریز کے بیٹے تھے۔ اور اروی کی ماں یعنی حضرت عثمانؓ کی نانی حضرت عبدالمطلبؓ کی صاحبزادی بیضاء تھیں جو حضور رسول خدا صلعم کی پھوپی ہوتی تھیں۔

اس تغیر کا باعث۔ سعد و ابن مسعود میں نزاع۔

اس تقرر کا باعث یہ ہوا کہ کوفہ میں حضرت سعد والی اور حضرت عبداللہ بن مسعود افسر خزانہ تھے سعد نے ابن مسعود کو راضی کر کے بیت المال سے کچھ رقم قرض لی تھی۔ ابن مسعود نے تقاضا کیا تو

اُن سے رقم ادا نہ ہوسکی۔ اور باہم سخت کلامی ہوگئی۔ اس جھگڑے کے وقت اتفاقاً حضرت سعد کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص موجود تھے۔ انھوں نے دونوں صاحبوں کو سمجھایا۔ اور کہا "آپ دونوں صاحب صحابی رسول اللہ ہیں۔ اور سب لوگوں کی نظریں آپ کے اخلاق و عادات پر لگی ہوئی ہیں۔ آپ کے لیے باہم یوں جھگڑنا مناسب نہیں ہے"۔ سعد نے طیش میں آکے ہاتھ اٹھائے کہ ابن مسعود کے حق میں بد دعا کریں۔ چونکہ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ حضور سرورِ عالم رسول خدا صلعم نے فرمادیا تھا کہ اُن کی دعا قبول ہوگی۔ اور اکثر موقعوں پر ان کی دعا تیر بہدف ثابت ہوچکی تھی۔ اس لیے ہاتھ اٹھا کر فقط اتنا کہنے پائے تھے۔ "اے آسمان و زمین کے مالک!" کہ ابن مسعود نے گھبرا کے روکا اور کہا "دیکھیے کوئی بری بات زبان سے نہ نکالیے گا۔ سعد رک گئے اور کہا خدا کی قسم خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں ایسی بد دعا کرتا کہ تیر بہدف ہوتی"۔ بعد ازاں عبداللہ بن مسعود اُٹھ کر چلے گئے مگر کوشش شروع کی اور لوگوں کو درمیان میں ڈال کر بیت المال کی وہ رقم ان سے وصول کریں۔ اُن کے مقابل سعد نے اور لوگوں کو بیچ میں ڈال کر مہلت چاہی۔ انجام یہ ہوا کہ اہل کوفہ کے دو گروہ ہوگئے۔ ایک سعد بن ابی وقاص کے خلاف تھا۔ اور دوسرا عبداللہ بن مسعود کے خلاف اور اہل کوفہ پر پھوٹ اور نا اتفاقی کی یہی پہلی آفت ہے جس میں وہ مبتلا ہوگئے اور شیطان نے ان میں تفرقہ ڈال دیا۔

اہل کوفہ میں پہلا تفرقہ۔

اول ان تمام واقعات کی اطلاع حضرت عثمان کو ہوئی تو دونوں بزرگوں سے ناراض ہوئے۔ اور یہ ارادہ کیا کہ دونوں کو علحدہ کردیں۔ حضرت عبداللہ کو حسب سابق مہتمم خزانہ پر بحال رکھا مگر سعد کو حکومت کوفہ سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو مقرر فرمادیا۔ ولید حضرت فاروق کے عہد سے سلمانان الجزیرہ پر حاکم تھے۔ فرمانِ خلافت پاتے ہی وہ کوفہ میں آئے۔ اور سعد سے حکومت کا جائزہ لے لیا۔ اور بعد کے واقعات سے ظاہر ہوگا کہ اہل کوفہ نے ولید کو اس قدر پسند کیا کہ اس سے پہلے کسی حاکم سے وہ اتنے راضی نہیں رہے تھے۔

بغاوت آذربائیجان۔

ولید نے حکومت کوفہ کی عنان ہاتھ میں لیتے ہی عتبہ بن فرقد کو حکومت آذربائیجان سے معزول کردیا وہ لوگ اپنے والی سے اس قدر خوش تھے کہ اس کے معزول ہوتے ہی بغاوت کردی۔ اور خود ولید ایک زبردست لشکر کے ساتھ جس کے افسر مقدمۃ الجیش عبداللہ بن شبیل احمسی تھے باغیوں کے سر پر جا پہنچے

اور اس کی سزا۔

بلادِ موقان ببر۔ اور طیلسان کو تاخت کر کے اور بہت سے لونڈی غلام اسیر کر کے دوبارہ فتح کرلیا۔ آخر ساحل آذربائیجان کے لوگوں نے ہمت ہار کے صلح کی درخواست کی۔ اور جن شرطوں پر پیشتر حذیفہ نے ان لوگوں سے صلح کی تھی اب بھی کرلی گئی۔ وہ شرطیں یہ تھیں کہ آٹھ ہزار درہم سالانہ دیا کریں۔ اور جو مال

دیتے رہے ہیں اس کو بھی حسب معمول ادا کرتے رہیں"۔

فتح آرمینیہ

بعد ازاں ولید نے اطراف وجوانب میں فوجیں بھیج کر سارے ملک کو مسخر کر لیا۔ اور اسی سلسلہ میں سلمان بن ربیعہ باہلی کو بارہ ہزار لشکر کے ساتھ آرمینیہ کی طرف روانہ کیا جو چند ہی روز میں سارے ملک کو مطیع ومنقاد بنا کے بہت سے لونڈی غلاموں اور مال غنیمت کو لیے ہوئے واپس آگئے۔

لشکر عراق مسلمانان شام کی کمک پر

ان کارروائیوں کے بعد ولید کوفہ کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ موصل کے راستے سے آرہے تھے اور شہر حدیثہ میں پڑاؤ تھا کہ فرمان خلافت ملا جس کا مضمون یہ تھا کہ "مسلمانان شام پر رومیوں نے کثیر التعداد فوج سے یورش کی ہے۔ لہٰذا تم اپنے بہادروں میں سے کسی آزمودہ کار سردار کو آٹھ نو ہزار فوج کے ساتھ فوراً روانہ کردو کہ وہ لوگ شام میں پہونچ کر اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کریں"۔ ولید نے اسی وقت لوگوں کو جمع کرکے ایک خطبے کے ذریعے سے مطلع کیا۔ اور فاتح آرمینیہ سلمان بن ربیعہ باہلی کو آٹھ ہزار فوج پر سپہ سالار مقرر کرکے روانہ کر دیا۔ یہ لوگ جلدی جلدی کوچ کرتے ہوئے گئے اور لشکر شام میں شریک ہو گئے جس کے سپہ سالار حبیب بن مسلمہ تھے۔

آرمینیہ پر شام سے حملہ

اصل واقعہ یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ نے جناب معٰویہ کو حکم کیا کہ حبیب بن مسلمہ کو لشکر شام کا سپہ سالار بنا کے ملک آرمینیہ پر بھیجو۔ جناب معٰویہ نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔ اور حبیب نے جاکر شہر قالی قلا کا اس سختی سے محاصرہ کیا کہ محصورین نے نہایت ہی اضطراب والتجا کے ساتھ درخواست کی کہ "چاہیے ہم سے جزیہ لیجیے اور چاہیے ہمیں جلاوطن کیجیے مگر امان دیجیے"۔ اس درخواست پر حبیب نے جن لوگوں کو مناسب جانا جلاوطن کر دیا۔ اور کئی ہفتے تک وہاں ٹھہرے رہے۔ اور جلاوطن بلاد روم میں چلے گئے۔

رومیوں کا زبردست حملہ

اسی اثنا میں حبیب کو خبر ملی کہ علاقہ آرمی ناقس کا حاکم لبطریق مسمی موریان جس کی قلمرو خلیج مار مورا تک چلی گئی ہے اسی ہزار لشکر جرار لے کر چلا ہے کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرے۔ بلا تامل حضرت معٰویہؓ کو خبر کی۔ انھوں نے حضرت عثمانؓ کو لکھا۔ اور انھوں نے ولید کو حکم بھیجا کہ فوراً مسلمانان شام کی کمک کرو۔

بعض اہل تاریخ کو اس میں اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک حضرت عثمانؓ نے ولید کو نہیں بلکہ سعید بن عاص کو کمک روانہ کرنے کا حکم کیا تھا۔ بہرحال جن بزرگ کے نام حکم گیا ہو انھوں نے سلمان باہلی کو کمک پر روانہ کیا جن کے ہمراہ بقول روایت سابقہ آٹھ ہزار فوج تھی۔ یا بعض راویوں کے بیان کے مطابق چھ ہزار۔

ایک بہادر خاتون کا شب خون

حبیب نے کوفہ کے لشکر کے آپہونچنے کے بعد ایک شب کو ارادہ کیا کہ موریان کی لشکر گاہ پر شبخون ماریں۔ لباس جنگ سے آراستہ ہوتے دیکھ کر ان کی بیوی ام عبداللہ بنت یزید کلبیہ نے پوچھا

کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا "موریان کی حرم سرا میں جاتا ہوں"۔ یہ کہہ کے باہر نکلے اور زور و شور سے روانہ ہو کر رومیوں کے پڑاو پر جا پڑے۔ اور لوگوں کو مارتے گراتے اور قتل و قمع کرتے ہوئے موریان کی حرم تک جا پہونچے۔ جس میں چاروں طرف قناتیں کھڑی ہوئی تھیں اور "سراپردہ" کہلاتی تھی۔ حبیب جب اس سراپردہ میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شریف و بہادر خاتون اُم عبداللہ سامنے کھڑی ہیں۔ حیرت سے ان کی صورت دیکھی اور سمجھ گئے کہ غیور بیوی کو نہیں گوارا ہے کہ میں کسی زنان خانے میں جاؤں اور اُن کے سوا کسی اور عورت پر نظر ڈالوں۔

حبیب کے کارنامے۔

رومیوں کو شکست دے کر حبیب قالی قلا میں واپس آئے۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے مقام مربال میں اُترے تو خلاط کا حاکم بطریق عیاض بن غنم کی دستخطی سند امان لے کے حاضر ہوا۔ اور جو کچھ رقم اس کے ذمے واجب الادا تھی پیش کی۔ حبیب نے اس کے معاہدے کو برقرار رکھا۔ اور آگے بڑھے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ علاقۂ بسفرجان کے شہر مکس کا حاکم حاضر ہوا۔ اُس کے علاقہ کی رقم جزیہ مشخص کر کے آگے کی راہ لی۔ اور شہر ازدشاط میں پہونچے۔ قرمز جو نفیس ارغوانی رنگ تھا اس شہر میں تیار ہوتا تھا۔ شہر سے ذرا فاصلے پر دبیل نام ایک ندی تھی اس کے کنارے اتر پڑے۔ اور سواران عرب کو حکم دیا کہ بڑھ کے شہر کا محاصرہ کر لیں۔ اہل شہر نے قلعہ بند ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا اور فصیل کے چاروں طرف منجنیقیں لگا دی گئیں۔ آخر محصورین نے عاجز آ کر امان مانگی۔ حبیب نے ان کی درخواست قبول کی۔ اور اس شہر میں قیام کر کے چاروں طرف فوجیں بھیجنا شروع کیں۔ انھیں فوجوں میں سے ایک کا واقعہ ہے کہ مسلمان ایک مقام پر گھوڑوں کو سوار ہونے کے لیے کستے اور لگامیں چڑھا رہے تھے کہ یکایک رومی آ پڑے۔ مسلمانوں نے نہایت ہی استقلال و پامردی سے گھوڑے تیار کر لیے اور ان پر سوار ہو کے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کو مار کے بھگا دیا۔ اسی واقعہ کی وجہ سے عربوں نے اس شہر کا نام "ذات اللجم" یعنے لگاموں والا مقام قرار دے دیا۔

ان کی اور فتحیں۔

ایک فوج حبیب نے مقام سراج طیر میں بھیجی۔ اور ایک بغروند میں۔ آخر الذکر مقام کے بطریق نے خراج قبول کر کے صلح کی تھی کہ سارے علاقۂ بسفرجان کے حاکم نے اپنے تمام شہروں سے متعلق صلح کر لی۔ یہاں سے کوچ کر کے حبیب سیسجان میں پہونچے یہاں کے لوگوں نے چونکہ مقابلہ کیا اس لیے ان کو بزور شمشیر مغلوب کر کے اور اُن کے قلعوں پر قبضہ کر کے سپہ سالار خلافت مقام جوزان کی طرف چلے۔ وہاں کا حاکم راستے ہی میں حاضر ہو گیا۔ اور اس سے صلح کر کے تفلیس میں پہونچے۔ اس شہر کے لوگوں نے بھی صلح کر لی۔ اور حبیب نے اس کے اطراف و جوانب کے

قلعوں اور شہروں کو صلح کے ذریعے سے اپنے قبضے میں کر لیا۔

سلمان بن ربیعہ کی مہمیں۔

یہ تو حبیب بن مسلمہ کے کارنامے تھے۔ سلمان بن ربیعہ باہلی جو لشکر عراق کے سردار تھے وہ رومیوں کو شکست دینے کے بعد علاقہ اران کی طرف چلے، بلقان والوں سے اس اقرار پر صلح کی انھیں فقط جان و مال کی امان ہے۔ ان کے شہروں کی فصیلیں چھوڑ دی گئیں۔ اور جزیہ خراج اُن کے ذمے عائد کیا گیا۔ یہاں سے بڑھ کے سلمان شہر برذعہ پہونچے اور دریائے ثرثور کے کنارے اُتر پڑے جو اُن کے اور شہر والوں کے درمیان حائل تھا۔ اصلی شہر اسلامی لشکر گاہ سے ایک فرسخ کی مسافت پر تھا۔ چند روز تک اہل شہر مقابلہ کرتے رہے اور سلمان اُن کے گرد و نواح کے گاؤں پر تاختیں کر رہے تھے آخر اہل شہر نے ان شرطوں پر جو بلقان والوں سے ہوئی تھیں صلح کر لی۔ سلمان نے شہر پر قابض ہونے کے بعد آبادی کے اندر قیام کیا۔ اور یہاں سے اطراف و جوانب میں فوجیں بھیجنے لگے۔ آخر اس سرزمین کے تمام قلعے مسخر ہو گئے۔ اور سلمان نے بلاشجان کے کردوں کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انھوں نے بعوض دین اسلام قبول کرنے کے مقابلہ کیا لیکن جب مسلمانوں نے شکست دے کے انھیں مغلوب کر لیا تو اکثر نے جزیہ قبول کر لیا۔ اور بعض نے مسلمان ہو کر زکوٰۃ ادا کی سلمان نے ایک لشکر شہر شمکور پر بھیجا جس نے جاتے ہی اس کو فتح کر لیا۔ پھر یہاں سے بڑھ کر سلمان باہلی نے اس مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں ارس اور کر نام کی دو ندیاں آکر ملی ہیں۔ یہاں کے قیام میں انھوں نے مقام قبلہ کو فتح کیا۔ اور مقامات سکر وغیرہ کے لوگوں نے ادائے جزیہ کے وعدے پر صلح کر لی۔ اسی سلسلہ میں شاہ شہروان اور علاقۂ کوہ قاف کے تمام فرماں رواؤں اور اہل مسقط شاہران اور شہر باب والوں سے بھی صلح ہو گئی اور یہ سارا علاقہ زیر علم اسلام تھا۔ مگر یہ رواروی کی وقتی صلحیں تھیں۔ اس لیے کہ سلمان کے واپس آتے ہی ان سب شہروں نے بغاوت کر دی۔

حضرت معاویہ کا روم پر حملہ

حبیب کی مہم کے بعد اس سال حضرت معاویہ نے مملکت روم پر حملہ کیا وہ ایک لشکر جرار لے کر دمشق سے چلے۔ اور شہر عموریہ تک بڑھتے اور برابر قتل و قمع کرتے چلے گئے رومیوں نے مسلمانوں کے خوف سے سارا ملک خالی کر دیا تھا چنانچہ انطاکیہ و طرسوس سے عموریہ تک تمام قلعے رومی فوج سے خالی اور افتادہ ملے۔ یہ دیکھ کر جناب معویہ نے یہ کارروائی کی کہ ان تمام قلعوں پر قبضہ کر کے سرزمین شام اور الجزیرہ کے بہت سے لوگوں کو ان میں بسا دیا اور واپس آئے۔

رومیوں پر دوسرا حملہ

بعد ازاں انھوں نے یزید بن حر عبسی کو ایک لشکر پر سردار مقرر کر کے اس ملک میں بھیجا جو موسم گرما میں جہاد کرنے کے لیے مخصوص کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ حر رومیوں کو بھگاتے ہوئے دور تک چلے گئے۔ حضرت معویہ نے

ان کو بھی یہی حکم دیا کہ راستے میں جو شہر خالی ملیں اُن میں اہل شام اور الجزیرہ کو آباد کرتے جاؤ۔ وہ جب اپنی مہم پوری کر کے پلٹے تو انطاکیہ تک جتنے رومی قلعے ملے سب کو برابر مسمار کرتے آئے۔

افریقہ پر ابن ابی سرح کی فوج کشی

مصر کا لشکر اسلام بھی اس سال یعنی ۲۵ھ میں خاموش نہیں بیٹھا رہا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے حکم کے مطابق والی مصر عمرو بن عاص نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو جہاد کرنے کے لیے افریقہ کی طرف روانہ کیا۔ مصر میں جو لشکر اسلام تھا اس کے ایک سردار عبداللہ بن ابی سرح بھی تھے۔ وہ ایک زبردست لشکر لے کے افریقہ کی طرف بڑھے اور دور تک جا کے اور راستے میں جو شہر ملے ان میں تاخت کر کے مال غنیمت اور لونڈی غلاموں کو لے کر واپس آئے۔ مگر اس مہم نے ان کا حوصلہ اس قدر بڑھا دیا تھا کہ مصر میں واپس آتے ہی براہ راست حضرت عثمانؓ سے خط بھیجکر افریقہ میں دوبارہ جہاد کرنے کی اجازت حاصل کی۔

کابل و سیستان پر حملہ

ان دنوں قلمرو خلافت کے مشرقی حدود پر بھی مجاہدین اسلام گرمجوشی دکھا رہے تھے۔ چنانچہ ادھر عبداللہ بن عامر نے حضرت عثمانؓ سے کابل پر فوج کشی کی اجازت لی۔ یہ شہر ان دنوں سیستان کے علاقے میں تھا اور سیستان کا علاقہ اس زمانے میں خراسان کے علاقے سے بڑا تھا۔ عبداللہ جوش و خروش سے جا پہونچے۔ اور کابل کے گرد لڑائی چھیڑ دی۔

چند متفرق واقعات۔

اسی سال یزید بن معویہ پیدا ہوا۔ اور اسی برس علاقہ نیشاپور پر مسلمانوں نے پہلے پہل جہاد کیا۔ مگر بعض اہل روایت اس جہاد کو سنہ مابعد میں بتاتے ہیں۔ اور آخر سال میں حضرت عثمانؓ نے بنفس نفیس امیر حج کی حیثیت سے لوگوں کو حج کرایا۔

دوسری فصل

عہدِ عثمانی مسجد مکہ کی توسیع سے مسجد نبوی کی توسیع تک

مسجد مکہ کی توسیع، عبداللہ بن سعد والی مصر۔ اُن کا پہلا جہاد افریقہ۔ عمرو بن عاص اور عبداللہ میں نزاع۔ عمرو کی معزولی۔ عبداللہ کا دوسرا جہاد افریقہ۔ جرجیر حاکم افریقہ۔ اُس سے مقابلہ۔ عبداللہ بن زبیر کا افریقہ جانا۔ دشمنوں کی قوت کو انہیں پر اُلٹنا۔ ابن زبیر کی کامیاب تدبیر اور فتح۔ دیگر فتوحات افریقہ، کامل فتح۔ جرجیر کی بیٹی کا انجام۔ خمس کا مروان کو ملنا۔ قیصر اور اہل افریقہ میں اختلاف اور قیصر کا غلبہ۔ اندلس پر پہلا بحری حملہ۔ عبداللہ بن نافع والی افریقہ۔ ایران و روم میں جہاد۔ بحری جہاد۔ حضرت فاروق کو اس سے اختلاف تھا۔ حضرت عثمانؓ سے بحری جنگ کی اجازت۔ سرفروش مجاہدین بحر۔ فتح قبرص۔ شرائط صلح۔ ابو درداء کی چشم عبرت بیں۔ اُم حرام کی شہادت۔ پہلے امیر البحر اسلام عبداللہ بن قیس۔ اُن کی شہادت۔ اُن کے قائم مقام۔ حضرت عثمانؓ کی محترم بیوی نائلہ۔ ابو موسیٰ اشعری سے اہل بصرہ کی ناراضی اور ان کی معزولی۔ عبداللہ بن عامر والی بصرہ۔ اور بہت سے والیوں کا تقرر اور ان کے کارنامے۔ بغاوت فارس۔ مسلمانوں کو شکست۔ دوسرا معرکہ اور فتح۔ فتوحات داراب گرد و گور۔ تائید غیبی۔ اصطخر پھر فتح ہوا۔ خلافت کی جانب سے جدید انتظامات۔ ابن خازم کے عروج کی ابتدا۔ مسجد نبوی کی توسیع۔

مسجد مکہ کی توسیع۔

اب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا تیسرا سال یعنے سنہ ۲۶ھ شروع ہوا اور صحابہ اسی دینی جوش اور تمدنی سرگرمی سے اسلام کی اشاعت اور قلمرو خلافت کی توسیع میں مصروف تھے۔ حجاج کی تعداد اب اس قدر بڑھ گئی تھی کہ حرم مکہ کی مسجد ان کے لیے کافی نہ تھی۔ حج کرنے والے اب اکیلے اہل عرب نہ تھے بلکہ عرب و عجم دوش بدوش طواف کعبہ کرتے۔ اور ایران و ترکستان اور شام و مصر کے لوگ بھی موسم حج میں حاضر ہو کر کعبہ کے آگے سر جھکاتے۔ لہٰذا ضرورت پیش آئی کہ مسجد حرام مکہ کی توسیع کی جائے۔ تمام مسلمانوں کی خواہش کے مطابق حضرت عثمانؓ نے اس کام کو اپنے ذمے لیا اور بوجہ احسن انجام دیا۔ گرد و پیش کے لوگوں کے مکانوں کو خرید کے مسجد میں شامل فرما دیا۔ چند لوگوں نے مکانوں کے دینے سے انکار کیا۔ چونکہ یہ خانۂ خدا کی دینی خدمت تھی ان کے مکانات بھی منہدم کرا کے مسجد حرم میں شامل کر لیے۔ ان لوگوں نے قیمت لینے سے انکار کیا تو قیمت مشخص کرا کے بیت المال میں داخل فرما دی۔ اس پر بھی ان لوگوں نے

حضرت عثمانؓ کے خلاف شور ہنگامہ مچایا تو ان کو گرفتار کرا لیا۔ اور سامنے بلا کے فرمایا "یہی کارروائی تمہارے ساتھ عمر بن الخطاب نے کی تھی اس وقت تم نے شکایت نہ کی! اور اب شورش مچاتے ہو" اور آپ نے توسیع مسجد کے ساتھ انصاب حرم کی بھی تجدید کی تھی جن سے حدود حرم معلوم ہوتے ہیں۔ بعد ازاں عبداللہ بن خالد بن اسید کی سفارش سے وہ سب لوگ چھوڑ دیے گئے۔

عبداللہ بن سعد والی مصر

مصر کے فتح ہونے کے زمانے سے اس وقت تک وہاں کے والی عمرو بن عاص رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ۲۶ھ میں ان کو اس خدمت سے معزول کر کے ان کی جگہ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کر دیا۔ اور انتظام کیا کہ مصر کی فوج کے افسر تو عمرو بن عاص ہی رہیں۔ مگر والی مصر عبداللہ کو بنا کے حکومت ان کے ہاتھ میں دے دی۔ عمرو بن عاص نے ناراض ہو کر حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ "گائے کے سینگ اور پانوں تو میں پکڑوں اور دودھ دوسرا شخص دوہے"۔[ع۵]

اُن کا پہلا جہاد افریقہ

عبداللہ بن ابی سرح اس فوج میں تھے جو خلافت کی جانب سے مصر میں متعین تھی۔ حضرت عثمانؓ نے ۲۵ھ میں ان کو افریقہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا اور وعدہ کیا کہ اگر تم کو اس جہاد میں کامیابی ہوئی تو جو پانچواں حصہ خلافت کا حق ہے تم کو بطریق انعام دیا جائے گا۔ ساتھ ہی فرمایا عبداللہ بن نافع بن عبد القیس اور عبداللہ بن نافع بن حرث افریقہ پر حملہ کرنے والی فوج کے سردار ہوں اور دونوں عبداللہ بن ابی سرح کے ماتحت رہیں۔

یہ لشکر قلزم و مصر سے گزر کے جب افریقہ میں داخل ہوا تو علم اسلام کے نیچے دس ہزار بہادران اسلام تھے۔ افریقہ والوں نے جب اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ پائی تو خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ مگر دشمنوں کی اس قدر کثرت نظر آئی کہ آگے بڑھنا مصلحت نہ معلوم ہوا۔ صلح کر کے واپس چلے آئے۔

عمرو بن عاص و عبداللہ میں نزاع - عمرو کی معزولی

رضاعی بھائی کا یہ کارنامہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے ان سے جو وعدہ کیا تھا پورا کیا۔ اور ان کو والی مصر بھی مقرر کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں اور عمرو بن عاص میں اختلاف پڑا۔ اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ عبداللہ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ "عمرو نے ایسے جھگڑے پیدا کر دیے ہیں کہ خراج وصول ہونا دشوار ہے"۔ ادھر عمرو بن عاص نے بارگاہ خلافت میں لکھا کہ عبداللہ نے فوجی نظام بگاڑ دیا ہے۔ اس کا یہ انجام ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن عاص کو فوج کی سرداری سے بھی معزول کر کے مصر کے تمام فوجی و دیوانی انتظامات عبداللہ کے ہاتھ میں دے دیے۔ اور عمرو بن عاص مدینے میں چلے آئے۔

جب پوری حکومت مصر عبداللہ کے ہاتھ میں آ گئی تو انھوں نے حضرت عثمانؓ سے افریقہ پر دوبارہ

ع۵ عقد الفرید۔

حملہ کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے صحابہؓ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ اور جب اکثرؓ جہاد کی رائے دی تو مدینہ طیبہ سے ایک نیا زبر دست لشکر مرتب کر کے روانہ فرمایا۔ جس میں عبداللہ بن عباس اور بہت سے اکابر صحابہ تھے۔ اس لشکر کو لے کر عبداللہ بن ابی سرح افریقہ کی طرف بڑھے۔ برقہ تک پہونچے تھے کہ عقبہ بن نافع اور ان کے ہمراہی بھی اس لشکر میں آملے۔ جو پہلے سے اس سرزمین میں داخل ہو چکے تھے۔ اب اس لشکر نے طرابلس الغرب میں پہونچ کر رومیوں کو شکست دی اور آگے بڑھ کر افریقہ پر حملہ کیا۔ ان دنوں افریقہ الجزیرہ (الجیریا) وغیرہ کا نام تھا۔ یہاں پہونچ کر مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے لشکر ہر طرف روانہ ہوئے کہ اطراف وجوانب کے شہروں پر قبضہ کریں۔

عبداللہ کا دوسرا جہاد افریقہ۔

اس ملک کا فرماں روا قیصر روم کی طرف سے جرجیر نام ایک شخص تھا جو قیصر کو سالانہ خراج ادا کرتا تھا اس کی قلمرو طرابلس سے طنجہ (ٹنجیر) تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسے مسلمانوں کی آنے کی خبر ہوئی تو مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا۔ نہایت جد وجہد سے ایک لاکھ بیس ہزار فوج جمع کر لی۔ اور مقابلے کے لیے بڑھا۔ اس کے دار السلطنت اور شہر سبیطلہ کے درمیان ایک مقام میں میدان جنگ گرم ہوا۔ جس میں ایک شبانہ روز لڑائی ہوتی رہی۔ آخر جرجیر کو مناسب معلوم ہوا کہ اپنے دار السلطنت کی دیواروں کے نیچے پڑاؤ ڈال کر لڑے مسلمان بھی تعاقب کرتے ہوئے اُس کے شہر پر جا پہونچے۔ اور بلا ناغہ لڑائیاں ہونے لگیں۔ عبداللہ بن ابی سرح نے جرجیر کو مطلع کر دیا کہ یا اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ مگر اس نے دونوں باتوں کے ماننے سے قطعاً انکار کیا۔

جرجیر حاکم افریقہ۔

ان سے مقابلہ۔

حضرت عثمانؓ کا دل اس لڑائی کی طرف لگا ہوا تھا۔ اور حالات بُعدِ مسافت کی وجہ سے دیر دیر میں معلوم ہوتے تھے۔ ایک بار خبروں کے آنے میں اس قدر تاخیر ہوئی کہ آپ سخت پریشان ہوئے۔ اور آخر حضرت عبداللہ بن زبیر کو چند لوگوں کے ساتھ روانہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو جا کے میدان جنگ کی خبر لائیں۔ حسب حکم ہوتے ہی وہ نہایت پھرتی اور عجلت سے روانہ ہوئے۔ اور افریقہ کے میدان گیر و دار میں پہونچ کر دم لیا۔ اُن کے پہونچنے پر مجاہدین نے زور و شور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو جرجیر نے لوگوں سے اس کا سبب پوچھا۔ کسی نے کہا یہ خوشی کے نعرے ہیں۔ اس لیے کہ مسلمانوں کی کمک آگئی۔"

عبداللہ بن زبیر کا افریقہ جانا۔

عبداللہ بن زبیر نے یہاں میدان میں پہونچ کر دیکھا کہ مسلمان روز صبح سے ظہر کے وقت تک لڑتے ہیں۔ اور اس کے بعد گرمی کی شدت سے اپنے خیموں میں واپس چلے آتے ہیں۔ دوسرے دن صبح کو ابن زبیر میدان میں آئے تو سپہ سالار اسلام ابن ابی سرح کی کسی طرف صورت نہ دکھائی دی۔ لوگوں سے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ جواب ملا کہ جرجیر نے عام اعلان کر دیا ہے کہ جو کوئی عبداللہ بن ابی سرح کو

دشمنوں کی قوت [illegible]

قتل کرے گا اُسے میں ایک لاکھ دینار انعام دوں گا! ور اپنی بیٹی کو بھی اسی کے عقد میں دے دوں گا اس اعلان کے خوف سے ہمارے سردار خیمے کے باہر نہیں نکلتے"۔ ابن زبیر فوراً ابی سرح کے خیمے میں گئے اور کہا "آپ ڈرتے کیوں ہیں؟ آپ بھی اشتہار دے دیجیے کہ جو کوئی جرجیر کا سر کاٹ لائے گا اس کو ایک لاکھ دینار ملیں گے! اور اس کی بیٹی بھی اسی کو دی جائے گی! اور اسی کو میں جرجیر کے ملک کا حاکم بھی بنا دوں گا۔ اس مضمون کا اعلان فوراً شایع کر دیا گیا! اور یک بیک یہ حالت ہوگئی کہ جرجیر اپنی جان کے لیے عبداللہ بن ابی سرح سے زیادہ خائف تھا۔

ابن زبیر کی کامیاب تدبیر۔ اس کے بعد بھی لڑائی کو طول ہوا تو ابن زبیر کے مشورے سے ایک دن لشکر اسلام کا ایک حصہ لشکر گاہ میں روک لیا گیا! اور جیسے ہی ظہر کے وقت مسلمان میدان سے جوش شجاعت دکھا کے واپس آئے! اور تھکے ماندے رومی بھی واپس گئے! اور ہتھیار کھول رہے تھے کہ ناگہاں خود عبداللہ بن زبیر اس محفوظ لشکر کے ساتھ ان پر جا پڑے۔ رومیوں کو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ یہ لشکر اسلام اُن کے پڑاؤ میں گھس پڑا۔ رومی ایسے بدحواس ہوئے کہ ہتھیار بھی نہ اُٹھا سکے اور مسلمانوں نے تہ تیغ کرنا شروع کیا آخر جرجیر عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ سے مارا گیا! اور اس کی بیٹی پکڑ لی گئی۔ رومی ہمت ہار کے بھاگے اور ہر طرف قتل ہونے لگے۔ اور فتح۔

اب عبداللہ بن ابی سرح نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور آخر وہ بھی فتح ہوگیا اور اتنا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ ہر سوار کو اپنے حصے میں تین ہزار اور ہر پیدل کو ایک ہزار دینار ملے۔

دیگر فتوح افریقیہ۔ عبداللہ نے شہر سبیطلہ کو بھی فتح کر لیا تو دیگر بلاد افریقیہ کی طرف فوجیں روانہ کیں۔ جن میں سے ایک فوج نے شہر نفقضہ کو اور دوسرے نے حصن اجم کو فتح کیا جہاں تمام اطراف وجوانب کے لوگ جمع تھے۔ چنانچہ وہ قلعہ چند روز محصور رہنے کے بعد فتح ہو سکا۔ آخر افریقیہ والوں نے اپنی تمام کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد پچیس لاکھ دینار سالانہ خراج ادا کرنے کا اقرار کر کے اُمان حاصل کی۔ جرجیر کی بیٹی عبداللہ بن زبیر کو ملی۔ اور انھیں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کے مژدۂ فتح سنایا۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ یہ افریقیہ کی دوشیزہ شاہزادی عبداللہ بن زبیر کو نہیں بلکہ ایک انصاری بزرگ کو ملی تھی۔ کامل فتح۔ جرجیر کی بیٹی کا انجام۔

عہ اس شاہزادی کے حسن وجمال علم وفضل اور شجاعت ومردانگی کی گبن نے بڑی تعریف کی ہے۔ مگر اس نامور انگریز مورخ سے یہ بڑی فاش غلطی ہوگئی ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی جگہ اُن کے والد محترم زبیر بن عوام کو اس لڑائی کا مرد میدان اور اس شاہزادی کا جیتنے والا بتا دیا۔

ایک سال تین مہینے اس عظیم الشان مہم میں صرف کرنے کے بعد عبداللہ بن ابی سرح مصر میں واپس آئے۔ اور حیرت کی یہ بات ہے کہ اتنی بڑی لڑائی میں مسلمانوں کے فقط تین آدمی شہید ہوئے جن میں ایک نامور شاعر عرب ابو ذویب ہذلی تھے جو خاک افریقہ میں آغوش لحد کے سپرد کر دیے گئے۔

خمس کا مروان کو ملنا۔

افریقہ کی اس مہم کی غنیمت کا مال خمس جب مدینے میں پہونچا تو مروان بن حکم نے پانچ لاکھ دینار پر مول لے لیا۔ اور وہ قیمت کی رقم بھی حضرت عثمانؓ نے اس کو معاف کر دی چنانچہ یہ واقعہ بھی منجملہ ان واقعات کے ہے جن کا حضرت عثمانؓ کو الزام دیا جاتا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ افریقہ کا خمس عبداللہ بن ابی سرح کو دیا گیا۔ یا مروان کو۔ مگر غالباً یہی صحیح ہے جو ہم نے بیان کیا کہ پہلی مہم افریقہ کا مال خمس عبداللہ کو عطا ہوا۔ اور دوسری مہم کا جو بہت زیادہ ہوگا مروان کو ملا۔

قیصر اور اہل افریقہ میں اختلافات

تمام ہسپانیہ فرماں روا جو مصر سے افریقہ مراکش اور اندلس تک پھیلے ہوئے تھے۔ قیصر روم یعنی تاجدار قسطنطنیہ کے باجگذار تھے۔ اہل افریقہ نے جب مسلمانوں سے صلح کر لی اور ملک میں امن و امان قائم ہو گیا تو قیصر نے اپنے ایک سردار بطریق کو بھیجا کہ جن لوگوں سے مسلمانوں نے خراج اور محصول وصول کر لیا ہے ان سے بھی اپنا مقررہ خراج وصول کرے۔ یہ بطریق شہر قرطاجنہ میں جہاز سے اترا اور رعایا کو جمع کر کے قیصر کا حکم سنایا۔ سب لوگوں نے کہا "ہم نے خراج ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ مگر قیصر کا فرض تھا کہ جب مسلمانوں نے ہم پر حملہ کیا ہے تو وہ ہمیں ان کی دستبرد سے بچاتا۔ تاکہ جس رقم کا وہ متقاضی ہے اس کو مسلمان ہم سے زبردستی نہ وصول کر سکتے۔"

اور قیصر کا غلبہ۔

جرجیر کے مارے جانے کے بعد مسلمانوں نے افریقہ کا فرماں روا ایک اور رومی شخص کو مقرر کر دیا تھا اس سے اور اس تازہ وارد بطریق سے لڑائی چھڑ گئی۔ اور بہت سے ہنگاموں کے بعد نیا بطریق غالب آیا۔ اور جرجیر کا جانشین افریقہ سے بھاگ کر شام میں آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جناب معویہؓ خلافت کر رہے تھے لہذا اس کی سرگذشت کو ہم اسی موقع پر بیان کریں گے۔

اندلس پر پہلا بحری حملہ۔

افریقہ کے فتح ہو جانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے حکم دیا کہ عبداللہ بن نافع بن حصین اور عبداللہ بن عبدالقیس دریا کے راستے سے جا کر اندلس پر حملہ کریں۔ چنانچہ یہ دونوں نامور سردار ایک زبردست لشکر کے ساتھ جس میں بہت سے اہل بربر تھے جہازوں پر سوار ہوئے۔ جو مسلمان اس بحری مہم پر روانہ ہوئے ان کو حضرت عثمانؓ نے اپنی خاص تحریر کے ذریعے سے آگاہ فرمایا کہ قسطنطنیہ پر حملہ اندلس ہی کی جانب سے ہوگا۔ غرض یہ لشکر جا کے کامیاب ہوا۔ اور افریقہ کے برابر ایک اور ملک علم اسلام کے سایے میں آگیا۔

ع۔ علی العموم مشہور ہے کہ اندلس پر فوج کشی عبدالملک بن مروان کے عہد میں ہوئی۔ مگر ابن اثیر نے حضرت عثمان ہی کے عہد میں بقیہ ...

عبداللہ بن نافع والی افریقہ۔

تھوڑے زمانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے افریقہ کی حکومت عبداللہ بن ابی سرح کے قبضے سے نکال لی اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو حاکم افریقہ مقرر فرمایا۔ عبداللہ بن ابی سرح مصر میں واپس آئے اور بہت کچھ رقم خزانۂ مصر سے بارگاہ خلافت میں بھیجی۔ اتفاقاً اس کے پہونچنے کے زمانے میں عمرو بن عاص حضرت عثمانؓ سے ملنے کو گئے۔ جناب خلافت پناہ نے کہا "عمرو تم نے سُنا کہ تمھارے بعد اس اونٹنی نے زیادہ دودھ دیا"۔ عمرو نے برجستہ کہا "جی ہاں، دودھ تو دیا مگر بچہ ہلاک ہوگیا"۔

ایران و روم میں جہاد۔

مشرق میں ان دنوں ایران کے شہر اصطخر والوں نے بغاوت کر دی تھی۔ لہٰذا عثمان بن ابی العاص نے ۲۷ھ میں اُس کو دوبارہ فتح کیا۔ اور انھیں دنوں حضرت معٰویہؓ نے قنسرین کی طرف قلمرو روم میں جہاد کیا۔

بحری جہاد۔

جناب معٰویہ کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ اور وہ ہمیشہ قلمرو اسلام کے وسیع کرنے کی فکر میں لگے رہتے۔ سب سے زیادہ اُن کو اس بات کی تمنا تھی کہ مسلمان بحری راستے سے جہاد کریں۔ چنانچہ اس سے پیشتر انھوں نے حضرت عمرؓ سے جزیرۂ قبرس (سائپرس) پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ اور چونکہ اس جزیرے کا ساحل شام کے شہر حمص سے بہت قریب ہے اس لیے حضرت فاروقؓ کو یہ الفاظ لکھے تھے کہ "حمص کے ایک ساحلی گانوں سے رومی اس قدر قریب ہیں کہ اس گانوں کے لوگ رومیوں کے کتوں کا بھونکنا اور اُن کے مرغوں کا بانگ دینا سنا کرتے ہیں"۔ معٰویہ کی اس تحریک پر حضرت فاروقؓ نے عمرو بن عاص کو لکھا کہ "مجھے تم سمندر کی اصلی حالت اور سیاحان بحر کی کیفیت لکھ بھیجو"۔ عمرو نے لکھا "ایک بڑی چیز (جہاز) ہے جس پر ایک چھوٹا مخلوق (انسان) بیٹھ کے جاتا ہے۔ گرد وپیش آسمان و پانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہوا رُک گئی تو دل پھٹنے لگتے ہیں اور زور سے چلی تو تلاطم کے باعث ہوش و حواس نہیں بجا رہتے۔ فلاح کا یقین کم اور شک زیادہ ہے۔ ان کی مثال ایک کیڑے کی ہے جس کو ایک تختہ پر بٹھا کے پانی میں چھوڑ دیا جائے۔ تختہ کسی طرف جھکا تو وہ ڈوب گیا۔ اور بچا تو ہر دم پریشان و مضطر رہا"۔

حضرت فاروق کو اس سے اختلاف تھا۔

عمرو بن عاص نے یہ ایسا ہولناک منظر دکھایا تھا کہ حضرت عمرؓ سہم گئے اور جناب معٰویہؓ کو لکھا "قسم ہے اس خدا کی جس نے محمدؐ کو مبعوث بہ رسالت کیا میں کبھی کسی مسلمان کو جہاز پر سوار کرا کے نہ بھیجوں گا۔ مجھے ایک مسلمان کی جان روم کے سارے عالم سے زیادہ عزیز ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں زیادہ اصرار نہ کرنا تم جانتے ہو کہ علاء کے ساتھ کیا معاملہ پیش آچکا ہے۔ لہٰذا اب میں قیصر کے مقابلے سے دست بردار ہوجاتا ہوں"۔

حضرت عثمانؓ سے بحری جنگ کی اجازت لے لی۔

جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو جناب معٰویہ نے ان کی خدمت میں اصرار شروع کیا اور آخر اجازت حاصل کر ہی کے چین لیا۔

عہد میں فتح اندلس کو لکھ دیا ہے۔ جس روایت کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ ملک اندلس بھی فتوحات عثمانی میں ہے اور ممکن ہے کہ عبدالملک نے اس کو دوبارہ فتح کیا ہو۔

اگر حضرت عثمانؓ نے جو اجازت کی تحریر بھیجی اُس میں لکھا تھا "اس مہم کے لیے تم خود لوگوں کو منتخب نہ کرنا اور نہ انتخاب کے لیے قرعہ اندازی کرنا۔ بلکہ لوگوں کو اختیار دے دو۔ جو شخص بہ رضا و رغبت جانا چاہے اُس کو لے جاؤ۔ اور اس کی مدد کرو۔ مگر جو لوگ خاموش رہیں اُن سے ہرگز تعرض نہ کرنا"۔ چنانچہ معٰویہؓ نے یہی کیا۔ عبداللہ بن قیس حابسی کو جو بنی فزارہ کے حلیف تھے امیر البحر مقرر کیا۔ اور خود اس مہم میں مجاہدین بحر کے ساتھ ہوئے۔ ان کے ہمراہ اکابر صحابہ کا ایک گروہ بھی تھا جن میں سے ابوذر غفاری۔ عبادہ بن صامت۔ عبادہ کی محترم بیوی اُم حرام اور ابو درداءؓ اور شداد بن اوس کے ایسے صحبت یافتگان رسول اکرمؐ تھے۔

سفر مجاہدین بحر۔

فتح قبرص۔

یہ مسلمانوں کا پہلا جنگی بیڑہ ۲۹ھ میں ساحل شام سے روانہ ہو کر جزیرہ قبرص کی طرف چلا۔ دوسری طرف سے عبداللہ بن ابی سرح بھی مصری بیڑے کے ساتھ آ گئے۔ دونوں بیڑوں نے قبرص کے ساحل پر لنگر ڈالا۔ کچھ لڑائی ضرور ہوئی۔ مگر جزیرے والوں کو زیادہ مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اس اقرار پر صلح کر لی کہ جتنا خراج رومیوں کو دیتے ہیں یعنی سات ہزار دینار مسلمانوں کو بھی دیا کریں گے۔ مگر مسلمان اس سے مانع نہ ہوں کہ وہ لوگ رومیوں کو بھی حسب معمول خراج دیتے رہیں۔ مسلمانوں نے اس خراج کے معاوضے میں یہ ذمہ داری اپنے سر لی کہ قبرص کو دشمن کے حملے سے بچائیں گے۔ اور قبرص والوں کو اس کا پابند کیا کہ رومی دشمنوں کی نقل و حرکت سے مسلمانوں کو برابر مطلع کرتے رہیں۔ اور مسلمان جب رومیوں پر حملہ کریں گے تو ان کا راستہ اسی جزیرے کی طرف سے رہے گا۔

شرائط صلح۔

ابو درداءؓ کی چشم عبرت بیں۔

جبیر بن نفیر کا بیان ہے کہ جزیرہ قبرص کے فتح ہونے کے وقت مسلمانوں نے چند لونڈی غلام پکڑے تو ابو درداءؓ یہ منظر دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ میں نے کہا "خدا نے مسلمانوں کو غلبہ دیا ہے اس پر خوش ہونا چاہیے رونا کیسا؟" میرے شانے پر ہاتھ مار کے فرمایا "جو لوگ خدا کی نافرمانی کرتے ہیں اُس کی نظر میں کیسے ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں؟ کوئی قوم چاہے کیسی ہی زبردست و باجرأت ہو۔ جہاں اُس نے خدا کے حکموں کو چھوڑا اُن کو خدا ایسا ہی ذلیل کر دیتا ہے جیسا کہ تم ان لوگوں کو دیکھ رہے ہو۔ خدا اُن پر کسی اور قوم کو غالب کر دیتا ہے۔ جو لوگ انھیں پکڑ پکڑ کے لونڈی غلام بناتے ہیں اور خدا کو اس کی مطلق پروا نہیں ہوتی"۔

اُم حرام کی شہادت۔

اُم حرام قبرص میں ایک خچر پر سوار جا رہی تھیں کہ جانور بھڑکا اس کی پیٹھ سے گر پڑیں۔ گردن ٹوٹ گئی اور ساتھ ہی روح پرواز کر گئی۔ حضور رسول خدا صلعم نے ان محترم بیوی کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ "اسلام کا جو پہلا بحری لشکر جہاد کرے گا اس میں تم بھی ہو گی"۔

پہلے امیر البحر عبداللہ بن قیس

عبداللہ بن قیس حابسی اس کے بعد برابر امیر البحر رہے۔ اور ہمیشہ بحری جہاد میں مصروف رہتے۔ چنانچہ

انہوں نے خشکی میں اُتر کر یا خاص سمندر کے اندر پچاسوں لڑائیوں اور گرمیوں میں سب ملا کے پچاس جہاد کیے۔ اور اِس جوش و خروش ہمنوائی اور احتیاط سے کہ اُن کے ہمراہیوں میں سے نہ کبھی کوئی ڈوبا اور نہ کبھی انھیں شکست ہوئی وہ درگاہ رب العزت میں ہمیشہ دعا مانگا کرتے کہ میرا لشکر خیریت سے رہے۔ اُن کی دعا قبول ہوئی۔ چنانچہ جب خدا کو منظور ہوا کہ انھیں شہادت کا مرتبہ نصیب ہو تو بحری طلیعہ کی حیثیت سے ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر مملکت روم کے شہر عرقاء کے ساحل پر جا کے تن تنہا اُتر پڑے۔ قصد یہ تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو اور وہاں کے حالات دریافت کر لائیں۔ وہاں چند محتاجوں نے تاجر سمجھ کر اُن کے آگے دست سوال پھیلایا۔ اور انھوں نے فیاضی سے خیرات دی۔ محتاجوں میں ایک عورت تھی جس نے دوڑ کے شہر والوں کو خبر کی کہ عبداللہ بن قیس یہاں موجود ہیں۔ ان کا پرہیبت نام سنتے ہی رومی چڑھ آئے۔ مجبوراً انھوں نے مقابلہ شروع کیا۔ بہت دیر تک داد شجاعت دیتے رہے اور آخر ایک خلقت عظیم کے مقابلے میں تنہا لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کے ملاح کشتی کو واپس لے گئے اور مسلمانوں کو خبر کی۔ سنتے ہی سب لوگ اپنے جہازوں کو لے کر بڑھے۔ جوش و خروش سے عرقا کے بندر میں لنگر ڈال دیا۔ اور اُتر کے مصروف کارزار ہو گئے۔ اسوقت لشکر اسلام کے سردار عبداللہ کی جگہ سفیان بن عوف ازدی تھے۔ فوج کو للکارتے وقت کبھی کبھی اُن کی زبان سے سخت و سست الفاظ نکل جاتے تھے۔ عبداللہ مرحوم کی ایک لونڈی کھڑی دیکھ رہی تھی بولی "مگر عبداللہ مرحوم کی زبان سے لڑائی میں یہ الفاظ نہ نکلتے تھے"۔ سفیان نے پوچھا "وہ کیا کہا کرتے تھے؟" کہا "کہتے تھے ثابت قدم رہو مصیبت دور ہو جائے گی"۔ سفیان نے اس کے بعد سے یہی کلمہ اختیار کر لیا۔ یہ بڑی سخت لڑائی تھی۔ جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ اور آخر دشمنوں کو مغلوب کر کے لشکر اسلام واپس آیا۔

لوگوں کو اس پر بڑی حیرت تھی کہ عرقا کی وہ دریوزہ گر عورت عبداللہ کو کیسے پہچان گئی۔ چنانچہ فتحیاب ہونے کے بعد اُس کو ڈھونڈھ کے پوچھا تو اُس نے کہا "اس شخص کی صورت تو تاجروں کی سی تھی مگر جب میں نے سوال کیا تو اُس نے بادشاہوں کی سی فیاضی کی۔ اس سے میں سمجھ گئی کہ یہ عبداللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا"۔

اسی سال یعنی ۲۸ھ میں حبیب بن مسلمہ نے بڑھ کے روم کے شہر سوریہ پر حملہ کیا۔ اور انھیں ایام میں حضرت عثمانؓ نے نائلہ بنت فرافصہ کے ساتھ عقد نکاح کیا جو عرب کی بڑی شریف اور معزز بیوی تھیں پہلے مسیحیہ تھیں مگر حضرت ذی النورین کے عقد میں آنے سے پیشتر مسلمان ہو چکی تھیں۔ امیر حج اس سال بھی خود حضرت خلافت مآب تھے۔

ان کی شہادت

ان کے انتقام

حضرت عثمانؓ کی [illegible] بیوی

ابو موسیٰ اشعری سے اہل بصرہ کی ناراضی۔

اسی سنہ ۲۹ھ میں بصرے میں خبر آئی کہ اہل ایذج اور کرد باغی اور مرتد ہو گئے ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری نے جو والی بصرہ تھے فوراً لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا۔ اور اثنائے تقریر میں پیدل جہاد کرنے کے فضائل بیان کیے جن کا اثر یہ ہوا کہ چند لوگ تو گھوڑوں پر سوار ہو کر کردوں کی طرف چلے باقی سب نے اتفاق کیا کہ پیدل ہی کوچ کرے تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو۔ ان میں سے ایک گروہ نے کہا لیکن ہمیں عجلت نہ کرنی چاہیے۔ منتظر رہیں اور دیکھیں کہ خود ابو موسیٰ کیا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ قول سے زیادہ ان کا فعل قابل اتباع ہوگا۔ ابو موسیٰ نے کوچ کا ارادہ کیا تو ان کا مال و اسباب اور ساز و سامان قصر امارت سے چالیس خچروں پر لاد کے نکالا گیا۔ اور خود گھوڑے پر سوار تھے۔ یہ دیکھتے ہی بہت سے لوگوں نے آکر ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا یہ "زائد خچر جن پر آپ کا ساز و سامان لدا ہوا ہے ان میں سے بعض پر ہمیں سوار کرائیے۔ یا جس طرح آپ نے پیدل چلنے کا ہمیں شوق دلایا ہے خود بھی پیدل چلیے"۔ لوگوں کا نرغہ دیکھ کر ابو موسیٰ نے ان پر کوڑے پھٹکارنا شروع کیے۔ جب یہاں تک نوبت پہونچی تو لوگ لگام چھوڑ کے ہٹ گئے۔ مگر بجائے جہاد پر جانے کے سیدھے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ابو موسیٰ کی معزولی کی درخواست پیش کی۔

اور ان کی معزولی۔

آپ نے اس کا باعث پوچھا تو کہا "پوچھ گچھ کرنے کی نسبت یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ ان کو بدل دیں"۔ اور اسی سلسلہ میں ابو موسیٰ اشعری کی ایسی شکایتیں کیں کہ حضرت ذی النورین نے ان کو معزول کر کے عبداللہ بن عامر کو والی بصرہ مقرر کر دیا جن کی عمر اس زمانے میں پچیس سال سے زیادہ نہ تھی۔

عبداللہ بن عامر کا تقرر۔

اور بہت سے والیوں کا تقرر اور ان کے کارنامے۔

اسی زمانے میں حضرت عثمانؓ نے بہت سے والی مقرر فرمائے۔ چنانچہ عمرو بن عثمان بن سعد کو خراسان پر بھیجا۔ جنھوں نے خراسان کے مشرق و شمال میں پیش قدمی کی تو فرغانہ تک بڑھتے چلے گئے۔ اور اس علاقے کا کوئی مقام نہیں باقی رہا جس نے صلح کر کے اطاعت نہ قبول کر لی ہو۔ عبداللہ بن عمر لیثی کو آپ نے سیستان پر مامور فرمایا۔ انھوں نے اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی سرکش رعایا کی سرکوبی شروع کر دی۔ اور فاتحانہ انداز سے قدم بڑھایا تو کابل تک بڑھتے چلے آئے۔ عبداللہ بن معمر کو آپ نے مکران پر بھیجا وہ بڑھے تو نہر تک جا پہونچے۔ غالباً نہر سے مراد دریائے سندھ ہو۔ ادھر کرمان میں حسب فرمان خلافت عبدالرحمٰن بن عبس روانہ ہوئے۔ اور اسی طرح اہواز و فارس میں بھی آپ نے حکام بھیجے۔ عبداللہ بن عمیر جو سیستان کے حاکم مقرر ہو کے آئے تھے چند روز بعد معزول ہوئے۔ اور ان کی جگہ عبداللہ بن عامر بھیجے گئے۔ ایک سال حکومت کر کے وہ بھی اس خدمت سے علیحدہ کر دیے گئے۔ اور ان کی خدمت عاصم بن عمرو کو دی گئی۔ پھر عبدالرحمٰن بن عبس حکومت کرمان سے ہٹائے گئے اور ان کی جگہ عدی بن سہیل کو ملی جو اس سے پیشتر بھی یہاں کے حکمران رہ چکے تھے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے عبید اللہ بن معمر کو مکران سے واپس بلا کر حکومت

فارس پر مقرر فرمایا، اور مکران میں اُن کی خدمت عمیر بن عثمان کو عطا فرمائی۔ بعد ازاں حاکم خراسان آپ نے اُمیر بن احمر یشکری کو مقرر فرمایا، اور حکومت سیستان ۲۹ھ میں عمران بن فضیل برجمی کو دی۔ اور عاصم بن عمرو نے اسی اثنا میں کرمان میں انتقال فرمایا۔

بغاوت فارس میں مسلمانوں کو شکست۔

یہی ردّ و بدل ہو رہے تھے کہ اہل فارس نے بغاوت کر دی اور عبیداللہ بن معمر ان لوگوں کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ نواح اصطخر کے پھاٹک پر مقابلہ ہوا، جس میں ایرانیوں نے اس طرح جان پر کھیل کے مقابلہ کیا کہ عساکر خلافت کو شکست ہو گئی اور سپہ سالار اسلام عبیداللہ نے شربت شہادت پیا۔

اس شکست کا حال بصرے میں عبداللہ بن عامر نے سُنا تو فوراً لشکر مرتب کیا اور متواتر کوچ کر کے دشمنوں کے سر پر جا پہونچے۔ اور اسی میدان اصطخر میں پھر خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ لشکر اسلام میں میمنہ کے سردار ابو برزہ اسلمی اور میسرہ کے افسر عمران بن حصین تھے۔ اور ان دونوں بزرگوں کا شمار صحبت یافتگان ساحت میں تھا۔ آخر سخت معرکہ آرائی کے بعد ایرانیوں نے شکست کھائی۔ اُن کا ایک گروہ عظیم قتل ہو گیا۔ اور شہر اصطخر بزور شمشیر فتح کر لیا گیا۔

دوبارہ معرکہ اور فتح۔

فتوح دارابگرد و گور۔

اب عبداللہ بن عامر فتح کا جھنڈا اڑاتے ہوئے بڑھے تو دارابگرد میں پہونچے۔ اس کو بھی فتح کیا، اور شہر گور کی طرف چلے جو شہر اردشیر خرہ کے نام سے مشہور تھا۔ راستہ میں سُنا کہ اصطخر والوں نے پھر بغاوت کر دی۔ مگر اولو العزم ابن عامر نے پروا نہ کی اور بڑھتے ہوئے شہر گور تک چلے گئے۔ یہ زبردست شہر تھا۔ ہرم بن حیان پہلے سے اس کا محاصرہ کیے ہوئے پڑے تھے۔ مگر فتح نہ ہوتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ محاصرہ کرنے والوں کو بار بار تھوڑے سے آدمی شہر کے گرد چھوڑ کر اصطخر تک آ کے لڑنا اور مقابلہ کرنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے کبھی پوری قوت سے گور پر دھاوا نہ کیا جا سکا۔ ابن عامر کے پہونچنے میں ایک ایسی قدرتی صورت پیش آئی کہ بغیر کسی دشواری کے شہر فتح ہو گیا۔ اور ہوا یہ کہ ایک رات کو کوئی مسلمان مجاہد نماز تہجد کے لیے اٹھا۔ اس کے برابر خرجین رکھی تھی جس میں گوشت اور روٹی تھی۔ ایک کتا آیا اور خرجین کو کھینچتا ہوا لے چلا۔ ان بزرگ نے اس کا تعاقب کیا تو وہ ایک مخفی راستے سے جا کے شہر کے اندر ہو رہا۔ ان بزرگ نے وہ راستہ مسلمانوں کو بتا دیا چنانچہ مسلمان اس راہ سے شہر میں داخل ہوئے اور دم بھر میں فتح کر لیا۔

تائید غیبی۔

اصطخر پھر فتح ہوا۔

شہر گور فتح ہو چکا تو ابن عامر اصطخر میں واپس آئے۔ ایرانی قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے شہر کے چاروں طرف پڑاؤ ڈال دیا۔ جابجا منجنیقیں لگا دیں۔ اور ایسی سخت سنگباری کی کہ عجمیوں کی ایک خلقت کثیر پتھروں کی نذر ہوئی۔ جن میں اکثر معزز خاندانوں والے اور ذی اثر لوگ تھے جنھوں نے اطراف و جوانب سے بھاگ کے شہر اصطخر کی شہر پناہ میں پناہ لی تھی۔ آخر مسلمانوں نے شہر کو فتح ہی کر کے چھوڑا۔

خلافت کی جانب سے جدید انتظامات

بعض راویوں کا بیان ہے کہ ابن عامر نے گور کے فتح کرنے سے پیشتر ہی واپس آکر اصطخر کو فتح کیا پھر شہر گور پر گئے۔ اور اس پر قابض ہونے کے بعد دارآب گرد پر قبضہ کیا۔

اب ابن عامر نے بارگاہ خلافت میں ان فتوحوں کی اطلاع کی اور جواب میں حضرت عثمانؓ نے تحریر فرمایا کہ ہرم بن حیان یشکری، خریت بن راشد اور منجاب بن راشد۔ ترجمان ہجیمی کو فارس کے شہروں میں والی و حاکم مقرر کر دو۔ اور ملک خراسان کو بھی چند لوگوں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ آپ ہی نے احنف کو مرو کا حبیب بن قرہ یربوعی کو بلخ کا۔ خالد بن عبد اللہ بن زہیر کو ہرات کا امیر بن احمر کو طوس کا اور قیس بن ہبیرہ سلمی کو نیشاپور کا حاکم مقرر فرما دیا۔ انھیں آخرالذکر بزرگ قیس کے ذریعے سے عبد اللہ بن خازم کا نشو و نما ہوا جو اُن کے چچازاد بھائی تھے۔ چند روز بعد حضرت عثمانؓ نے خراسان کے تمام عاملوں اور والیوں کو قیس کے ماتحت کر دیا۔ چنانچہ قیس پورے خراسان کے حاکم ہو گئے۔ اور جب قیس خراسان کے حاکم ہوئے تو امیر بن احمر کو حضرت ذی النورینؓ نے سیستان کی حکومت دی۔ پھر اُن کو ہٹا کے عبد الرحمن بن سمرہ کو حاکم سیستان مقرر فرمایا۔ اور یہی آخر عہد عثمانی تک یہاں کے حاکم رہے اسی طرح آپ کے آخر عہد تک عمان کے حاکم عمران فارس کے عمیر بن عثمان۔ اور کرمان کے ابن کندیر قشیری رہے۔

ابن خازم کے عروج کی ابتدا۔

حاکم خراسان قیس بن ہبیرہ نے اپنے ابن عم عبد اللہ بن خازم کو کسی ضرورت سے اپنا وکیل بنا کے ابن عامر کے پاس بھیجا تھا۔ ابن عامر کی نظر میں ابن خازم کی بڑی عزت تھی۔ جس کی بنا پر ابن خازم کو اُن سے یہ کہنے کی جرأت ہوئی کہ مجھے آپ اس مضمون کی ایک تحریر لکھ دیجیے کہ اگر قیس خراسان سے چلے جائیں تو وہاں کی حکومت میرے ہاتھ میں رہے گی۔ ابن عامر نے بلا تامل یہ سند لکھ دی۔ جس کو ابن خازم نے چھپا رکھا اور خراسان میں واپس آئے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب دشمنوں کا زغنہ ہوا تو ابن خازم نے قیس کو مشورہ دیا کہ آپ مجھ کو اپنی جگہ چھوڑ کے چلے جائیں۔ اور دیکھیں کہ لوگ کس خیال میں ہیں۔ قیس اُن کے فقرے میں آ گئے تو ابن خازم نے وہ سند جانشینی نکال کے لوگوں کے سامنے پیش کی اور مستقل حاکم خراسان بن گئے۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے مستقل طور پر بعد عثمان خلافت ہاتھ میں لی۔ اور ابن خازم کی اس حرکت سے قیس نہایت ہی برہم ہوئے۔

مسجد نبوی کی توسیع۔

اب اسی ۲۹ھ کے ماہ ربیع الاول میں حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کو وسیع کیا جس کی بیحد ضرورت تھی۔ گچ وادی نخل سے لائی جاتی تھی۔ اور جناب ذی النورین کی ایسی اولوالعزمی نے اس محترم عمارت میں ایسے پتھر لگائے جن پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے سنگی ستون قائم کیے جن میں پتھروں کی جڑائی سے پکا کر دی گئی۔ اب اس اضافہ کے بعد مبارک مسجد کا طول ایک سو ساٹھ گز اور عرض ایک سو پچاس گز کا ہو گیا مگر دروازے چھ ہی رہے جتنے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں تھے۔

تیسری فصل

مختلف واقعات عہد عثمانی آغاز مخالفت تک

حضرت عثمانؓ سے پہلا اختلاف۔ صحابہ کو اختلاف پسند نہ تھا۔ والی کوفہ۔ ولید کا ابتدائی طرز عمل۔ ان سے مخالفت۔ ان پر میکشی کا الزام۔ حد جاری ہونا اور معزولی۔ سعید بن عاص حاکم کوفہ۔ اُن کا پہلا خطبہ۔ کوفے کی بدنظمی۔ ہدایات خلافت۔ ان کے مطابق عمل۔ حضرت عثمانؓ کا خطبہ۔ سعید کا جہاد طبرستان میں۔ حاکم بصرہ ابن عامر کی مہم خراسان۔ سعید توس میں۔ فتح جرجان طمیسہ کا سخت معرکہ۔ اہل جرجان کی سرکشی زمانۂ مابعد میں قتیبہ کے ہاتھ سے اُن کی اصلاح۔ علاقہ قفقاز پر حملہ۔ قرأت قرآن میں اختلاف۔ جمع قرآن کی جانب حضرت عثمان کی توجہ۔ آپ کے مرتب کیے ہوئے نسخہ ہائے قرآن۔ آنحضرتؐ کی انگشتری مبارک کا کنوئیں میں گر کے غائب ہو جانا۔ ابوذر غفاری کا واقعہ۔ جناب معاویہ میں اور اُن میں اختلاف اُن کی وجہ سے فقرا میں شورش۔ معاویہ نے آزمایا اور سچا پایا۔ بارگاہ خلافت میں اُن کی شکایت۔ حضرت ابوذر مدینے میں۔ ابوذر ربذہ میں۔ اُن کی وفات۔ جمعہ میں تیسری اذان۔ معاویہ کیونکر سارے شام کے حاکم ہو گئے۔ شام پر رومیوں کا بحری حملہ۔ بحری جنگ ذات الصواری۔ فتح اسلام شکست نصیب قسطنطین کا انجام۔ حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا آغاز۔

اب سنہ ۲۹ھ کا آخری مہینہ تھا حضرت عثمانؓ حسب معمول حج کے لیے مکہ معظمہ میں تشریف لے گئے منیٰ کے میدان میں آپ کا خیمہ نصب ہوا۔ اور وہاں اور عرفات میں دونوں جگہ آپ نے سابق کے رواج کے خلاف نماز بجائے قصر کرنے کے پوری پڑھی۔ چونکہ یہ امر حضرت رسالتؐ کے عمل کے خلاف تھا اس لیے اکثر صحابہ اس پر معترض ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے جناب ذی النورین سے مل کے کہا "میں نے حضرت رسول خدا صلعم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ برابر یہاں نماز پڑھی سب نے دو ہی دو رکعتیں پڑھیں۔ اور آپ بھی اس سے پیشتر اپنے عہد خلافت میں دو ہی رکعتیں پڑھتے رہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مسنون طریقے کو آپ نے کیوں بدل دیا" حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ "یہ فقط میری رائے تھی۔ اور اب مجھے ایسا ہی مناسب معلوم ہوا۔"

حضرت عثمانؓ سے پہلا اختلاف

سب حضرات کی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف نے بھی اس کارروائی پر اعتراض کیا تو حضرت خلافت مآب نے

صحابہ کو اختلاف پسند نہ تھا

فرمایا "مکہ میں میرے اعزہ واقارب ہیں۔ میرا مکان بھی یہاں موجود ہے اور طائف میں میرا مال و اسباب ہے لہذا میں نے اس سے پیشتر یہاں نماز میں قصر کیا تو بعض جہلا خصوصاً یمن کے حاجیوں نے میرے اس فعل سے حجت پکڑ کے خیال کیا کہ مقیم کو بھی نماز میں قصر کرنا جائز ہے۔ اسی غلطی کے دور کرنے کے لیے اب کے میں نے پوری نماز پڑھی"۔ عبدالرحمن نے کہا یہ عذر کافی نہیں ہے۔ آپ کے عزیز مکہ میں ہوا کریں بیوی بچے تو مدینے میں ہیں۔ آپ کا مکان مسکونہ بھی وہیں ہے اور مال اگر طائف میں ہے تو طائف بھی یہاں سے تین منزل ہے۔ باحجاج یمن کا کہنا تو اُن کے کہنے کی بنا پر حضرت رسولؐ اور حضرات شیخینؓ کی پیروی نہیں چھوڑی جا سکتی"۔ حضرت عثمانؓ بولے "خیر یہ میری ایک رائے تھی جس پر اب تو میں عمل کر چکا"۔

جب عبدالرحمنؓ جناب عثمانؓ کے پاس سے نکلے تو عبداللہ بن مسعود سے ملے اور کہا کہ یہ عمل اس معمول کے خلاف ہے جو ہم کو معلوم ہے۔ اس پر ابن مسعود نے کہا کہ مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا کہ جو تمھاری رائے اور تمھارا علم ہے اس پر عمل کرو۔ وہ بولے "مخالفت باعث شر ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چار رکعتیں پڑھی ہیں"۔ یہ جواب سُن کر حضرت عبدالرحمن بولے کہ "میں نے تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دو پڑھیں مگر اب آیندہ چار پڑھا کروں گا"۔

بعض اہل روایت کے نزدیک یہ واقعہ ۳۰ھ میں پیش آیا اور یہی پہلا اعتراض ہے جو حضرت عثمانؓ کے طرز عمل پر کیا گیا۔

والی کوفہ ولید کا ابتدائی طرز عمل

خلافت عثمانی کے دوسرے سال ہم کوفہ کی حکومت پر ولید کے تقرر کا حال بیان کر آئے ہیں۔ انھوں نے پانچ سال تک بہت اچھی حکومت کی اور رعایا میں ہر دلعزیز تھے۔ ہر شخص خوش تھا اور جو چاہتا بے تکلف اُن تک پہونچ جاتا۔ حاجب و دربان نہ ہونا کیا معنی معلوم ہوتا کہ اُن کے مکان کے دروازے ہی نہیں ہیں۔ لیکن اب کوفے میں چند ایسے جھگڑے پیدا ہوئے کہ شرفائے عرب کا ایک گروہ اُن کے خلاف ہو گیا۔ جنھوں نے پہلے تو حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے تبادلے کی خواہش کی۔ اور جب حضرت عثمانؓ نے سماعت نہ کی تو انھوں نے ولید کا یہ پوشیدہ عیب آشکارا کرنا شروع کیا۔ کہ وہ اور نومسلم شاعر ابوزبید ساتھ بیٹھ کر شراب پیا کرتے ہیں انھیں مخالفوں نے دوست بن کر سوتے میں ولید کی انگلی سے مہر کی انگوٹھی اتار لی۔ اور حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پیش کر کے کہا "ہم نے ان کی مستی کے عالم میں یہ انگوٹھی اتار لی۔ انھیں شراب پی کر قے کرتے اور اُن کی داڑھی کو شراب میں بھرا ہوا دیکھا"۔

اُن سے مخالفت

ان پر میکشی کا الزام۔

بعض راویان اخبار کہتے ہیں کہ حضرت ذی النورینؓ کے سامنے اس بات کی شہادت بھی پیش ہوئی کہ ولید نے جامع کوفہ میں صبح کی نماز ایسی سیہ مستی کی حالت میں پڑھائی کہ بجائے دو کے چار رکعتیں پڑھا گئے۔

اور سلام پھیرتے ہی مقتدیوں کی طرف مُڑ کے کہا "کہو تو دو ایک اور پڑھا دوں"۔

حد جاری ہونا اور معزولی۔ سعید بن عاص حاکم کوفہ

بہر حال شراب خواری کا جُرم اُن پر عائد ہوا حضرت علیؓ نے حد جاری کی۔ اور عبداللہ بن جعفر طیار نے آپ کے حکم سے چالیس درے لگائے۔ اور انھیں واقعات کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ نے اُن کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے ان کی جگہ سعید بن عاص کو مقرر کر دیا جن کا ابھی عنفوان شباب تھا۔ عمر پچیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ مگر حضرت فاروق اعظم کے آغوش میں پرورش پائی تھی۔ ملک شام کے فتح ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو جناب معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ چند روز بعد وہاں سے بلوا کے فرمایا "میں نے سنا تم آزمائش میں پڑے اور نیکوکار رہے۔ استقلال دکھاؤ خدا برکت دے گا"۔ پھر دو شریف لڑکیاں اُن کے عقد نکاح میں دے دیں جن میں سے ایک کے لحاظ سے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور دوسری کے لحاظ سے جناب جبیر بن مطعم ان کے ہم زلف تھے۔ اور حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت ان کا شمار معززین قریش میں تھا۔ اس تربیت و صحبت نے ان کے مزاج میں حضرت عمرؓ کی الوالعزمی اور خوش تدبیری اور حضرت معاویہ کی بردباری و بلند حوصلگی جمع کر دی تھی۔

اُن کا پہلا خطبہ۔

حضرت عثمانؓ نے جب انھیں والی کوفہ مقرر فرمایا تو کوفے میں آئے۔ اور مالک اشتر وغیرہ جو ولید کے ہمراہ بطور رفیقوں کے آئے تھے ان کے مدد و معاون بن گئے۔ کوفہ میں پہنچ کر انھوں نے منبر پر کھڑے ہو کے جو پہلی تقریر کی اس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ "میں تمھارا حاکم مقرر کیا گیا ہوں۔ اور مجھے بخدا اس خدمت سے نفرت تھی۔ مگر امیر المومنین کے حکم سے مجبور ہو گیا۔ لو گو فتنہ نمودار ہو گیا۔ اور سامنے نظر آ رہا ہے میں اس سے لڑوں گا یا تو اُسے مٹا ہی دوں گا۔ اور یا اسی کوشش میں خود مٹ جاؤں گا"۔

جستجو اور تحقیق کے بعد انھوں نے حضرت عثمانؓ کو اطلاع دی کہ "کوفے میں بدنظمی پیدا ہو گئی ہے۔ شرفا اور معزز خاندانوں کے عرب جو یہاں آ کر آباد ہوئے ہیں اُن کا غلبہ ہے اور وہ کسی کے بس کے نہیں ہیں"۔ جناب ذی النورین نے لکھا کہ "جن لوگوں نے اس سر زمین کو فتح کیا تھا اُن کو بے شک شرافت اور فضیلت حاصل ہے۔ اور جو لوگ بعد کے زمانے میں وہاں جا کر سکونت پذیر ہوئے ہیں انھیں ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے لیکن پُرانوں میں اگر غفلت و کاہلی پیدا ہو گئی ہو۔ اور پیروی حق سے علحدہ ہو گئے ہوں اور بعد والوں میں وہ صفات موجود ہوں تو اس صورت میں البتہ پچھلوں کو پہلوں کی پیروی کرنی چاہیے۔ تم ہر شخص کا حفظ مراتب کرو۔ اور کسی کو اس کے حقوق سے محروم نہ ہونے دو۔ یہی چیز عدل کو قائم رکھے گی"۔

ان کے مطابق عمل

یہ ہدایات خلافت ملنے کے بعد سعید نے ناموران قادسیہ کو بلوایا۔ اور کہا کہ "آپ لوگ یہاں کے سردار اور سب لوگوں کے حالات کے واقف کار ہیں۔ لہٰذا حاجتمندوں کی حاجتیں ہم پر ظاہر کر دیا کیجیے۔ سکے بعد

سعید نے بعد کو آنے والے خاندانوں میں سے جو سپہ گر اور بہادر تھے ان کو بھی اعلیٰ طبقہ رعایا میں شامل کر دیا۔ اور صاحب علم قاریان قرآن کو بھی اسی اعلیٰ طبقہ میں رکھا اس پر اہل کوفہ میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ لوگوں سے اختلاف ظاہر ہوا۔ اور سعید نے جو کچھ حالت تھی حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجی۔ آپ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے سعید کا خط سنایا اور سب نے کہا کہ "آپ نے جو کچھ کیا مناسب کیا"۔ اب حضرت عثمانؓ نے مجمع عام میں تقریر کی کہ "اے اہل مدینہ تیار ہو جاؤ۔ اور حق پر ثابت قدم رہو۔ فتنے اٹھے اور تمہاری طرف چل کھڑے ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم جہاں تک بنے گا میں تمہارے حقوق کو تمہارے لیے محفوظ رکھوں گا۔ اور جو لوگ عراق میں جہاد کر کے حق حاصل کریں وہ یہاں مدینے میں اگر رہیں تو بھی اپنے حقوق پائیں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا دوسرے ملکوں سے ہمارے حصّوں کو آپ یہاں ہم تک کیونکر پہونچائیں گے"۔ فرمایا "اہل حجاز و یمن میں سے جس کا جی چاہے اپنے حق کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر ڈالے"۔ اس پر سب لوگ خوش ہوئے اور اس کا انجام یہ ہوا کہ مختلف قبائل کے لوگوں نے بہ رضامندی طرفین بہت سے حقوق مول لے لیے۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ۔

ان اندرونی معاملات کا تصفیہ ہوتے ہی سعید نے جہاد کی طرف توجہ کی۔ طبرستان کے سپہ بد (سپہ سالار) نے حضرت فاروق کے عہد میں سوید بن مقرن کو کچھ رقم دے کر صلح کر لی تھی۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے سرکشی و بد عہدی ظاہر ہوئی۔ اور سعید نے ۳۰ھ میں فوراً ادھر کا رخ کر دیا۔ علم اسلام کے نیچے اکابر صحابہ میں سے حضرت حسن بن علیؓ، حضرت حسین بن علیؓ۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص۔ حضرت حذیفہ بن یمان۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور بہت سے جلیل القدر صحبت یافتگان رسول اکرمؐ تھے۔

سعید کا جہاد طبرستان میں۔

جس وقت یہ لشکر مجاہدین روانہ ہوا ہے اسی وقت ابن عامر زبردست لشکر کے ساتھ بصرے سے خراسان کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ ایسی تیزی سے چلے کہ سعید سے آگے نکل گئے اور نیشاپور میں پڑاؤ ڈال دیا۔

حاکم بصرہ ابن عامر کی مہم خراسان پر۔

سعید قلمرو خلافت سے نکل کر پہلے قومس میں اُترے۔ یہاں کے لوگوں سے فتح نہاوند کے بعد حضرت حذیفہ نے صلح کی تھی۔ سعید نے یہاں سے خیمے اکھاڑے تو جرجان میں جا کر دم لیا۔ اہل جرجان نے دو لاکھ نذرانہ پیش کر کے صلح کر لی۔ اب لشکر اسلام مقام طمیسہ میں پہونچا۔ یہ شہر سمندر کے کنارے علاقہ جرجان کا بندر تھا۔ وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ مسلمانوں کو نماز کی بھی فرصت نہ ملی۔ چنانچہ صلوٰۃ خوف پڑھی گئی۔ اس معرکہ میں سعید نے ایک دشمن پر تلوار کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ شانے سے کہنی کے نیچے تک کھیرے کی طرح کاٹتی چلی گئی۔ آخر شہر والوں نے امان کی درخواست کی

سعید قومس میں۔

فتح جرجان۔

طمیسہ کا سخت معرکہ۔

جو قبول ہوئی۔ اور اقرار کیا گیا کہ ان میں سے ایک شخص کی بھی جان نہ لی جائے گی۔ مگر ابھی قلعہ والوں سے لڑائی باقی تھی۔ جب وھاد اکرکے مسلمانوں نے اس قلعہ کو فتح کیا تو اس میں جتنے لڑنے والے تھے۔ سب مارے گئے۔ بجز ایک شخص کے جو چھوڑ دیا گیا۔ اور قلعہ میں جو کچھ سامان جنگ اور مال و اسباب تھا مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

اب سعید نے آگے بڑھ کر ناجیہ پر قبضہ کیا جو کوئی شہر نہیں بلکہ یہاں کا ایک مشہور میدان تھا۔ اسی ان تک اپنی سطوت قائم کر کے سعید واپس چلے آئے۔

اہل جرجان کی سرکشی زمانہ مابعد میں۔

اہل جرجان سے جو صلح ہوئی تھی اس کی رو سے اہل جرجان بطور خراج کے ہر سال کبھی ایک لاکھ کبھی دو لاکھ اور تین لاکھ لاکے پیش کیا کرتے۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا کہ کچھ نہ دیتے اور کہتے کہ ہم سے یہی مقرر ہوا ہے۔ چند روز بعد یہ انجام ہوا کہ انھوں نے خراج دینے سے بالکل انکار کر دیا۔ اور مرتد و باغی ہو گئے انکی سرتابی کے باعث قومس سے خراسان جانے کا راستہ بند ہو گیا۔ چنانچہ لوگ فارس سے کرمان ہوتے ہوئے خراسان میں جایا کرتے۔ مدت ہائے دراز کے بعد قتیبہ بن مسلم نے اپنی حکومت خراسان کے زمانے میں یزید بن مہلب کو بھیج کر یہ راستہ دوبارہ کھولا۔ اور پھر انھیں شرطوں پر اہل جرجان سے صلح کرلی جو سعید سے ہو چکی تھیں۔

علاقہ قفقاز پر حملہ۔

اسی سال حذیفہ نے رے کی مہم سے فارغ ہو کر کوہستان قفقاز کا رخ کیا۔ تاکہ عبدالرحمن بن ربیعہ کی مدد کریں۔ سعید بن عاص بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ لشکر کوچ کر کے آذربائجان میں پہونچا۔ اور یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ لشکر اسلام مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائے اور جب مختلف راستوں سے اس طرح سبقت کریں کہ ہر حصے کو دوسرے حصے سے مدد اور قوت ملتی رہے۔ چند روز کی فوج کشی کے بعد حذیفہ اور ان کے بعد عبدالرحمن اور سعید بھی واپس آگئے۔

قرأت قرآن میں اختلاف۔

حضرت حذیفہ کو اس سفر میں یہ نظر آیا کہ قرآن مجید میں اختلاف پڑا جاتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے کوفے میں آکے سعید سے کہا کہ اگر ہم نے اس وقت خبر نہ لی تو قرآن میں ایسا اختلاف پڑ جائے گا جو قیامت تک دور نہ ہو سکے گا۔ حمص۔ دمشق۔ بصرے اور کوفے والے سب کی قرأت جدا ہے اور ہر ایک کو ناز ہے کہ ہماری ہی قرأت صحیح اور اچھی ہے۔ کوفہ والوں کو دعویٰ ہے کہ ہم نے قرآن کو ابن مسعود سے سیکھا ہے بصرے والوں نے قرآن حضرت ابو موسیٰ سے پڑھا ہے اور ان کے نسخہ قرآن کو وہ لباب القلوب کہنے لگے۔ اور جب اور حضرات سے مشورہ کیا گیا تو اکثر صحابہ اور تابعین نے ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ مگر کوفے کے پیرو ابن مسعود کہنے لگے آپ کو ہماری قرأت میں تامل کیا ہے۔ کیا ہم ابن مسعود کی قرأت کے

پیروی نہیں ہیں۔ (قرأت سے مراد صرف لہجہ اور طرز ادا نہیں بلکہ الفاظ کا اختلاف بھی تھا) حذیفہ نے اس پر بگڑ کے کہا "تم جاہل عرب ہو۔ خاموش رہو۔ تم نہیں سمجھ سکتے کہ کیا غلطی کرتے ہو۔ میں اگر زندہ رہا تو خدا کی قسم امیر المومنین کی خدمت میں جا کر عرض کروں گا کہ مسلمانوں کو اس مصیبت سے بچائیے"۔ اس میں ابن مسعود کو کچھ ملال بھی ہوا جس کی وجہ سے حذیفہ برہم ہو کر بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "میں آپ کو ڈرانے آیا ہوں۔ اُمت کی خبر لیجیے"۔ بعد ازاں سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا اور سب نے کہا کہ یہ بڑا نازک اور اہم معاملہ ہے۔ اس میں غفلت نہ ہونی چاہیے۔

جمع قرآن کی جانب حضرت عثمان کی توجہ۔

اس مشورے کے مطابق حضرت ذوالنورینؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد کا نسخہ جو حضرت زید بن ثابت نے بڑے اہتمام و تحقیق سے جمع فرمایا تھا اور وہ حضرت ام المومنین حفصہؓ کے پاس محفوظ تھا، طلب فرمایا اور صاحب علم و بصیرت صحابہ حضرات زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبد الرحمن بن حرث بن ہشام کو حکم دیا کہ اس کی متعدد نقلیں کریں۔ ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ آپ لوگوں میں اگر کسی آیت میں اختلاف پڑے تو قریش کی زبان اور ان کے محاورات کو اختیار کیجیے اس لیے کہ قرآن قریش ہی کی زبان میں اترا ہے۔ اس طریقے پر جب نقلیں تیار ہو گئیں تو حضرت عثمانؓ نے اصل نسخے کو جناب ام المومنین حفصہؓ کے پاس واپس بھیج دیا اور نقول نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ قلمرو خلافت کی ہر سمت کے صدر مقاموں میں بھیج دیا اور حکم دیا کہ سب لوگ اسی قرآن کو اختیار کریں اور اس کے علاوہ جو نسخے تھے وہ جلوا دیے۔

آپ کے مرتب کیے ہوئے نسخہ ہائے قرآن۔

آپ کی اس کارروائی کو تمام لوگوں نے پسند کیا یہاں تک کہ کوفہ کے اُن کے پاس جب یہ قرآن پہونچا تو صحبت یافتگان حضرت رسالت پناہؐ بیحد مسرور و مطمئن ہو گئے مگر عبد اللہ بن مسعود کے پیرووں نے اس کے قبول کرنے میں تامل کیا۔ خود حضرت عبد اللہ بن مسعود نے یہ دیکھا تو انھوں نے مجمع میں کھڑے ہو کر کہا کہ تمہارے یہ خیالات سب فاسد ہیں۔ تم لوگ حد سے بہت تجاوز کر گئے ہو۔ تم اپنی جگہ پر بیٹھو۔ جب حضرت علیؓ اپنے عہد خلافت میں کوفہ تشریف لائے تو ایک شخص اُن کے سامنے کھڑا ہوا اور جمع قرآن کے متعلق مجمع میں اس نے حضرت عثمانؓ کی برائی کی۔ حضرت علیؓ نے اسے للکار کر کہا کہ خاموش رہ۔ عثمانؓ نے یہ کارروائی ہم سب کے مشورہ سے کی اور اگر بجائے عثمانؓ کے مجھ کو یہ کام کرنا پڑتا تو میں بھی وہی راہ اختیار کرتا جو انھوں نے اختیار کی۔

آنحضرت صلعم کی انگشتری کا کنوئیں میں گر کے نایاب ہو جانا۔

مگر اس سال ایک ایسا خوفناک اور پُرعبرت واقعہ پیش آیا کہ تمام مسلمان کانپ گئے! وہ حضرت عثمانؓ کی پریشانی کی کوئی حد نہ تھی۔ حضرت سرور عالم صلعم نے سلاطین ارض سے مراسلت کرنے اور دنیا کے مسخر و زیر نگین نبوت بنانے کے لیے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوا کے زیب انگشت فرمائی تھی جس میں آپ کی مہر

اور تمام مراسلتوں، فرمانوں اور معاہدوں پر وہ مہر ثبت کی جاتی۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بجائے اپنے نام کی نئی انگوٹھی بنوانے کے اسی انگوٹھی کو پہنا۔ اور مہر خلافت کی حیثیت سے تمام تحریروں پر اسی مہر کو ثبت کرتے رہے۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے اس کو اپنی انگلی میں پہنا۔ اور ان کا بھی یہی طرز عمل رہا۔ اب وہ مبارک انگوٹھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھی۔ مدینے سے دو میل کی مسافت پر اریس نام ایک بستی تھی۔ وہاں حضرت نے لوگوں کی نفع رسانی کے لیے ایک کنواں کھدوایا تھا۔ اس کی جگت پر بیٹھ کے آپ نے اتفاقاً انگوٹھی اتاری۔ اور اسے الٹ پلٹ رہے تھے کہ ہاتھ سے گر کے کنوئیں میں چلی گئی۔ فوراً لوگوں نے اتر کے ڈھونڈھنا شروع کیا مگر پتہ نہ لگنا تھا نہ لگا۔ بلکہ اس کنوئیں میں پہلے تھوڑا ہی پانی تھا۔ انگوٹھی گرنے کے بعد اس قدر زیادہ ہو گیا کہ کسی کو تھاہ نہ ملتی تھی۔ جناب ذی النورین کو اس کا نہایت صدمہ ہوا۔ جب ڈھونڈھنے میں کسی طرح کامیابی نہ ہوئی تو اعلان کر دیا کہ "جو کوئی اس انگوٹھی کو لائے گا اسے بہت کچھ انعام دیا جائے گا۔" اور ویسی ہی ایک اور انگوٹھی بنوا کے جس میں وہی الفاظ منقوش تھے پہن لی۔ یہ انگوٹھی آپ اس وقت تک پہنے رہے جب تک کہ شہید ہوئے ہیں۔ آپ کی شہادت کے بعد دیکھا تو غائب تھی اور پتہ نہ لگا کہ کون لے گیا۔

ابوذر غفاری کا واقعہ۔

بدنصیبی سے اسی زمانے میں ابوذر غفاریؓ کی وجہ سے ایک بہت ہی ناگوار جھگڑا پیش آیا۔ وہ بڑے نیک نفس اور پاک باطن اتقیاء حجاز میں تھے اور دنیا و دولت دنیا سے نفرت تھی۔ آیۂ کریمہ۔ اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ[۱] سے انھوں نے یہ عقیدہ اخذ کیا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے پاس کچھ روپیہ پیسہ رکھنا حرام ہے۔ بجز اس کے کہ خیرات کرنے یا قرض ادا کرنے کے لیے ہو۔ عبداللہ بن سبا جو ابن سوداء کے لقب سے مشہور تھا اور محض فتنہ انگیزی کے لیے مارا مارا پھرتا تھا۔ جب شام میں آیا تو ان سے ملا اور کہا "معاویہؓ مال و دولت کو خدا کی ملکیت بتاتے ہیں۔ اس میں ان کا مقصد یہ ہے کہ کسی چیز کو مسلمانوں کی ملکیت نہ تسلیم کریں۔ اور جس چیز کو جب چاہیں ان سے چھین لیں۔" ابوذر سیدھے آدمی اس کے فقرے میں آ گئے۔ اور معاویہ سے مل کے کہا "آپ مسلمانوں کے مال کو خدا کا مال کیوں بتاتے ہیں؟" انھوں نے کہا "کیا ہم سب خدا کے بندے نہیں ہیں؟ اور جب ہم اس کے ہیں تو یہ سب مال بھی اسی کا ہے۔" ابوذر نے کہا "تو تم یہ نہ کہا کرو۔" معاویہ نے کہا "اچھا میں مسلمانوں ہی کا مال کہا کروں گا۔"

جناب معاویہ میں اور ان میں اختلاف۔

[۱] ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اذیت رساں عذاب کی خبر پہنچا دو۔

ابن سوداء ابوذر کے بعد ابو درداء کے پاس گیا۔ اور ان سے بھی وہی کہا۔ مگر انھوں نے ڈانٹا اور کہا "تو مجھے یہودی معلوم ہوتا ہے"۔ یہاں دال نہ گلی تو وہ حضرت عبادہ بن صامت سے ملا ان کے سامنے جو یہ خیال ظاہر کیا تو وہ اس کو جناب معاویہ کے پاس پکڑ لے گئے۔ اور کہا "اسی شخص نے ابوذر کو آپ کے خلاف کر دیا"۔

ابوذر کی یہ حالت تھی کہ شام میں رہتے اور اپنے اس عقیدے پر سختی سے قائم تھے جس کو عوام الناس میں پھیلاتے۔ انجام یہ ہوا کہ بہت سے فقیر اور محتاج اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور شورش مچا دی کہ اُمرا کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے اُسے فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں۔ آخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ دولتمندوں کو اپنی عزت سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ اور جناب معاویہ حیران تھے کہ کیا کریں۔

اسی اثنا میں ایک شب کو معاویہ نے ایک ہزار دینار اپنے ایک غلام کے ہاتھ بطریق خیرات کے ابوذر کے پاس بھیجدیے۔ دوسرے دن معاویہ کے کہنے سے اس غلام نے ابوذر سے جا کر کہا "میرے مالک نے وہ رقم ایک اور بزرگ کے دینے کو کہی تھی میں غلطی سے آپ کو دے گیا۔ مہربانی کر کے مجھے واپس فرما دیجیے"۔ ابوذر نے کہا "میرے پاس تو ایک دینار بھی باقی نہیں رہا۔ میں نے کل ہی ساری رقم خرچ کر ڈالی۔ مجھے تین دن کی مہلت دو کہ جمع کر کے تمھیں واپس کروں"۔ ان کا یہ جواب سُن کے معاویہ سمجھ گئے کہ ابوذر کا عمل بھی اسی عقیدے پر ہے جس کو وہ لوگوں میں پھیلا رہے ہیں۔

آخر معاویہ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ "ابوذر نے میرا یہاں ناک میں دم کر دیا ہے۔ اور اُن کی وجہ سے فقرا نے سخت شورش مچا رکھی ہے"۔ حضرت عثمانؓ نے جواب میں لکھا "فتنہ پیدا ہو گیا۔ اس کی صورت نظر آ رہی ہے۔ فقط اتنی ہی کسر ہے کہ وہ حملہ بھی کر دے۔ بہر صورت تم ابوذر کو میرے پاس مدینے میں بھیجدو۔ اس ہنگامے کو موقوف کراؤ"۔ اس حکم کے مطابق ابوذر مدینے کو بھیجدیے گئے۔ حضرت عثمانؓ سے ملے تو آپ نے پوچھا "اہل شام تمھارے کیوں شاکی ہیں؟" انھوں نے سرگذشت بیان کر دی جس کو سُن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "ابوذر میرا فقط اتنا فرض ہے کہ جو معاملہ سامنے پیش ہو اس کا فیصلہ کر دوں۔ اور رعایا کو سعی خیر اور کفایت شعاری پر آمادہ کروں۔ میرا یہ کام نہیں کہ سب لوگوں کو دنیا ترک کر دینے اور زاہد بن جانے پر مجبور کر دوں"۔ ابوذر نے کہا "اور لوگ جب تک خیرات نہ کریں۔ پڑوسیوں اور برادران اسلام پر احسان نہ کریں۔ اور صلۂ رحم نہ کریں آپ اُن سے راضی نہ ہوجیے"۔ اتفاق سے صحبت میں کعب احبار بھی موجود تھے۔ وہ بولے "جس کسی نے زکوٰۃ دے دی وہ اپنے ذمے کے حقوق سے سبکدوش ہو گیا"۔ یہ سنتے ہی ابوذر اُن کو مار بیٹھے۔ اس زور سے ہاتھ مارا کہ وہ زخمی ہو گئے اور کہا "اے یہودی کے

اُن کی وجہ سے فتنہ و شورش۔

معاویہ نے آزمایا اور سچا پایا۔

بارگاہ خلافت میں ابوذر کی شکایت۔

حضرت ابوذر مدینہ میں۔

سبب ہے۔ تمھیں ان معاملات سے کیا تعلق؟" حضرت عثمان رضؓ نے قصاص کے معاف کر دینے کی سفارش کی۔ اور کعب نے معاف کر دیا۔

ایسا ابوذر نے حضرت عثمانؓ سے کہا "مجھے مدینے سے چلے جانے کی اجازت دیجئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کی آبادی کوہ سلع تک پہونچ جائے۔ تو تم مدینے سے چلے جانا چنانچہ مدینے کی آبادی اب سلع تک پہونچ گئی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی اور وہ مدینے سے دور ربذہ نام ایک بستی میں جو الگ تھلگ تھی جاکے سکونت پذیر ہوگئے۔ پھر وہاں ایک مسجد بنالی جناب ذی النورین نے انھیں چند اونٹ اور دو غلام عطا کیے اور روزینہ مقرر کر دیا۔ وہ ربذہ میں رہتے مگر کبھی کبھی مدینے آتے تاکہ بالکل دیہقانی نہ ہو جائیں۔

ربذہ کا تحصیلدار زکوۃ مجاشع نام ایک غلام تھا۔ نماز کا وقت آیا تو اس نے ابوذر سے کہا "نماز پڑھائیے"۔ انھوں نے کہا "تمھیں پڑھاؤ۔ رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی نکٹا غلام بھی تم پر سردار ہو تو اس کی اطاعت و پیروی کرنا۔ اور تم تو فقط غلام ہو نکٹے نہیں ہو۔"

انکی وفات

حضرت ابوذر ۲۹ھ میں ربذہ میں آکے مقیم ہوئے تھے تیسرے سال یعنی ۳۲ھ میں وہیں انتقال فرمایا۔ ان کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حسرت ناک اور عبرت خیز ہے۔ بالکل دم واپسیں تھا کہ صاحب زادی سے فرمایا "ذرا باہر نکل کے دیکھو کوئی آتا دکھائی دیتا ہے"۔ انھوں نے دیکھا اور واپس آکر کہا کوئی نہیں" بولے تو ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ اچھا تم ایک بکری کو ذبح کر کے کھانا تیار کرو۔ میرے دفن کرنے والے مجھے یقین ہے کہ نیک لوگ ہوں گے۔ ان سے کہنا کہ بغیر کھانا کھائے یہاں سے نہ جائیں۔" صاحب زادی نے جب کھانا پکا کے تیار کر لیا تو حضرت ابوذر نے فرمایا "پھر جاکے دیکھو کوئی آتا ہے؟" اب کی انھوں نے واپس آکر کہا ہاں چند سوار آرہے ہیں" سن کر فرمایا "میرا منھ قبلہ کی طرف کر دو۔" اس حکم کی تعمیل ہوتے ہی کہا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ" اور روح پرواز کر گئی صاحبزادی گھبرا کے باہر نکلیں وہ سوار قریب آگئے تھے۔ ان سے کہا "ابوذر کے جنازے میں شریک ہو جیے"! ان لوگوں نے پوچھا "کہاں؟" اشارہ کیا کہ "وہ پڑے ہوئے ہیں"۔ ان لوگوں نے کہا "یہ ایک نعمت ہے جس سے خدا نے ہمیں شرف یاب کیا۔"

ان لوگوں میں عبداللہ بن مسعود بھی تھے رونے لگے اور کہا سچ فرمایا تھا رسول خدا صلعم نے کہ "ابوذر تنہا رہیں گے اور تنہا اٹھیں گے"۔ اب ان سب لوگوں نے انھیں غسل دیا۔ کفنایا۔ نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔ ان کاموں سے فراغت ہوئی تو ان صاحب زادی نے کہا۔ "ابوذر نے آپ سب صاحبوں کو

سلام کہا ہے اور قسم دلائی ہے کہ آپ جب تک کھانا نہ کھالیں یہاں سے نہ جائیں۔ انھوں نے کھایا اور ابوذر کے اہل و عیال کو اپنے ساتھ لے جا کے حضرت عثمانؓ کو خبر کی۔ اور جناب خلافت مآب نے ان کی صاحبزادی کو اپنے گھر میں رکھ لیا۔

بعض اہل روایت حضرت ابوذر کی وفات کے اس واقعہ کو ۳۱ھ میں بتاتے ہیں اور بعض کا بیان ہے کہ ابن مسعودؓ کے اہل و عیال کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے بلکہ ان کو وہیں ربذہ میں چھوڑ کر کہہ آئے۔ اور حضرت عثمانؓ کو خبر کی جو حج کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ یہ سن کر جناب ذی النورینؓ ربذہ کی طرف سے ہوتے ہوئے مدینے واپس گئے۔ اور مرحوم صحابی رسولؐ کے اہل و عیال کو اپنے ساتھ لے گئے۔

حضرت ابوذر اور حضرات معاویہ و عثمانؓ کے اختلاف کو بعض لوگوں نے بہت کچھ رنگ کر بیان کیا ہے مگر کوئی ایسی روایت نہیں ہے جس سے کسی پر الزام آسکتا ہو۔ ابوذر نے اپنی اجتہادی غلطی سے ایسا عقیدہ اختیار کر لیا تھا جو نہ قرآن مجید کے موافق ہے اور نہ دنیا میں ایسا عقیدہ بجز چند فقراء و زہاد کے کسی متمدن قوم کا عام مذہب بن سکتا ہے۔

اسی سنہ ۳۱ھ میں حضرت عثمانؓ نے نماز جمعہ میں تیسری اذان بڑھائی جس کو موذن زوراء نام مقام پر پڑھ کے دیا کرتا۔

اب اس زمانے میں معاویہ سارے شام اور فلسطین کے مالک تھے۔ اور اس حکومت کے اُن کے ہاتھ میں آنے کا باعث یہ ہوا کہ ملک شام ان دنوں تین وسیع صوبوں پر حاوی تھا۔ شمال میں حمص و قنسرین کا صوبہ تھا۔ وسط میں دمشق اور اردن کا اور جنوب میں فلسطین کا جس سے مراد بنی اسرائیل کی ارض موعود تھی جو توراۃ میں ارض یہودا کے نام سے یاد کی گئی ہے۔ ان صوبوں میں سے وسط کے صوبہ دمشق و اردن کی حکومت حضرت عمرؓ نے شام کے فتح ہونے کے بعد حضرت معاویہؓ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ طاعون عمواس میں جب یزید کا انتقال ہوا تو اُن کی جگہ آپ نے حضرت معاویہ ہی کو مقرر کر دیا۔ شمالی صوبے یعنی حمص اور قنسرین کے حاکم بعد فتح ابو عبیدہ بن الجراح مقرر ہوئے تھے وہ اپنی وفات کے وقت جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں عیاض بن غنم یا معاذ بن جبل کی جانشینی کی وصیت کر گئے تھے اور اگر یہ مانا جائے کہ اُن کے بعد حکومت حمص معاذ کو ملی تو بھی اس میں شک نہیں کہ آخری جانشین عیاض ہوئے۔ جب عیاض نے بھی وفات پائی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے اُن کے مقام پر سعید بن خدیج جمحی کو مقرر فرمایا۔ پھر جب سعید نے بھی سفر آخرت کیا تو جناب فاروقؓ نے یہ خدمت

جمعہ میں تیسری اذان۔ معاویہ کیونکر سارے شام کے حاکم ہوگئے۔

عمیر بن سعد انصاری کو دی اور وہی والی حمص و قنسرین تھے کہ حضرت فاروق آغوش رحمت میں تشریف لے گئے۔

تھوڑے زمانے کے بعد عہدِ خلافت عثمانی رضہ میں عمیر بن سعد نے حمص کی آب و ہوا کے موافق نہ آنے اور اپنی بیماری کے باعث اس خدمت سے استعفا دے دیا۔ اور حضرت عثمانؓ نے اُن کا استعفا قبول کر کے ان کا علاقہ بھی معاویہ کے اختیار میں دے دیا۔ اس کو تھوڑا زمانہ گذرا تھا کہ فلسطین کے والی عبدالرحمن بن علقمہ نے انتقال کیا۔ اور جناب ذی النورین نے ان کا صوبہ بھی معاویہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس طور پر سارا شام و فلسطین جناب معاویہ کے زیر فرمان ہو گیا۔

شام پر رومیوں کا بحری حملہ

ساری مملکت شام میں معاویہ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ ۳۱ھ میں رومیوں نے بحری راستے سے اس ملک پر نہایت سخت حملہ کرنا چاہا۔ اور اس کا محرک یہ امر ہوا کہ مسلمان جب افریقہ پر پوری طرح قابض و متصرف ہو گئے۔ اور وہاں رومیوں کا تسلط قمع ہوا تو ہرقل کے بیٹے قسطنطین نے ایک بہت بڑا زبردست لشکر جمع کیا۔ اور اس کو پانچ چھ سو جہازوں پر سوار کر کے چلا کہ شام پر حملہ کرے مسلمانوں کو خبر ہوئی تو وہ بھی بحری جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ اس لیے کہ جزیرہ قبرص کی فتح نے انھیں بحری جہاد کا حوصلہ دلا دیا تھا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اُن دنوں مصر کے حاکم اور بحری قوت کے

بحری جنگ ذات الصواری

افسر اعلیٰ ہونے کے باعث دولت خلافت کے امیر البحر تھے معاویہ کی اور ان کی بحری قوت مجتمع ہوئی تو دونوں شامی و مصری بیڑے رومی جہازوں کے مقابلے کو چلے جس وقت سمندر میں دونوں حریفوں کا سامنا ہوا۔ باد مخالف چل رہی تھی۔ دونوں طرف کے جہازوں نے لنگر ڈال دیے۔ اب اگرچہ ہوا تھم گئی مگر شام تھی۔ دونوں نے لڑائی کو صبح پر اٹھا رکھا۔ رات بھر رومی نرسنگھا اور گھنٹے بجاتے۔ اور مسلمان اپنے جہازوں میں نمازیں پڑھتے۔ تلاوت قرآن کرتے اور دعائیں مانگتے رہے۔

صبح ہوتے ہی رومیوں نے اپنے جہاز بڑھائے۔ اور کئی کئی جہازوں کو ایک میں باندھ دیا۔ آخر دونوں طرف کے جہاز بڑھے اور ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ فوراً تلواروں اور خنجروں سے لڑائی ہونے لگی۔ یہ خوفناک لڑائی تھوڑی دیر تک نہایت شدت پر رہی جس میں مسلمانوں کی جانب ایک خلقت عظیم قتل ہو گئی۔ رومیوں میں بھی اتنے آدمی مارے گئے کہ اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اور کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں دونوں حریفوں نے اس قدر صبر سے کام لیا کہ اس سے پیشتر ایسا صبر و تحمل نہیں دیکھا گیا تھا۔

فتح اسلام

آخر خدا نے مسلمانوں کی مدد کی۔ قسطنطین زخمی ہوا شکست کھا کے بھاگا۔ اور بجز چند رومیوں کے

کوئی نہ بچا۔ عبد اللہ بن سعد مقام ذات الصواری میں جہاں یہ جنگ ہوئی تھی چند روز تک ٹھیرے رہے۔ پھر اپنے جہازوں کو واپس لائے اور اسی مقام ذات الصواری کی وجہ سے یہ بحری لڑائی مسلمانوں میں جنگ صواری کے نام سے مشہور ہوئی۔

شکست نصیب قسطنطین کا انجام۔

قسطنطین یہاں سے بھاگتا ہوا جزیرہ صقلیہ میں پہونچا۔ لوگوں نے حالات پوچھے اور اس نے جو کچھ پیش آیا تھا بلا کم و کاست بیان کر دیا۔ انجام یہ ہوا کہ لوگ بجائے ہمدردی کرنے کے اُسے الزام دینے لگے کہ تم نے دین عیسوی کو غارت کر ڈالا اُس کے بڑے بڑے بہادر ضائع کر دیے اور اب اگر عرب ہمارے ملک پر چڑھ آئیں تو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ آخر لوگوں نے اسے حمام میں بند کر کے مار ڈالا۔ اور جو لوگ اس کے ہمراہ آئے تھے انہیں حکم دیا کہ جزیرہ صقلیہ کو چھوڑ کر قسطنطنیہ میں چلے جائیں۔

حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا آغاز۔

مگر سچ یہ ہے کہ اسلام میں فتنہ اور خطرناک باہمی مخالفت کا آغاز بھی اسی لڑائی سے ہوا۔ اس لئے کہ اسی لڑائی میں پہلے پہل محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمانؓ پر اعتراض کرنا شروع کیا کہ انھوں نے حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے طرز عمل کو چھوڑ کر اگلے طریقے بدل دیے جس سے شاید یہ مراد ہو کہ بحری لڑائی اختیار کی جس کی حضرت عمرؓ نے کبھی اجازت نہ دی تھی۔ مگر اس کے ساتھ یہ اعتراض بھی تھے کہ انھوں نے عبد اللہ بن سعد کو سردار مقرر کیا جن کا خون رسول خدا صلعم نے حلال کر دیا تھا اور قرآن مجید نے اُن کے کفر کی تصدیق کی تھی۔ رسول خدا صلعم نے جن لوگوں کو نکالا تھا اُن کو انھوں نے بلا لیا۔ اور نیز اصحاب رسولؐ کو حکومت کی خدمتوں سے ہٹا کے اُن کی جگہ سعید بن عاص اور ابن عامر مقرر کیا۔ ان لوگوں کے یہ اعتراضات عبد اللہ بن سعد نے سُنے تو دونوں سے کہا میں جس جہاز میں ہوں تم لوگ اس میں نہ آؤ بلکہ کسی اور جہاز پر سوار ہو کے چلو۔ چنانچہ وہ دونوں ایک اور جہاز میں سوار ہوئے جس میں بجز قبطیوں کے کوئی عربی الاصل مسلمان نہ تھا۔ پھر جب دشمنوں سے مقابلہ ہوا تو اس جہاز نے بہت ہی کم مقابلہ کیا جس کے باعث اس کو نقصان بھی بہت کم پہونچا۔ لوگوں نے ان دونوں سے اس کی شکایت کی تو کہا ہم عبد اللہ بن سعد کے جھنڈے کے نیچے کیسے لڑ سکتے تھے جن کو عثمانؓ نے سردار مقرر کیا ہے۔ "وہی عثمانؓ جن سے ایسے ایسے کام سرزد ہو چکے ہیں" عبد اللہ نے اُن کا جب یہ جواب سُنا تو کہلا بھیجا کہ "اپنے اس قول سے باز آؤ" اور تہدید کی۔ مگر ان پر اس کا مطلق اثر نہ ہوا۔ بلکہ اُن کے اثر سے اور لوگوں کے دلوں میں بھی فساد پیدا ہو گیا۔ اور لوگ وہ باتیں کہنے لگے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سُنی گئی تھیں۔

چوتھی فصل

یزدجرد کا مارا جانا اور ابن عامر کے کارنامے

یزدجرد کا بھاگنا۔ برف باری سے لشکر اسلام کی تباہی۔ یزدجرد مرو میں اور اس کا مارا جانا۔ اس میں اختلاف روایت۔ شہریار عجم کی آوارہ گردی۔ مرو میں اس کی حالت۔ اس کے ساتھ حاکم مرو کا سلوک۔ نیزک کا یزدجرد سے ملنا۔ اس کی گستاخی و دغابازی۔ یزدجرد پن چکی والے کے یہاں۔ ماہویہ کی قساوت قلبی۔ کمال بے رحمی سے یزدجرد کا مارا جانا۔ قتل یزدجرد کی دوسری روایت۔ یزدجرد کا زمانہ حکمرانی۔ ابن عامر کی مہم جہاد کا آغاز۔ کرمان اور سیستان کی مہمیں۔ فتح طبسین علاقہ کوہستان کی فتح۔ فتح رستاق رام۔ فتح باخرز و جوین بیہق پر دھاوا۔ ایک بہادر سالار عرب کی شہادت۔ فتح بیہق۔ فتوح بست و اسفرائن وغیرہ۔ نیشاپور کا محاصرہ اور اس کی فتح۔ فتح نساوابی ورد۔ فتح سرخس۔ فتح طوس۔ فتح ہرات و بادغیس و بوشنج۔ فتح مرو۔ فتح منج۔ طخارستان پر فوج کشی۔ فتح رستاق احنف۔ کفرستان میں اذان۔ فتح مرورود۔ فتح رستاق منج۔ ایک فیصلہ کن لڑائی جنگ جوزجان۔ مجاہدین کو ان کے سپہ سالار اعظم کی نصیحت۔ جوزجان کی فتح۔ فتح طالقان و فاریاب۔ فتح بلخ۔ خوارزم پر حملہ۔ اس میں ناکامی۔ نوروز کا نذرانہ۔ کرمان میں مجاشع کی کارگزاریاں اور فتح ہمید۔ فتح سیرجان۔ فتح جیرفت۔ افاغنہ پر حملہ۔ سیستان میں ربیع کے کارنامے۔ فتح زالق۔ فتح کرکویہ۔ فتح روشت۔ فتح ناشرود و سرداد۔ فتح زرنج۔ فتح موضع اصطبل رستم۔ بغاوت سیستان۔ حسن بصری ربیع کے منشی تھے۔ عبدالرحمن بن سمرہ نئے والی سیستان۔ مکرر فتح زرنج۔ فتح کش۔ فتح دوان۔ بیت الزور کے بت شکنی۔ فتح کابل و زابلستان۔ سیستان پھر باغی ہو گیا۔ فتوحات کی شکر گزاری میں ابن عامر کا حج۔ فتح سمنگان۔

اکثر راویان اخبار کا بیان ہے کہ اسی سال خسرو عجم یزدجرد بن شہریار مارا گیا اور دولت اکاسرۂ آل ساسان کا خاتمہ ہو گیا۔

ہم بیان کر آئے ہیں کہ سنہ ۳۰ھ میں والی بصرہ ابن عامر ممالک عجم کی بغاوت و سرکشی دور کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ جب انھوں نے شہر اردشیر خرہ کو فتح کیا تو یزدجرد جو

یزدجرد کا بھاگنا

وہاں موجود تھا اپنی جان لے کے بھاگا۔ اور ابن عامر نے اس کے تعاقب میں ایک لشکر روانہ کیا جس کے سردار مجاشع بن مسعود سلمی یا ہرم بن حیان تھے۔ وہ برابر کرمان تک اس کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ یزدجرد کو وہاں بھی مفر نظر نہ آیا تو بھاگ کے خراسان میں ہو رہا۔ سپہ سالار اسلام نے شدت سرما اور برف باری کی سطوت سے روانگی کی اور بلا تامل خراسان کی راہ لی۔ مگر راستہ کے میدانوں اور پہاڑوں میں ایسی شدید برف پڑی کہ ایک نیزے کی بلندی تک برف ہی برف تھی۔ سارا لشکر اسلام تباہ ہو گیا۔ اکیلے مجاشع بچے اور ان کا ایک ساتھی جس کے ہمراہ ایک کنیز تھی اس نے ایک اونٹ کا پیٹ پھاڑ کے لونڈی کو اس کے اندر بٹھا دیا۔ اور خود بھاگا۔ دوسرے دن واپس آ کے دیکھا تو کنیز زندہ و سالم موجود تھی۔

اس کے بعد جب عساکر اسلام خراسان میں پہونچے تو یزدجرد گھبرا کے مرو میں چلا گیا۔ رستم کا بھائی خرزاد اس کے ہمراہ تھا جو اپنے بادشاہ کو ماہویہ کے سپرد کر کے خود عراق میں چلا آیا۔ یزدجرد نے ماہویہ سے کچھ رقم مانگی اس نے دینے سے انکار کیا۔ اور انجام یہ ہوا کہ ماہویہ کے بہکانے سے اہل مرو ڈرے کہ ایسا نہ ہو یزدجرد کے یہاں موجود ہونے سے مسلمان ہمارے بھی دشمن ہو جائیں۔ چنانچہ اس کے خلاف ترکوں سے مدد مانگی ترک ناگہاں ایک رات کو یزدجرد اور اس کے لشکر پر آ پڑے۔ سب کا قتل و قمع کر دیا۔ اور یزدجرد یکہ و تنہا بے مونس و غمگسار پیادہ دریائے مرغاب کی طرف بھاگا۔ دریا کنارے ایک چکی والا رہتا تھا۔ یزدجرد نے اسی کے گھر میں پناہ لی۔ رات کو سو یا تو دغا باز چکی والے نے سوتے ہی میں مار ڈالا اور لاش دریا میں پھینک دی۔

بعض اہل روایت کا بیان ہے کہ ترکوں نے اہل مرو کی مدد نہیں کی بلکہ خود اہل مرو نے شبخون مار کے یزدجرد کا لشکر تباہ کر دیا۔ دوسرے دن لوگ یزدجرد کو تلاش کرنے لگے۔ اور آخر اس کے نقش قدم کا پتہ لگاتے ہوئے چکی والے کے مکان پر پہونچے۔ اُسے پکڑ کے مارا پیٹا تو اس نے قبول کیا کہ ہاں میں نے شہریار عجم کو مار ڈالا ہے۔ اور اس کی لاش پانی میں سے نکال کے دکھا دی تلاش کرنے والوں نے اس کے انتقام میں چکی والے اور اس کے تمام اہل و عیال کو قتل کر ڈالا۔ بادشاہ کی لاش کو تابوت میں رکھ کے اصطخر میں پہونچایا۔ جہاں وہ شاہی دخمہ میں رکھ دی گئی۔

یزدجرد کے انجام کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ بعض راویوں کا یہ بیان ہے کہ نہاوند کی لڑائی کے بعد وہ اصفہان گیا۔ وہاں قطیار نام ایک شخص جس کو فاتحین عرب سے کچھ فائدہ پہونچا تھا

برف باری سے لشکر اسلام کی تباہی۔

مرو میں یزدجرد۔

اور اس کا مارا جانا۔

باہمی اختلاف روایت۔

شہریار عجم کی آوارہ گردی

اُس نے ملنے کو آیا۔ دربانوں اور حاجبوں نے باریابی کا موقع نہ دیا تو اُس نے دربان کو مار کے خون آلود کر دیا۔ اُس نے اسی حالت میں جا کے یزدجرد کے سامنے فریاد کی تو شہریار عجم کو اپنی کمزوری اور دردناک حالت نظر آئی۔ فوراً اصفہان سے بھاگ کر رَے میں پہونچا۔ حاکم رَے نے حاضر ہو کر اپنا سارا علاقہ پیش کر دیا اور عرض کیا کہ "میرے تمام قلعے مضبوط ہیں آپ اطمینان سے بیٹھیں"۔ مگر یزدجرد کو اطمینان نہ ہوا۔ بلکہ دل میں اس سے کچھ بدظن ہو کر اسی وقت بھاگا اور سیستان کی راہ لی۔ وہاں سے مَرو میں گیا اور جب مرو میں پہونچا تو فقط ایک ہزار سوار جاں نثار ہمراہ رکاب تھے۔

بعض لوگ اس کے بھی خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ رَے سے فارس میں آیا۔ وہاں چار سال مقیم رہ کے کرمان میں گیا۔ وہیں دو برس وہاں گزارے تھے کہ کرمان کے دہقان نے کوئی ایسی خواہش کی جس کو وہ نہ منظور کر سکا جس پر بے وفا رئیس کرمان نے حکم دیا کہ لوگ اس کی ٹانگیں کھینچتے ہوئے شہر کے باہر پھینک آئیں۔ اس ذلت واذیت کے بعد فلاکت زدہ شہریار عجم نے سیستان کی راہ لی۔ تقریباً پانچ سال وہاں رہا اور اتنی ہمت پیدا ہو گئی کہ خراسان میں جا کر لشکر جمع کرنے لگا تاکہ پھر عربوں سے مقابلہ کرے۔ مَرو پہونچا تو بہت سے عجمی دہقانوں کے لڑکے کفیل کے طور پر اس کے ہمراہ تھے۔ جن میں ایک فرخ زاد بھی تھا۔

مرو میں اس کی حالت۔

مَرو سے اُس نے خاقان چین۔ شاہ فرغانہ۔ شاہ کابل اور تاجدار خزر سے مراسلت کر کے مدد مانگی۔ رئیس مَرو دان و نو ماہویہ نام ایک شخص تھا وہ یزدجرد کے خلاف ہو گیا۔ اور اپنے بیٹے براز کو اس کام پر مامور کیا کہ یزدجرد کو شہر مَرو پر قابض نہ ہونے دے۔ یزدجرد کا پڑاؤ شہر کے باہر تھا۔ ایک دن سوار ہو کر اس نے شہر کے گرد چکر لگایا۔ اور ایک دروازے سے شہر کے اندر جانا چاہا تو براز نے روکا اُس کا باپ ماہویہ بھی اس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ زبان سے چلا کے کہا کہ "پھاٹک کھولو اور بادشاہ کو اندر آنے دو"۔ مگر ہاتھ سے بیٹے کی طرف اشارہ کیا کہ "ہرگز نہ آنے دینا"۔ یزدجرد کے لوگوں میں سے کسی نے اُس کی یہ حرکت دیکھ لی۔ دوڑ کے یزدجرد کو خبر کی۔ اور ماہویہ کے مار ڈالنے کی اجازت مانگی۔ مگر شہریار عجم نے اس سے روکا۔

اس کے ساتھ حاکم مرو کا سلوک۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزدجرد نے اس موقع پر ارادہ کیا تھا کہ ماہویہ کو حکومت مَرو سے معزول کر کے

لہ اخبار الطوال نے بھی اس واقعے کو مختصراً بیان کیا ہے۔ مگر سارا ماخذ طبری اور ابن اثیر ہیں۔ اور اس باب کے تمام واقعات انھیں سے ماخوذ ہیں۔

اس کے بھتیجے ضنجان کو دہقان مرو مقرر کرے۔ ماہویہ کو اس کی خبر ہوگئی اور بادشاہ کی جان لینے کے درپے ہوگیا۔ اس فکر میں اس نے ترکستان کے فرماں روا نیزک ترخان کو بلایا کہ یزدجرد کے قتل کرنے میں میری مدد کیجیے۔ اس کے معاوضے میں عربوں کو آپ کا دوست بنا دوں گا۔ علاوہ ازیں ایک ہزار درہم یومیہ دینے کا بھی وعدہ کیا۔ نیزک نے براہ راست یزدجرد کو لکھا کہ اگر آپ اپنے مخصوص دوستوں اور فرخ زاد کو ہٹا دیں تو میں حاضر ہوں اور بتاؤں کہ عربوں سے کیا برتاؤ کیا جائے۔" یزدجرد اس بارے میں اپنے رفقا سے مشورہ کیا۔ ضنجان نے کہا "میری رائے نہیں ہے کہ آپ اپنے دوستوں کو جدا کر دیں۔" مگر ماہویہ نے اصرار کیا کہ نیزک کی دوستی کو آپ غنیمت جانیں۔ اور اس کی درخواست کو ضرور قبول کرنا چاہیے۔ یزدجرد نے اسی کی رائے اختیار کی۔ اور اپنے تمام وفادار خادموں کو ہٹا دیا۔ فرخ زاد انجام کو سمجھا ہوا تھا۔ اپنے بادشاہ کو دوست نما دشمن کی رائے پر عمل کرتے دیکھ کر گریبان پھاڑ ڈالا۔ اور رو دیا کہ کرنے لگا اور جب یزدجرد اس کا ساتھ چھوڑ کر تنِ تنہا ماہویہ کے پاس چلا گیا تو چلا چلا کے کہنے لگا کہ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ تم لوگ شہریار عجم کو اپنے بس میں کر کے مار ڈالو گے"! اُسے تسلی دینے کے لیے یزدجرد نے خود اپنے ہاتھ سے لکھ کے بھیجا کہ "میری نسبت تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو۔ میرے اہل و عیال کو بھی میرے پاس بھیجدو۔" اور فرخ زاد نے مجبوراً اس حکم کی بھی تعمیل کر دی۔

نیزک کا یزدجرد سے ملنا۔

اب نیزک آیا اور ماہویہ کے مشورے کے مطابق یزدجرد اس سے اس شان سے ملا کہ محفل طرب قائم تھی۔ گانا بجانا ہو رہا تھا اور مئے ارغوانی کا جام گردش میں تھا۔ نیزک کے آتے ہی ماہویہ اٹھ کر چلا گیا اور نیزک پاپیادہ آکے یزدجرد سے ملا۔ یزدجرد نے کہا "آپ کو پیدل نہ چلنا چاہیے۔ میری سواری کے گھوڑے حاضر ہیں جس کو چاہیے پسند کر لیجیے۔" مگر نیزک نے اس کا خیال نہ کیا۔ اور یزدجرد کا ہاتھ پکڑ کے اس کو اپنے لشکر کی طرف لے چلا جب اپنے پڑاؤ کے بیچوں بیچ میں پہونچ لیا تو تاجدار عجم سے کہا اپنی بیٹیوں میں سے کسی کو آپ میرے عقد میں دے دیں تو بتاؤں کہ عربوں سے کس طرح مقابلہ کیا جائے۔

اسکی گستاخی و دغابازی۔

وارث دیہیم خسروی و نسل ساسانی کے تاجدار کو بھلا ایسی بات سننے کی کہاں تاب۔ بے اختیار یزدجرد کی زبان سے گالی نکل گئی۔ اور ساتھ ہی نیزک نے اس کو گرز مارا۔ یزدجرد چوٹ کھا کر چلاتا ہوا بھاگا۔ اور نیزک کے لوگ بلا تامل یزدجرد کی فوج والوں کو تہ تیغ کرنے لگے۔

یزدجرد چکی والے کے یہاں۔

اس ہنگامے اور مار دھاڑ میں یزدجرد فوج سے نکل کے بھاگا۔ اور ایک چکی والے کے گھر میں پناہ لی تین روز تک وہاں پڑا رہا اور کچھ نہ کھایا۔ آخر چکی والے نے جو پہچانتا نہ تھا کہا "کمبخت نکل کے کچھ کھا پی، تو بھوکا ہوگا۔" یزدجرد نے کہا جب تک سرود نہ بجتا ہو میرے حلق سے نوالہ

نہیں اتر سکتا"۔ اتفاقاً وہاں ایک سرود نواز بھی موجود تھا۔ اُس نے بجانا شروع کیا اور یزدجرد نے کھانا کھایا۔ سرود نواز اُسے کھلا کے باہر نکلا تو لوگوں سے سُنا کہ شہریارِ عجم یزدجرد بھاگا ہوا ہے۔ اس کا حلیہ سنا تو مطابق پایا اور کہنے لگا اس شکل و شمائل کا تو ایک شخص فلاں چکّی والے کے گھر میں چھپا ہوا ہے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر ماہویہ تک پہونچ گئی۔ اس نے فوراً ایک پارسی سردار کو بھیجا اور حکم دیا کہ جیسے ہی یزدجرد کو دیکھنا گلا گھونٹ کے مار ڈالنا اور لاش کو دریا میں پھینک دینا

ماہویہ کی شقاوت قلبی

اس سردار نے آ کے چکّی والے سے پوچھا تو اس نے چھپایا۔ سردار نے گھر میں گھس کے تلاشی لی۔ اب بھی یزدجرد نہ ملا تو چکّی والے کو مار اپیٹا۔ مگر اُس نے کسی طرح نہ بتایا۔ اب وہ ناکام واپس جانے کو تھا کہ ہمراہیوں میں سے کسی کی ناک میں مشک کی خوشبو آئی اور حریر کے لباس کا ایک کونہ دکھائی دیا۔ اس کو پکڑ کے کھینچا تو یزدجرد برآمد ہو گیا۔ اور خوشامد کرنے لگا کہ مجھے نہ مارو۔ اور نہ کسی کو میرا پتہ بتاؤ۔ اور اس کے معاوضے میں اس نے اپنی قیمتی انگوٹھی مرصع داب اور ہاتھوں کے کڑے پیش کیے مگر قاتل نے کہا "مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ چار درہم دیجیے تو چھوڑ دوں"۔ درہم پاس نہ تھے۔ دارائے عجم نے کہا "اس انگوٹھی کی قیمت کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ اس کو لے کو میری جان چھوڑ دو"۔ مگر قطعاً انکار کیا گیا۔ آخر یزدجرد نے آبدیدہ ہو کر کہا "لوگ کہا کرتے تھے کہ تم کبھی چار درہم کو محتاج ہو گے۔ اس کو میں ہنسی سمجھتا تھا۔ آج کھلا کہ وہ بالکل سچ تھا"۔

کمال بے دردی سے یزدجرد کا مارا جانا

اب اُس نے اپنے کان سے ایک گوشوارہ اُتار کے چکّی والے سے کہا "مجھے بچاؤ" مگر سب کو جان لینے پر تلا پایا۔ ایک آہ کے ساتھ کہا "کمبختو۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ جو کوئی بادشاہوں کو قتل کرتا ہے۔ دنیا ہی میں آگ کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ مجھے قتل نہ کرو۔ بلکہ اپنے دہقان یا عربوں کے پاس زندہ پکڑ لے چلو۔ میں وہ شخص ہوں کہ وہ بھی میری جان نہ لیں گے"۔ مگر کسی نے سماعت نہ کی۔ کمان کی تانت کا پھندا بنا کے اُسے پھانسی دی۔ اور آفت زدہ شہریارِ عجم کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ پھر ماہویہ کے حکم کے بموجب اس کی لاش دریا میں پھینک دی گئی۔ مگر مرو کے ایک مسیحی مقتدا کو اس پر غیرت ہوئی۔ لاش کو پانی سے نکال کے تابوت میں رکھا۔ اور کہیں دفن کر دیا۔ بعد ازاں ماہویہ نے اس شخص کو جس نے یزدجرد کی نشان دہی کی تھی پکڑ کے اتنا مارا کہ مارتے مارتے مار ڈالا۔

قتل یزدجرد کی ایک اور روایت

ایک اور طریقے سے یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ یزدجرد قبل اس کے کہ عرب کرمان میں پہونچیں وہاں سے چار ہزار آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر مرو میں گیا۔ مرو کی آبادی کے قریب

پہونچا تو دو سوار ملے۔ جن میں سے ایک کا نام ضنجان اور دوسرے کا براز تھا! ان دونوں میں باہم عداوت تھی۔ براز نے ضنجان کی شکایت کی! اور یزدجرد نے ارادہ کیا کہ ضنجان کو موقع پا کے قتل کروا دے۔ اس ارادے کو اُس نے اپنی کسی محبوبہ کنیز پر ظاہر کیا جس نے کسی اور سے کہا! و خبر فاش ہو گئی۔ اس پر برافروختہ ہو کے ضنجان نے اپنے گروہ کو جمع کیا اور ارادہ کیا کہ یزدجرد کو پکڑ لے۔ یہ حال براز نے سُنا تو بدحواس ہو کے بھاگ گیا! اُس کے بعد خود یزدجرد کو بھی بھاگنا پڑا۔ چنانچہ اورنگ نشین آل ساسان مرو سے دو فرسخ ایک چکی کے قریب پہونچا! اور چکی والے کے گھر میں پناہ لی! اُس نے کھانا کھلایا اور کچھ انعام مانگا۔ یزدجرد نے ڈاب کمر سے کھول کے دے دی۔ اس نے کہا مجھے یہ نہیں چاہیے فقط چار درہم عطا ہوں۔ مگر درہم موجود نہ تھے۔

بعد ازاں یزدجرد کھانا کھا کے سو رہا۔ چکی والے نے غافل پا کے اس کو اپنی کدال سے مار ڈالا زیور اور کپڑے جو کچھ جسم پر تھے اُتار لیے! اور لاش پانی میں پھینک دی۔ مگر پھینکتے وقت لاش کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ اور کوئی بھاری چیز اس میں باندھ دی تاکہ پانی کے اوپر نہ اُبھر سکے۔ چکی والے نے اگرچہ یہ کارروائی بہت چھپا کے کی تھی۔ مگر ایک نصرانی پادری کو خبر ہو گئی۔ جو مرو میں دین مسیحی کی تبلیغ کیا کرتا تھا! اس نے اپنے ہم مذہبوں کو جمع کر کے کہا! "شہریار کا بیٹا مار ڈالا گیا! اور شہریار کون؟ وہ جو شیریں کا بیٹا تھا۔ وہی شیریں جو مومنہ تھی! اور ہم پر اس کے بڑے بڑے احسانات ہیں" اس تقریر کا انجام یہ ہوا کہ ان لوگوں نے مرو میں ایک دخمہ بنایا! اور یزدجرد کی لاش کو دریا سے نکال کے اس میں رکھ دیا۔

یزدجرد کا زمانۂ حکمرانی۔

یزدجرد بیس سال تک حکمران رہا۔ جن میں سے چار سال شوکت و حشمت اور شان و شکوہ سے جہاں بانی کی۔ چھ برس مسلمانوں سے لڑنے اور لڑائی کے خطرے کے برداشت کرنے میں گزرے اور باقی زمانہ بھاگنے اور ناکامی کی ذلتیں برداشت کرنے میں گزرا۔ وہ آردشیر بابکاں کی نسل کا آخری تاجدار تھا! اور اس کے بعد ملک عربوں کے لیے صاف ہو گیا! اور چونکہ اُس کے بعد کوئی اور ساسانی بادشاہ نہیں ہوا۔ لہذا عجمیوں نے اپنا سنہ اسی کی تخت نشینی کے زمانے سے جاری رکھا۔[۱] اُن میں رواج تھا کہ ہر بادشاہ کی تخت نشینی سے سنہ کا حساب قائم کرتے جو اُس کے مرنے پر ختم ہو جاتا۔

ابن عامر کی مہم جہاد کا آغاز۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد اہل خراسان نے بغاوت کر دی تھی۔ عبداللہ بن عامر نے جب

---

[۱] اخبار الطوال۔

فارس کو فتح کر لیا تو حبیب بن اوس تمیمی نے کھڑے ہو کر کہا۔ "اے امیر زمین آپ کے سامنے کھلی ہوئی ہے، اور اس میں سے تھوڑی ہی ابھی فتح ہوئی ہے۔ لہذا چلیے اور بڑھیے۔ خدا مدد و معاون ہے"۔ ابن عامر نے کہا "اس کا تو ہمیں حکم ہی ہے"۔ اور آگے کی راہ لی۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ابن عامر فارس کو فتح کر کے بصرے میں واپس آئے۔ اور شریک بن اعور حارثی کو اپنا نائب بنا کے اصطخر میں چھوڑ دیا۔ بصرے میں بھی لوگوں نے جب جہاد پر ابھارا تو زیاد کو اپنا نائب بنا کے وہاں چھوڑا اور خود لشکر کے ساتھ جہاں کشائی کے ارادے سے چل کھڑے ہوئے۔ انھوں نے بصرے سے براہ راست کرمان کا رخ کیا۔ تھوڑی دور جا کر مجاشع بن مسعود سلمی کو جن کا شمار صحابۂ رسالتؐ میں تھا اہل کرمان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے بغاوت و سرکشی اختیار کی تھی۔ اور ربیع بن زیاد حرثی کو سیستان پر حملہ کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ لوگ بھی بدعہدی کر کے باغی ہو گئے تھے۔ پھر خود ابن عامر نیشاپور کی طرف چلے اور اپنے مقدمۃ الجیش کا سردار احنف بن قیس کو مقرر کیا۔

کرمان اور سیستان کی فتح۔

فتح طبسین۔

خراسان کی سرحد پر دو قلعے تھے جن کا نام مورخین عرب طبسین بتاتے ہیں۔ یہ دونوں قلعے خراسان کے پھاٹک تصور کیے جاتے تھے۔ احنف جب ان قلعوں پر پہونچے تو وہاں کے لوگوں نے صلح کر کے اطاعت قبول کر لی! ان لوگوں کو مطیع بنا کے لشکر اسلام خراسان میں داخل ہوا اب علاقۂ کوہستان آ گیا۔ جہاں کے لوگوں نے احنف سے مقابلہ کیا اور شکست کھا کے اپنے ایک قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اتنے میں ابن عامر بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ جا پہونچے ان کو دیکھ کر کوہستان والے مایوس ہوئے چھ لاکھ درہم پیش کیے! اور صلح کر لی بعض اہل تاریخ کہتے ہیں کہ کوہستان پر حملہ امیر بن احمر یشکری نے کیا۔

علاقۂ کوہستان کی فتح۔

فتح رستاق رام۔

ایک لشکر ابن عامر نے رستاق رام پر بھیجا جو مقام نیشاپور ہی کے توابع میں تھا وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا! اور اس لشکر نے اس قلعہ کو بزور شمشیر فتح کیا۔ اور بڑھ کے اسی جوار کے مقامات باخرز اور جوین کو بھی فتح کر لیا۔ اسی سلسلے میں ابن عامر نے اسود بن کلثوم عبدی کو تھوڑے لشکر کے ساتھ علاقۂ نیشاپور کے شہر بیہق پر بھیجا انھوں نے بیہق کی فصیل کے پاس پہونچتے ہی زور و شور سے حملہ کر دیا۔ حصار شہر کے ایک شگاف میں سے اندر گھس پڑے ان کے ساتھ چند اور سربکف مسلمان بھی شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ مگر دشمنوں نے نرغہ کر کے روکا۔ اور دشمنوں کا ایک گروہ یورش کر کے ان کی پشت پر بھی آ گیا جس کی وجہ سے ان کا واپسی کا راستہ بند ہو گیا۔ اس حالت میں اسود اور ان کے جاں باز رفقا جان پر کھیل کر لڑنے لگے۔

فتح باخرز و جوین۔

ایک بہادر سالار عرب کی شہادت

اور قیامت کی لڑائی ہونے لگی جس میں اسود اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے یہ دیکھ کر ان بہادران اسلام نے جو باہر تھے، اسود کے بھائی ادہم بن کلثوم کو اپنا سردار بنایا۔ اور سب نے اس زور سے حملہ کیا کہ تھوڑی ہی دیر میں دشمنوں کو مار کے ہٹا دیا اور شہر بیہق ان کے ہاتھ پر فتح ہو گیا۔ مرحوم اسود اپنی زندگی میں اکثر دعا مانگا کرتے تھے کہ "خداوندا میرا حشر درندوں کے پیٹوں اور عرو ارغوار طیور کے پوٹوں سے ہو" جس کا لحاظ کر کے ان کے بھائی نے اور سب شہیدوں کو تو دفن کر دیا۔ مگر ان کی لاش میدان میں پڑی رہنے دی۔

فتح بیہق

خراسان کے مذکورہ شہروں کے علاوہ شہر بشت (لوگ بست نہ سمجھیں وہ دوسرا شہر ہے) اور بلاد خوزف اسفرائین و ارغیان کو بھی فتح کر لیا اور خاص شہر نیشاپور کی طرف بڑھے اہل نیشاپور نے شہر کے پھاٹک بند کر دیے اور قلعہ بند ہو کر مقابلہ شروع کیا۔ چنانچہ ابن عامر کئی مہینے تک محاصرہ کیے پڑے رہے۔ اس شہر کی ہر سمت کی محافظت ایک ایرانی مرزبان کے سپرد تھی۔ جب لڑائی کو طول ہوا اور شہر والوں کو سخت دشواریوں سے سابقہ پڑا تو ایک جانب کے مرزبان نے اہل شہر سے چھپا کر خفیہ طریقے پر مسلمانوں سے امان مانگی اور وعدہ کیا کہ "اگر مجھے امان دی گئی تو میں اس کے معاوضے میں مسلمانوں کو شہر کے اندر پہونچا دوں گا" یہ درخواست فوراً قبول کر لی گئی اور اس نے ایک رات بہادران اسلام کو شہر کے اندر پہونچا دیا اس طریقے سے سارا شہر تو فتح ہو گیا۔ مگر یہاں کا سب سے بڑا مرزبان جو سب پر افسر تھا اپنے گروہ کے ساتھ اپنی گڑھی میں قلعہ بند ہو گیا اور اب بھی لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا لیکن جب اس گڑھی پر بھی مسلمانوں نے سخت دھاوے کیے تو ہجوم یاس سے وہ مرزبان بھی چیخ اٹھا اور امان مانگی جس کے صلے میں اس نے سارے نیشاپور کے متعلق صلح کی شرطیں پیش کر دیں۔ آخر دس لاکھ درہم پیش کر کے ان لوگوں نے اپنی جانیں بچائیں۔ سارے شہر پر قبضہ ہوا اور سب سے پہلے والی نیشاپور قیس بن ہیثم سلمی مقرر ہوئے۔

اور انکا فتح

ابن عامر کی اصلی غرض یہ تھی کہ خراسان کے تمام شہر فتح کر لیے جائیں۔ اور سارا ملک قلمرو خلافت میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ انھوں نے جا بجا لشکر بھی روانہ کیے تھے۔ جن میں سے ایک بلاد نسا اور ابی ور دپر گیا اور دونوں شہروں کو بغیر اس کے کہ خونریزی کی نوبت آئے فتح کر لیا۔ ایک بہ سرداری عبداللہ بن خازم سلمی شہر سرخس پر گیا۔ سرخس والے پہلے لڑے پھر امان مانگی مگر فقط سو آدمیوں کو امان دینے کا وعدہ کیا گیا۔ مرزبان نے اس کو قبول کیا اور سو ناموں کی فہرست

فتح نسا و ابی ورد

فتح سرخس۔

پیش کر دی۔ مگر بدنصیبی سے اس میں خود اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ چنانچہ جب مسلمان شہر میں داخل ہو گئے تو سو آدمیوں کو امان دی گئی۔ اور مرزبان مع باقی لوگوں کے قتل ہوا۔ اسی اثنا میں طوس کا مرزبان ابن عامر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور چھ لاکھ درہم پیش کر کے اطاعت قبول کر لی۔

فتح طوس۔

اس کے بعد ابن عامر نے ایک لشکر ابن خازم یا کسی اور شخص کے زیر علم قدیم شہر ہرات کی طرف روانہ کیا۔ مرزبان ہرات کو خبر ہوئی تو خود ابن عامر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہرات بادغیس اور بوشنج والوں کی طرف سے صلح کر لی۔ مگر بعض مورخین کہتے ہیں کہ ہرات پر خود ابن عامر گئے تھے اہل شہر نے پہلے مقابلہ کیا۔ پھر دس لاکھ درہم پیشکش کر کے صلح کر لی۔

فتح ہرات بادغیس بوشنج۔

جب ابن عامر ان تمام شہروں پر غالب و متصرف ہو گئے تو مرو کے مرزبان نے سفارت بھیج کے بائیس لاکھ درہم پر صلح کر لی مسلمان سپہ سالار نے حاتم بن لقمان باہلی کو مرزبان مرو کے پاس بھیجا۔ اور سارا علاقہ مرو صلحاً فتح ہو گیا۔ مگر اس علاقے کے شہر سنج کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ جو حملہ کر کے بہ زور شمشیر فتح کیا گیا۔

فتح مرو۔

اسی موقع پر ابن عامر نے احنف بن قیس کو طخارستان کے فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ راستے میں وہ ایک رستاق (منڈی) پر ہو کر گزرے جو ان دنوں ستوان گرد کہلاتا تھا۔ مگر مسلمانوں کے قبضے میں آنے کے بعد رستاق احنف کے نام سے مشہور ہو گیا۔ احنف نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اور آخر وہاں کے لوگوں نے تین لاکھ درہم پیش کر کے امان حاصل کی۔ احنف نے کہا میں تم سے اس شرط پر صلح کرتا ہوں کہ ہمارا ایک شخص یکہ و تنہا جا کر شہر کے اندر قصر حکومت میں اذان دے۔ نعرۂ اللہ اکبر بلند کر کے شہر کے اندر ذرا ٹھہرے۔ اور واپس آئے۔ اس شرط کو ان لوگوں نے قبول کیا۔ اور اس سرزمین پر نعرۂ توحید بلند کرا کے احنف مرو رود[1] کی طرف بڑھے۔ وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ احنف نے میدان جنگ گرم کر کے ان کو شکست دی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔

طخارستان پر فوج کشی۔ فتح رستاق احنف۔ کفرستان میں اذان۔ فتح مرو رود۔

یہاں کا مرزبان بھی حاکم یمن باذان کا عزیز تھا جس نے حضور سرور عالم کی زندگی میں آتش پرستی سے توبہ کر کے مذہب توحید کو اختیار کیا تھا۔ اور مسلمان اُس کا بہت کچھ پاس و لحاظ کرتے تھے۔ مرزبان مرو نے احنف کو لکھ بھیجا کہ میرے عزیز باذان نے دین اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے میرا جی چاہتا ہے کہ آپ لوگوں سے صلح کر لوں۔ احنف نے اس کی درخواست قبول کی اور چھ لاکھ درہم پر صلح ہو گئی۔ اس کے بعد احنف نے ایک لشکر رستاق سنج پر بھیجا جو وہاں سے بہت سے مویشی ہنکا لایا۔ اس کے بعد وہاں کے لوگوں نے بھی صلح کا پیام بھیجا۔ اطاعت قبول کر لی۔

فتح رستاق سنج۔

[1] ان دنوں مرو کے نام کے دو شہر تھے ایک مرو شاہجہاں دوسرا مرو رود۔ مسلمانوں نے پہلے جس مرو کو فتح کیا وہ مرو شاہجہاں تھا۔

ایک فیصلہ کن لڑائی۔

ان مسلسل فتوحات سے طخارستان والوں میں وطنی حمیت کا ایسا جوش پیدا ہو گیا کہ سب مل کر آمادہ ہوئے کہ کثیر التعداد فوج جمع کر کے اور گرد و جوار کے حکمرانوں سے مدد حاصل کر کے ایک فیصلہ کن لڑائی لڑیں۔ اور مسلمانوں نے جن شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اُن کو اُن سے چھین لیں۔ آخر اُن کی کوشش سے اتنا بڑا لشکر جمع ہو گیا کہ گویا انسانوں کا سمندر تھا جو سخت ترین طوفان کی شورش سے تھپیڑے مار رہا تھا۔ اس لشکر میں گرگان (جارجیا) طالقان فاریاب اور اطراف و جوانب کی خلقت عظیم جمع ہو گئی تھی۔ احنف نے اس سخت طوفان کا حال سُنا تو فوراً دشمنوں کے اس سیلاب کی طرف کوچ کیا۔ اور دونوں حریفوں کا سامنا ہوتے ہی میدان حشر قائم ہو گیا عین معرکہ گیرو دار میں صغانیاں کے بادشاہ نے دعوے کے ساتھ احنف کو نیزہ مارا۔ احنف نے اپنے زبردست ہاتھ سے نیزہ پکڑ لیا۔ اور ایک ہی جھٹکے میں اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ آخر سخت خونریزی کے بعد دشمنوں کو شکست ہوئی اور سپہگران عرب نے بھاگنے والے دشمنوں کو ہر طرف رگید رگید کے بکثرت قتل کیا۔ اور اس عظیم الشان فتح کے بعد احنف مرو رود میں واپس آئے۔

جنگ جوزجان

چند ہی روز بعد خبر آئی کہ علاقہ گرگان کے شہر جوزجان میں کچھ اور دشمن جمع ہوئے ہیں احنف نے فوراً ان لوگوں کے استیصال کے لیے اقرع بن حابس تمیمی کو ان کی قوم کے شہسواران عرب کے ساتھ روانہ کیا۔ اور رخصت کرتے وقت یہ تقریر کی "اے بنی تمیم باہم دوست رہو، ایک دوسرے کے حال پر فیاضی کرو۔ بس اسی طرز عمل سے تمھارے سب کام بن جائیں گے۔ جہاد کو پہلے خود اپنے پیٹوں اور شرمگاہوں سے شروع کرو یعنی اپنی ہوس اور خواہشوں کو مارو۔ اگر تم سے یہ ہو سکا تو تمھارا دین پاک و درست رہے گا۔ اور خبردار باہم ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرنا۔ تم نے اس کی پابندی کی تو تمھارا جہاد درست رہے گا۔"

مجاہدین کو ان کے سپہ سالار اعظم کی نصیحت

اپنے دیندار اور بہادر سردار کی زبان سے یہ نصیحتیں سُن کر اقرع روانہ ہوئے تو جوزجان میں پہونچ کر دم لیا۔ اور دشمنوں پر ایسے سچے جوش سے حملہ کیا کہ پہلی گرد آورمی کے بعد دوسرا ہی حملہ ہوا تھا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اور جوزجان بہادران بنی تمیم کی شمشیر آبدار سے فتح ہو گیا۔

جوزجان کی فتح

فتح طالقان و فاریاب

اس کے بعد احنف نے علاقہ ہائے طالقان و فاریاب کو بھی صلحاً فتح کر لیا۔ بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ فاتح فاریاب احنف نہیں بلکہ اُمیر بن احمر تھے۔ اب تمام صوبہ جات ایران اسلام کے زیر نگیں تھے۔ اور پوری قلمرو آل ساسان قلمرو خلافت میں شامل ہو گئی۔

فتح بلخ

اب احنف نے ترکستان کا ارادہ کیا اور شہر بلخ کی طرف چلے جو علاقہ طخارستان کا مرکز حکومت تھا عربی فتوحات کی رفتار اب دشمنوں کے لیے ایسی حوصلہ شکن تھی کہ ان لوگوں کو مقابلے کی جرأت

نہ ہوئی۔ علی اختلاف الروایات چار یا سات لاکھ درہم پیش کر کے اطاعت قبول کر لی۔ اور اسید بن متشمس حاکم بلخ مقرر ہوئے۔ جس کے بعد احنف خوارزم کی طرف چلے۔ جو دریائے جیحون کے کنارے واقع ہے۔

خوارزم پر چڑھائی

اس شہر کا محاصرہ کیا اور فتح کے لیے بہت کچھ زور لگایا مگر قابو نہ چلا۔ آخر اپنے ہمراہی صاحب رائے سرداروں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حضین بن منذر نے کہا "آپ کو شہسوار عرب عمرو بن معدی کرب کا شعر یاد ہے۔" اور وہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "جب تجھ سے کوئی کام نہ ہو سکے تو اس کو چھوڑ دے اور وہ کام کر جو ہو سکتا ہو۔" احنف نے اسی مشورے پر عمل کیا۔ اور خوارزم کو غیر مفتوح چھوڑ کر بلخ میں واپس چلے آئے۔

اس میں ناکامی۔

بلخ میں اسید رقم خراج کو وصول کر چکے تھے جو از روئے معاہدہ اہل شہر کے ذمے واجب الادا تھی۔ اتفاقاً ان دنوں عید نوروز کا زمانہ تھا۔ اس موقع پر اہل شہر نے بہت قیمتی نذرانہ لا کے پیش کیا۔ جس میں بہت سے درہم و دینار کے علاوہ سواری کے جانور اور کپڑوں کے تھان وغیرہ تھے۔ اسید نے ان چیزوں کو دیکھ کر کہا "معاہدۂ صلح میں ان چیزوں کا تو اقرار نہ تھا۔" لوگوں نے کہا "اس کو صلح اور مقررہ خراج سے تعلق نہیں۔ یہ تو وہ نذرانہ ہے جس کو ہم عید نوروز کے دن ہمیشہ اپنے حاکموں کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔" یہ سن کر اسید بولے "میں اس معاملے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خدا جانے مجھے اس کے لینے کا حق ہے یا نہیں۔ مگر امانت کے طور پر میں رکھے لیتا ہوں۔ غور کے بعد فیصلہ ہوگا کہ یہ چیزیں لی جائیں یا نہیں۔" پھر جب احنف واپس آ گئے تو اسید نے اس نذرانے کا حال ان سے بیان کیا۔ احنف نے پھر اہل شہر کو اپنے سامنے بلوایا۔ اور نذرانۂ نوروز کے بارے میں سوال کیا۔ سب نے وہی جواب دیا جو اسید سے کہہ چکے تھے۔ اب اسید نے وہ سب چیزیں حاکم خراسان ابن عامر کے پاس بھیج دیں۔ ابن عامر نے اسید سے دریافت کیا کہ "تم اس نذرانے کو کیوں نہیں لیتے؟" انھوں نے صاف جواب دیا کہ "مجھے ان کی ضرورت نہیں۔" یہ جواب پا کر ابن عامر نے ان چیزوں کو اپنے وہاں کے خزانے میں داخل کر لیا۔

نوروز کا نذرانہ۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین اسلام جب پہلے پہل عراق کی سرحد پر نمودار ہوئے تھے۔ اس وقت ان کا اتقا کس درجہ کا تھا۔ اور اب سارا ایران و ترکستان فتح کر لینے کے بعد ان کے بعض سرداروں کی کیا حالت تھی۔ اگرچہ اسید کے ایسے نیک نفس متقی ابھی فنا نہیں ہوئے تھے۔

یہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ خراسان میں داخل ہونے سے پہلے ہی ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو فتح کرمان پر مامور کیا تھا۔ مجاشع آندھی اور بجلی کی طرح کرمان کے شہر ہمید پر جا پڑے۔ اور اس کو

کرمان میں مجاشع کی فتح ہمید

بہ زورِ شمشیر فتح کرلیا۔ تاہم لوگوں کو امان دی۔ اور وہاں ایک عالیشان قصر بنایا جو مدت دراز تک قصر مجاشع کے نام سے مشہور رہا۔ پھر آگے بڑھ کے شہر سیرجان پر پہونچے جو کرمان کا مرکزِ حکومت تھا۔ اہل شہر نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ شروع کیا۔ مجاشع چند روز تک گھیرے پڑے رہے پھر ایک روز چاروں طرف سے دھاوا کرکے فصیل کے اندر گھس پڑے اور فتح کرلیا۔ یہاں کے لوگوں نے چونکہ بدعہدی اور دغابازی کی تھی اس لیے سب جلاوطن کر دیے گئے۔ بعدازاں مجاشع نے بہ زورِ شمشیر شہر جیرفت کو فتح کیا۔ ان بڑے بڑے شہروں کے فتح کر لینے کے بعد صحابی سپہ سالار نے سارے کرمان کا دورہ کیا۔ اور جہاں قلعہ بندیاں اور مخالفت و عداوت کی بنیادیں نظر آئیں ان کو منہدم کر کے بغاوت کی قوت بالکل پامال کر ڈالی۔

فتح سیرجان

فتح جیرفت

اس کے بعد مجاشع قوم قفص (افاغنہ) کے سر پر جا پہونچے۔ ان لوگوں کے علاقے میں مفرور جلاوطن عجمیوں کا ایک گروہ کثیر جمع ہو گیا تھا۔ ان کی پامالی اور سرکوبی کی۔ اور سارے ملک پر مجاشع کا ایسا رعب بیٹھ گیا کہ بہت سے مفسد و فتنہ جو اہل کرمان تو جہازوں پر سوار ہو کے بھاگ گئے۔ جنھوں نے مکران میں جا کے قرار لیا۔ اور بہت سے سیستان میں چلے گئے۔ فتحمند عربوں نے ان کے مکانوں اور انکی زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ جن میں سے کسی کسی جگہ مسلمانوں نے کھود کے دفینے برآمد کیے اور دولت حاصل کی اور خلافت کو مزروعہ زمینوں کا عشر ادا کرنے لگے۔

افاغنہ پر حملہ

ناظرین یہ بھی پڑھ آئے ہیں کہ ابن عامر نے ربیع بن زیاد حرثی کو سیستان کی فتح پر مامور کیا تھا۔ وہ منازل سفر طے کر کے قلعۂ زالق پر پہونچے۔ خاص نوروز کے دن جب کہ قلعہ والے جشن منا رہے تھے حملہ کر کے قلعہ میں گھس پڑے۔ شہر کو لوٹا۔ اور وہاں کے حاکم دہقان کو اسیر کر لیا۔ اُس نے بکری کی ایک کھال سونے چاندی سے بھر دی تو جان کی امان پائی۔ اور عربوں اور اہل فارس میں جو شرطیں ہوئی تھیں انھیں شرطوں پر صلح کر کے سرِ اطاعت جھکا دیا۔ اس کے بعد ربیع کرکویہ نام ایک شہر میں پہونچے۔ وہاں لوگوں نے اطاعت قبول کی۔ اور ربیع زرنج کی طرف بڑھے جو سیستان کا دار الحکومت تھا۔ راستے میں روشت نام ایک شہر سامنے آیا تو اس پر حملہ کر دیا۔ اہل روشت لڑنے کو تیار ہو گئے۔ اور ایسی شجاعت و جانبازی سے لڑے کہ اُن کے اسلحہ سے چند مسلمان شہید ہو گئے لیکن لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ دشمنان اسلام ہمت ہار کے بھاگ گئے۔ اور عربوں نے ایسے غیظ و غضب کے ساتھ تعاقب کیا کہ اہل سیستان کی ایک خلقت عظیم قتل ہو گئی۔

سیستان میں ربیع کے کارنامے۔ فتح زالق۔

فتح کرکویہ

فتح روشت

اب ربیع نے آگے سبقت کی اور ناش رود اور سرواد کو فتح کر کے خاص زرنج کے سامنے

فتح ناش رود و سرواد

خیمے ڈال دیے۔ اہل زرنج نے بڑھ کے مقابلہ کیا۔ مگر پہلے ہی معرکہ میں ایسی شکست کھائی کہ قلعہ میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ اور لشکر اسلام نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر زرنج کے مرزبان نے صلح کی درخواست کی۔ اور کہلا بھیجا کہ مجھے امان دی جائے تو بذات خود حاضر ہو کے اپنی درخواست پیش کروں۔ اُس کو امان دی گئی اور وہ آیا۔ مگر یہاں مسلمانوں کو اس عجیب خوفناک شان میں پایا کہ خود ربیع اور تمام مسلمان کسی نہ کسی لاش پر بیٹھے ہیں۔ اور کسی دوسری لاش سے تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ مرزبان پر اس منظر کا نہایت خوفناک اثر پڑا اور اسی وقت عاجزی سے کہا کہ "میری درخواست صلح قبول کر لی جائے میں اس کے معاوضے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک ہزار خوب رو کمان ابرو غلام پیش کروں گا۔ جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سونے کا جام ہوگا" بہر حال صلح ہو گئی۔ مرزبان نے اپنی شرط پوری کی اور مسلمان شہر میں داخل ہوئے۔

فتح زرنج

یہاں سے بڑھ کے ربیع سناروذ نام ایک ندی کے پار اُترے۔ اور ایک گانوءں میں پہونچے جو رستم زریان کا اصطبل مشہور تھا۔ وہاں کے لوگ بر سر پرخاش ہوئے تو مسلمانوں نے مقابلہ کر کے انھیں شکست دی۔ اور اُن لوگوں کو مطیع فرماں بنا کے شہر زرنج میں واپس آئے۔ جہاں ربیع کا پورے ایک سال تک قیام رہا۔ جس کے بعد وہ اپنی طرف سے ایک شخص کو عامل سیستان مقرر کر کے ابن عامر کے پاس واپس چلے آئے۔

فتح موضع اصطبل رستم

مگر ان کے پلٹتے ہی سیستان والوں نے اُس عامل کو نکال باہر کیا۔ اور بغاوت اختیار کر لی ربیع کی حکومت سیستان میں ڈیڑھ سال تک رہی۔ اس ملک سے انھوں نے چالیس ہزار لونڈی غلام اسیر کیے ربیع کے منشی اس مہم میں حضرت حسن بصری تھے جن کے نام سے شاید کوئی مسلمان ناآشنا ہوگا۔

بغاوت سیستان

حسن بصری ربیع کے منشی تھے

اہل سیستان کی سرکشی کی خبر ابن عامر کو پہونچی تو عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس کو والی سیستان مقرر کر کے بھیجا۔ انھوں نے آتے ہی زرنج کا محاصرہ کر لیا۔ اور جب بدعہد و باغی اہل شہر جان سے عاجز آئے تو دو لاکھ درہم اور دو ہزار غلامان خوبرو پیش کر کے سند امان حاصل کی۔ عبدالرحمن نے زرنج پر قبضہ پاتے ہی قدم آگے بڑھایا اور زرنج سے کش تک سارا علاقہ زیر فرمان کر لیا۔ یہ شہر کش ہندوستان کی جانب واقع ہے اس کے بعد عبدالرحمن نے دوسری طرف رُخ کیا تو اس علاقے کو جو زرنج سے دوان تک پھیلا ہوا ہے مطیع و منقاد بنا لیا۔ دوان پر پہونچ کے انھوں نے لشکر دوان کو کوہ زور کے درمیان میں گھیر لیا۔ اور جب ان لوگوں نے ہمت ہار کے اطاعت قبول کر لی تو فتحیابی کے کروفر سے شہر دوان میں داخل ہوئے۔ زور جس کی جانب مذکورہ بالا پہاڑ منسوب تھا ایک بت کا

عبدالرحمن بن سمرہ نئے والی سیستان

عبدالرحمن کا مکرر فتح زرنج تا کش

فتح دوان

نام ہے جس کی سورت سونے کی بنی ہوئی تھی اور آنکھوں کی جگہ دو لعل شب چراغ جڑے ہوئے تھے۔ عبد الرحمن نے فتحیاب ہوتے ہی سورت کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا اور آنکھوں سے دونوں لعل اکھاڑ لیے پھر سونے اور دونوں لعلوں کو مرزبان کے حوالے کر کے کہا "ان چیزوں کو تمہیں لیجاؤ۔ مجھے اِن کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا مقصد فقط یہ بتانا تھا کہ یہ بُت نہ اپنے آپ کو بچا سکتا ہے اور نہ کسی اور کو کچھ نفع یا ضرر پہونچا سکتا ہے"۔

بت شکنی

اس واقعہ کے بعد عبد الرحمن نے کابل اور زابلستان کو فتح کیا۔ زابلستان سے مراد وہ سارا علاقہ ہے جو شہر غزنین کے توابع میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کامیابیوں اور فتحوں کے بعد وہ زرنج میں واپس آئے۔ اور وہیں تھے کہ خلافت عثمانی کا انتظام درہم برہم ہونے لگا۔ اس وقت وہ امیر بن احمر یشکری کو اپنی جگہ چھوڑ کے واپس چلے آئے۔ مگر اہل سیستان بھی بغاوت و شورش میں ایسے مشاق تھے کہ ان کے ہٹتے ہی پھر بغاوت کر دی۔ اور امیر کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔

فتح کابل و زابلستان۔

سیستان پھر باغی ہو گیا۔

کرمان و سیستان کی فتحیں بھی دراصل ابن عامر ہی کے کارناموں میں شامل تھیں۔ یہ سب فتحیں پوری ہو گئیں تو لوگوں نے اُن سے کہا "جیسی نمایاں اور وسیع فتحیں آپ کو حاصل ہوئی ہیں کسی کو نہیں نصیب ہوئیں۔ فارس، کرمان، سیستان، خراسان، طالقان، اور طخارستان سب کو خدا نے آپ کے ہاتھ سے فتح کرایا"۔ انھوں نے کہا "بیشک۔ اور اس کے شکریے میں مجھ پر واجب ہے کہ یہیں سے احرام باندھ کر حج کروں۔ چنانچہ انھوں نے عمرے کا احرام باندھا اور ارض حجاز کی راہ لی۔ اور عمرہ ادا کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

فتح کی شکرگزاری میں ابن عامر کا حج۔

خراسان میں وہ اپنی جگہ قیس بن ہیثم کو چھوڑ گئے تھے۔ قیس نے اُن کے چلے آنے کے بعد طخارستان کا دورہ کیا۔ اور جس شہر میں گزر ہوا۔ وہاں کے لوگوں کو مطیع و منقاد پایا۔ اور سب نے اظہار اطاعت و انقیاد کیا۔ یہ دورہ ختم کر کے وہ سمنگان میں پہونچے تو وہاں کے لوگوں نے سرکشی کی۔ انھوں نے فوراً محاصرہ کر لیا۔ اور بزور شمشیر فتح کر کے اس علاقے کو بھی قلمرو خلافت میں شامل کر لیا۔

فتح سمنگان

پانچویں فصل

دیگر فتوحات اسلام اور حضرت عثمانؓ کے مخالفین

چند واقعات قسطنطینیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ۔ ایک مجاہدہ خاتون۔ بغاوت قفقاز۔ جنگ بلنجر ذوالنورینؓ کی شہادت اور مسلمانوں کو شکست۔ ترکستان میں قارن کی شورش۔ چالاک ابن خازم۔ ان کی کارگزاری۔ فتح عظیم۔ قارن مارا گیا ابن خازم حاکم خراسان۔ حضرت عباسؓ و دیگر اکابر صحابہ کی وفات۔ روم و مصر میں عزل کی حملے۔ ترکستان میں فتحیں۔ قبرص دوبارہ فتح ہوا۔ قبرص میں مسلمانوں کا آباد ہونا سعید والی کوفہ اور ان کے ہم صحبت۔ کوفے میں فتنے کا آغاز۔ حضرت عمرؓ کی مآل اندیشی۔ یہی واقعہ دوسری روایت سے۔ مخالفین خلافت۔ مخالفین اور حضرت معویہ۔ ان لوگوں کی کیفیت بارگاہ خلافت میں۔ عثمانؓ خلافت اور عبدالرحمن بن خالد۔ مالک اشتر بارگاہ خلافت میں۔ بصرے کا فتنہ۔ عبداللہ بن سبا یہودی کے عقائد اس کی فتنہ انگیزی۔ غلط افواہوں کی تفتیش۔ عمار بن یاسر کا فتنے میں پڑ جانا سنہ ۳۴ھ کا حج۔ وفات مقداد۔

چند واقعات

اسی سنہ ۳۱ھ میں جناب معویہ کے والد حضرت ابوسفیان نے اٹھاسی برس کی عمر میں سفر آخرت کیا۔ اور ختم سال کے وقت جب حج کا زمانہ آیا تو خود حضرت عثمانؓ امیر حج بن کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔

قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ۔

اب سنہ ۳۲ھ م سنہ ۱۸ھ محمدی (سنہ ۶۵۳ء) شروع ہوا اس سال کے اہم واقعات میں سے ہے کہ حضرت معویہ نے جو جزیرۂ قبرص کو فتح کر چکے تھے! اور ان کا زبردست بیڑہ جزائر یونان پر تاختیں کر رہا تھا۔ ارادہ کیا کہ قیصر روم کے مرکز حکومت یعنی خاص قسطنطنیہ پر حملہ کریں۔ چنانچہ وہ بذات خود اپنے بیڑے کو لے کر دورۂ دانیال میں گھس گئے اور قسطنطنیہ پر دھاوا کر دیا۔ زنان اسلام کی اولوالعزمیوں کی یادگار رہیگا یہ واقعہ بھی مورخین کی زبان پر ہے کہ اس بحری مہم میں حضرت معویہ کی بیوی عائشہ بنت قرظہؓ کو بعض اہل روایت فاختہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اپنے بلند حوصلہ شوہر کے ساتھ شریک جہاد تھیں اسی زمانے میں مسلمانوں کو جار جیا والوں اور علاقۂ قفقاز کے ترکوں سے

ایک مجاہدہ خاتون۔

بغاوت قفقاز۔

ایک شکست بھی ہو گئی اس کا باعث یہ ہوا کہ عساکر خلافت نے جب ان پر متواتر فوج کشیاں کیں

اور غلبہ حاصل کیا تو انھوں نے آپس میں مل کر کہا "ہم ایسے محفوظ مقام میں ہیں کہ اس سے پہلے کوئی غنیم یہاں تک پہونچ ہی نہ سکتا تھا۔ مگر اب یہ حالت ہو گئی کہ عربوں کا ایک چھوٹا گروہ ہمیں برابر زک دے رہا ہے اور ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔" کسی نے کہا "اس کا باعث یہ ہے کہ عرب لوگ مرتے ہی نہیں ہیں۔ کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ کسی میدان میں کوئی عرب بھی زخمی ہو کر گرا ہو۔" اور لوگوں نے کہا "اچھا پہلے اسی کا امتحان کر لو کہ یہ چوری حملہ آور مارے بھی جا سکتے ہیں یا نہیں۔" چنانچہ اُن کے چند مسلح آدمی وروں اور کھوہوں میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ اور جیسے ہی دو ایک عرب اتفاق سے اُدھر سے گزرے نکل پڑے اور اُن کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ اس واقعہ کی جیسے ہی خبر پہاڑوں میں پھیلی ہر طرف خوشیاں منائی گئیں کہ ہم بھی عربوں کو قتل کر سکتے ہیں۔ فوراً سارے ملک میں جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ اور سب نے باہم عہد و پیمان کیا کہ ہم جان پر کھیل کے عربوں سے مقابلہ کریں گے۔ اس کے بعد غدر کے لیے ایک دن مقرر ہو گیا۔ اتفاق کی بات کہ یہاں کے والی عبد الرحمن بن ربیعہ کو جو ذوالنون کے لقب سے مشہور تھے (ذوالنون اصل میں اُن کی تلوار کا نام تھا) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا تھا کہ تمھاری ولایت کی رعایا مخالفت کے لیے زیادہ تیار ہوتی جاتی ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کو وہاں نقصان نہ پہونچ جائے مگر عبد الرحمن نے خلافت کی اس ہدایت کا مطلق خیال نہ کیا بلکہ بڑھ کے اُن کے شہر بلنجر پر حملہ کر دیا۔ وہاں تمام پہاڑی ترک جا رجیا والوں کے ساتھ جمع ہو گئے تھے۔ اور مسلمانوں کی روک تھام کے لیے دشمنوں کا بڑا زبردست لشکر موجود تھا۔ دونوں حریفوں کا سامنا ہوتے ہی سخت لڑائی چھڑ گئی جس میں حضرت ذوالنون جانبازی سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور اُن کے ہمراہی مجاہدین عرب کے معمول قدیم کے خلاف شکست کھا کے بھاگے۔ بھاگتے وقت اُن کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک پہاڑوں کی طرف بھاگا۔ اور عبد الرحمن کے بھائی سلمان بن ربیعہ سے جا ملا۔ جن کو سعید بن عاص نے حسب فرمان خلافت عبد الرحمن کی کمک پر بھیجا تھا۔ دوسرا گروہ جیلان اور گرگان کی طرف بھاگا۔ اس میں حضرت سلمان فارسی اور ابو ہریرہ کے ایسے نامور صحابی اور اُن کے علاوہ اور بہت سے اکابر اسلام بھی موجود تھے۔ اس شکست کی خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہونچی تو بے اختیار اُن کی زبان سے نکلا "انا للہ وانا الیہ راجعون بہادران کوفہ کی یہ حالت ہوئی! خداوندا اُن کا قصور معاف کر! اور اُن کی توبہ درجہ قبولیت حاصل کرے۔"

اسی طرح کی ایک ناگوار شورش اس سال علاقہ ترکستان اور سرحد خراسان میں بھی مچ گئی۔ یہاں قارن نام ایک فتنہ انگیز شخص پیدا ہوا جس نے مقام طبسین و بادغیس و ہرات اور کوہستان ترک کے لوگوں کو

جنگ بلنجر

ذوالنون کی شہادت اور مسلمانوں کو شکست

ترکستان میں قارن کی شورش۔

مسلمانوں کی مخالفت پر ابھار کے چالیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جمع کر لیا! اور اس کو لے کر مقابلے کے لیے بڑھا۔ یہ حال سن کر حاکم خراسان قیس نے اپنے عزیز ابن خازم سے پوچھا "آپ کی کیا رائے ہے؟" انھوں نے کہا "میرے نزدیک آپ اتنے بڑے زبردست لشکر سے مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا سیدھے بصرے میں ابن عامر کے پاس چلے جائیے اور ان کو دشمنوں کی کثرت سے آگاہ کیجیے۔ آپ جب تک وہاں سے زبردست لشکر لے کے آئیں ہم مختلف شہروں میں قلعہ بند ہو کر دشمنوں سے لڑیں گے۔ اور کمک کے انتظار میں لڑائی کو طول دیں گے"۔ چنانچہ قیس نے اس مشورے کو پسند کیا۔ اور خراسان کو چھوڑ کے بصرے میں واپس گئے۔ ابن عامر نے صورت دیکھتے ہی ناراضی ظاہر کی کہ تم اپنے علاقہ کو چھوڑ کر کیوں چلے آئے؟ اور قارن کی شورش کی وجہ سے سخت متردد تھے۔

بہادری ابن خازم۔ مگر ابن خازم نے یہ کارروائی کی کہ قیس کے جاتے ہی لوگوں کو ایک فرمان دکھا کے باور کرایا کہ ابن عامر نے مجھی کو حاکم خراسان مقرر کیا ہے! اور چار ہزار بہادران عرب کو اپنے ساتھ لے کر قارن کے مقابلہ کو روانہ ہو گئے۔ روانہ ہوتے وقت ہمراہیوں کو حکم دیا کہ سب لوگ جہاں تک ممکن ہو چربی اور تیل ساتھ لے لیں۔ قارن کے قریب پہونچے تو حکم دیا کہ ہر شخص اپنے نیزے کی نوک پر کوئی چیتھڑا یا روئی لپیٹ کے مشعل بنائے! اور اس کو چربی یا تیل میں خوب اچھی طرح تر کر لے۔ تھوڑا دن باقی تھا کہ یہ تدبیر کر کے یہاں سے بھی بڑھے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ شام ہو گئی۔ چھ سو آدمیوں کو مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے آگے بڑھایا! اور حکم دیا کہ سب اپنی مشعلیں روشن کر لیں۔ ان کے پیچھے باقی فوج کے ساتھ خود بڑھے اور قریب پہونچ کر ان کی مشعلیں بھی روشن کرا دیں۔ آدھی رات کے وقت ناگہاں مقدمۃ الجیش کے بہادر مشعلیں روشن کیے ہوئے قارن کے سامنے نمودار ہوئے۔ وہ نہایت پریشان ہوا کہ یہ لوگ کیا کرنے والے ہیں مگر اتنا اطمینان تھا کہ مشعلیں ساتھ رکھنے کی وجہ سے یقین ہے کہ میرے لشکر پر شبخون نہ ماریں گے! اتنے میں ابن خازم اپنے بھارے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے! اور باغی عجمیوں کو یکایک نظر آیا کہ داہنے بائیں ہر طرف جنگل میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اس منظر کا ان پر سخت دہشتناک اثر پڑا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھتے اور گھبرا رہے تھے کہ یکایک ابن خازم نے حملے کا حکم دے دیا۔

فتح عظیم۔ اور مسلمان اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے بڑھے۔ ہنوز مقابلے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ دہشت زدہ عجمی بھاگے جو رات کے اندھیرے میں ادھر ادھر بھٹکنے لگے۔ اور مسلمانوں نے گھیر گھیر کے قتل کرنا شروع کیا۔ خود قارن مارا گیا! اور اس کا سارا لشکر دم بھر میں پامال ہو گیا۔

قارن مارا گیا۔

صبح ہوتے ہی ابن خازم نے عبداللہ بن عامر کو فتح کی خوشخبری لکھی! اُن کو عین تردد کی حالت میں

ابن خازم حاکم خراسان۔

یہ خبر پہونچی۔ اوراس معرکے کا مفصل حال معلوم ہوا تو بہت ہی خوش ہوئے۔ ابن خازم کی کارگزاری کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اور یا تو اُن سے ناراض تھے یا لکھ بھیجا کہ اس وقت سے تم ہی خراسان کے والی و حاکم ہو۔"

حضرت عباس و دیگر اکابر صحابہ کی وفات

اسی ۳۲ھ میں حضرت رسول خدا صلعم کے عم محترم حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے اٹھاسی برس کی عمر میں عالم بقا کی راہ لی۔ اور دنیا سے وہ برکت اٹھ گئی جو خلافت اسلامیہ کو باہمی اختلاف اور بدنظمیوں سے بچائے ہوئے تھی۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ہی سے فتنوں اور ہنگاموں کا دروازہ کھل گیا۔ اسی سال حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے بھی دنیا کو رخصت کیا۔

روم و مصر پر عربی حملے

اب ۳۴ھ م ۸۳ سنہ محمدی (۶۵۴ء) شروع ہوا۔ حضرت معاویہ نے اس سال مملکت روم کے علاقہ ملطیہ میں حصن المراۃ نام ایک قلعہ پر حملہ کیا۔ اسی طرح عبداللہ بن سعد نے افریقیہ پر دوبارہ چڑھائی کی اس لیے کہ وہاں کے لوگوں نے بغاوت کر دی تھی۔

ترکستان میں فتحیں۔

شرقی سرحد خلافت کی جانب احنف نے حملہ کر کے دونوں مرووں کو دوبارہ فتح کر لیا۔ اور بعض مورخین ابن عامر کی مذکورہ سابق فتحوں کو بھی اسی سال بتاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس بعض اہل روایت جزیرۂ قبرص کی فتح کو بھی اسی سال بتاتے ہیں۔ مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزیرۂ مذکور کی پہلی فتح تو اسی زمانے میں ہوئی جبکہ بتائی گئی ہے۔ مگر ۳۲ھ میں رومیوں نے جہازوں کے ذریعے سے ایک لشکر عظیم بھیج کر اُن کی مدد کی۔ اور انھوں نے سرکشی اختیار کر لی۔ یہ حال جناب معاویہ نے سُنا تو ۳۳ھ میں زور و شور سے بحری حملہ کر کے قبرص کو دوبارہ فتح کیا۔ رومیوں کو پامال کیا۔ اور جزیرے میں سے کثیر المقدار مال غنیمت کے ساتھ بہت سے لونڈی غلام بھی پکڑ لائے۔ جدید معاہدۂ صلح کے ذریعے سے اُن کو از سر نو مطیع و منقاد بنایا۔ اور بارہ ہزار مسلمان وہاں بھیج کے آباد کر دیے جنھوں نے جزیرۂ مذکور میں مسجدیں بنائیں اور وہاں اپنا ایک خاص شہر بسا لیا۔ اس دوسرے حملے کو بعض مورخین ۳۵ھ میں بتاتے ہیں۔

قبرص دوبارہ فتح ہوا۔

قبرص میں مسلمانوں کا آباد ہونا۔

سعید والی کوفہ اور ان کے ہم صحبت۔

ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں کہ خلافت اسلامیہ کی قلمرو میں فتنوں کا آغاز اسی زمانے سے ہوا۔ جس کی بنیاد یوں پڑی کہ ولید کو جب میخواری کا الزام دیا گیا حضرت ذی النورینؓ نے اُن کی جگہ سعید بن عاص کو والی کوفہ مقرر کر کے حکم دیا کہ ولید کو دار الخلافت مدینہ میں بھیج دیں۔ سعید نے ولید کو مدینے روانہ کرنے کے بعد مسجد اور منبر کو دھلوایا۔ اور معززین کوفہ میں سے مجاہدین قادسیہ اور قاریان قرآن مجید کو اپنی صحبت اور مشورے کے لیے منتخب کیا۔ یہ لوگ اُن کی اندرونی صحبتوں میں شریک ہوا کرتے

مگر جب وہ باہر نکلتے تو ہر شخص باریاب ہو سکتا۔

کوفہ میں فتنے کا آغاز۔

یہی رفقا ایک روز ان کی صحبت میں تھے کہ برسبیل تذکرہ حبیش (اسدی) کی زبان سے نکلا "طلحہ بن عبید اللہ بڑے فیاض شخص ہیں"۔ سعید نے کہا "جس شخص کے پاس نشاستج کی سی زمین ہو اسے بخدا ایسا ہی فیاض ہونا چاہیے۔ ایسی کوئی زمین میرے پاس ہوتی تو تم لوگ خوب چین کرتے"۔ حبیش کا بیٹا عبدالرحمن بہت نوعمر آدمی تھا امیر کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بولا "میرا تو خدا کی قسم یہ جی چاہتا تھا کہ یہ زمین آپ ہی کے قبضہ میں ہوتی"۔ نشاستج اس علاقے کی بہترین زمین تھی جو کوفہ کے قریب دریائے فرات کے کنارے واقع تھی۔ اور تاجداران آل ساسان کے عہد میں ہمیشہ خاص بادشاہوں کی جاگیر رہا کرتی۔ عبدالرحمن کے یہ الفاظ سن کر اور لوگ جو شریک صحبت تھے بگڑے اور کہا "ماشاء اللہ اب تم لوگوں کی ایسی ہوسیں ہیں"! ان لوگوں کو برافروختہ دیکھ کر حبیش نے کہا "عبدالرحمن ابھی لڑکا ہے آپ حضرات اس کے کہنے کا خیال نہ کریں"۔ مگر معترضوں کا غصہ فرو نہ ہوا اور کہنے لگے "خوب، سارے علاقۂ سواد کی تمنا اور سعید کے لیے"! حبیش نے کہا "اور اس کو آپ نہیں دیکھتے کہ اس سے بہت زیادہ اور اس کی دونی چوگنی تمنائیں آپ کے لیے ہیں"۔ مگر مالک اشتر جندب۔ ابن ذی الحنکہ، صعصعہ، ابن کوا، کمیل اور عمیر جو معترض تھے ان کی کسی طرح تسلی نہ ہوئی اسقدر بگڑے کہ اسی صحبت میں عبدالرحمن کو پکڑ کے مارنے پیٹنے لگے۔ عبدالرحمن کے باپ حبیش نے روکنا چاہا تو ان کو بھی مارا یہاں تک کہ دونوں پٹتے پٹتے بیہوش ہو گئے۔ سعید گو کہ امیر تھے مگر انھوں نے بجائے اس کے دباؤ ڈال کر حکم سے کام لیں قسمیں دلا دلا کے روکتے اور منع کرتے رہے مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی۔

اس اثنا میں یہ خبر مشہور ہوئی اور بنی اسد تک پہونچی جو حبیش کے قبیلے والے تھے انھوں نے نرغہ کر کے قصر امارت کو گھیر لیا جس کے اندر یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ محاصرہ کرنے والوں میں خود طلیحہ بھی موجود تھے۔ اور تھوڑی دیر میں اور قبائل عرب بھی قصر کے گرد آ کے جمع ہو گئے۔ اور سب سعید سے دادخواہ ہوئے۔ سعید باہر نکل آئے۔ اور کہا "چند لوگوں میں باہم کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ مگر خدا نے خیریت کی۔ اور اب کوئی اندیشے کی بات نہیں ہے"۔ بہرحال سب کو سمجھا بجھا کے واپس کر دیا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد جب حبیش اور ان کے بیٹے کو ہوش آیا تو کہنے لگے "ہم آپ کے ان انیسان صحبت سے سمجھ لیں گے"۔ سعید نے کہا "اب تم کبھی ان لوگوں کو میری صحبت میں نہ پاؤ گے مگر اتنا کرو کہ اپنی زبانوں کو روکے رہو تاکہ جھگڑا نہ بڑھے"۔ اس کا وعدہ کر کے دونوں باپ بیٹے اپنے گھر گئے۔ اور

جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا۔ میں نے کسی کے سامنے حرفِ شکایت زبان سے نہ نکالا۔ اور خاموش رہے
اگر وہ لوگ جنھوں نے ان کو مارا تھا فساد سے باز نہ آئے۔ اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور سعید
کی مخالفت کرتے کرتے خود حضرت عثمان رضی پر اعتراض کرنے لگے۔

حضرت عمرؓ کی مآل اندیشی

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے جو نہایت سختی سے حکم دیا تھا کہ عرب لوگ
اپنے وظائف مقررہ پر قناعت کریں۔ اور دیگر ممالک میں کوئی زمین مول نہ لیں کتنی بڑی مصلحت پر مبنی
تھا۔ اُن کی تاکید تھی کہ عرب جہاں رہیں عرب مجاہد بنے رہیں۔ وہاں کے رئیس و زمیندار نہ بنیں حضرت
عثمانؓ کے زمانے میں یہ روک اُٹھا دی گئی۔ اور معززین عرب مملکت عجم کے ایسے رئیس اعظم بن گئے
دارائے عجم کی خاص جاگیر ان کے قبضے اور تصرف میں تھی۔ اور اسی کا انجام تھا کہ باہمی حسد و منافست کے
جذبات بھی اُن میں پیدا ہو گئے۔

یہی واقعہ دوسری روایت سے۔

مذکورۂ بالا واقعہ کو بعض لوگوں نے اس عنوان سے بیان کیا ہے کہ سعید بن عاص کے گھر یعنے
قصرِ امارت کوفہ میں شعر خوانی کی صحبت رہا کرتی جس میں مالک بن کعب۔ اسود بن یزید نخعی اور مالک اشتر
نخعی وغیرہم کے ایسے معززین کوفہ شریک ہوا کرتے۔ ایک دن اتفاقاً اس صحبت میں سعید کی زبان سے
نکلا "سواد کا علاقہ قریش کا باغ ہے"۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عربوں نے یہاں کتنی جلدی کثرت
سے زمینداریاں پیدا کر لی تھیں۔ اور رئیس و مرزبانِ عجم بن گئے تھے۔ سعید کے اس جملے پر مالک اشتر نے
بگڑ کے کہا "تو آپ کے خیال میں یہ سرزمین عراق جسے ہماری تلواروں نے فتح کیا ہے آپ کے اور آپ کی
قوم کے لیے ہے؟" اس معاملے میں جب یہ لوگ زیادہ دیر تک سعید سے اُلجھتے رہے تو عبدالرحمن اسدی
نے جو شہر کے کوتوال تھے ڈانٹ کر کہا "ایں۔ تم لوگ امیر سے زبان لڑاتے اور سختی و درشتی کے لہجے
میں گفتگو کرتے ہو"۔ عبدالرحمن کے یہ الفاظ سنتے ہی مالک اشتر نے کہا "لوگو اس شخص کو نہ چھوڑنا چاہیے"
ساتھ ہی سب کے سب عبدالرحمن پر جھپٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ عبدالرحمن بیچارے بیہوش ہو گئے۔
اس پر بھی مارتے رہے۔ اور ٹانگیں پکڑ کے انھیں زمین پر کھینچا۔ بعد ازاں جب عبدالرحمن کے منھ پر
پانی چھڑکا گیا اور انھیں ہوش آیا تو بولے۔ "افسوس مجھے اس شخص نے مارا جسے آپ کی صحبت کے لیے
میں ہی نے منتخب کیا تھا"۔ سعید نے کہا "خیر جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ اب آئندہ شعر خوانی کے لیے میرے
یہاں کوئی نہ آئے گا"۔

مخالفین خلافت

اس صحبت کے ٹوٹنے کے بعد وہ لوگ گھروں میں بیٹھ کر سعید کو اور اُن کے ساتھ حضرت عثمان غنیؓ
کو بھی بُرا بھلا کہنے لگے۔ چند روز میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے۔ اور ان کی تعداد بڑھی۔

یہ رنگ دیکھ کر سعید اور دیگر شرفائے کوفہ نے حضرت عثمانؓ کو اطلاع کی۔ اور لکھا کہ "ان لوگوں کا یہاں سے نکال دیا جانا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے" جواب آیا کہ "ان لوگوں کو شام میں معٰویہ کے پاس بھیج دو" اور ساتھ ہی حضرت عثمانؓ نے جناب معٰویہ کو لکھا کہ "چند لوگ جو کوفے میں آتش فساد بھڑکا رہے ہیں۔ تمھارے پاس آتے ہیں اُن کی نگرانی رکھو۔ انھیں فتنہ انگیزی سے روکو۔ اس میں اگر ان سے صلاحیت ظاہر ہو تو فبہا۔ اور اگر ان پر تمھارا بھی زور نہ چلے تو انھیں میرے پاس بھیج دو"

مخالفین اور حضرت معٰویہ

الغرض وہ لوگ دمشق میں پہونچے۔ جناب معٰویہ نے اُن کو کنیسہ مریم میں اُتارا۔ اُن کے نام پر وہی وظیفہ جاری کر دیا جو انھیں عراق میں خزانۂ خلافت سے ملا کرتا تھا۔ اور روز صبح و شام کو انھیں اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کے کھلاتے۔ دو چار روز بعد بر سبیل تذکرہ اُن سے کہا "تم لوگ اہل عرب ہو۔ خدا نے تمھیں دانت بھی دیے ہیں اور زبانیں بھی دی ہیں۔ تم کو شرف اسلام حاصل ہوا۔ دنیا کی قوموں پر غالب آئے۔ اور اُن کی دولت کے وارث ہوئے مگر سنتا ہوں تم کو قریش سے مخالفت ہے حالانکہ اگر قریش نہ ہوتے تو تم ذلیل و خوار ہوتے۔ یاد رکھو کہ تمھارے امام (خلیفہ) تمھارے حق میں سپر کا کام کرتے ہیں۔ اس سپر سے تم باہر نہ ہو۔ تمھارے امام خود تمھارے ظلم کو برداشت کرتے اور تمھاری حرکتوں سے تکلیفیں اُٹھاتے ہیں۔ لہذا میں تمھیں خدا کا واسطہ دلا کے کہتا ہوں کہ ان حرکتوں سے باز آؤ۔ ورنہ خدا تمھیں ایسی آزمائش میں ڈالے گا جو بُری ہوگی"۔ اس تقریر کے جواب میں صعصعہ نے کہا "قریش کی جنبہ داری میں آپ اتنا سب کہہ گئے مگر اس کا خیال نہ کیا کہ یہ لوگ نہ تعداد میں دیگر قبائل عرب سے زیادہ ہیں اور نہ جاہلیت میں کچھ ایسے بڑے بہادر تھے کہ آپ ہمیں اُن کا خوف دلائیں۔ رہا یہ جو آپ نے ڈھال کا نام لیا تو سنیے۔ ڈھال جب پھٹ جائے تو ہم آزاد اور اُس سے باہر ہیں"۔ یہ جواب سن کر جناب معٰویہ نے کہا "اب میری سمجھ میں آ گیا کہ تم لوگ بیوقوف اور بے عقلی کے ہاتھوں خراب ہو۔ تمھیں ان سب میں فصیح اور زبان آور معلوم ہوتے ہو مگر تمھاری عقل کا یہ حال ہے کہ میں تو اسلام کا ذکر کرتا ہوں اور تم جاہلیت کا تذکرہ چھیڑے دیتے ہو۔ خدا ان لوگوں کو غارت کرے جنھوں نے تمھارے فتنہ کو بڑھایا۔ خیر اب مجھ سے عقل سیکھو۔ غالباً یہ تو تمھارا خیال نہ ہوگا کہ جاہلیت اور اسلام دونوں عہدوں میں قریش کو جو عزت حاصل ہوئی وہ فقط خدا کی مرحمت تھی۔ اس کو میں تسلیم کرتا ہوں کہ نہ وہ تعداد میں دیگر قبائل عرب سے زیادہ تھے اور نہ سب سے زبردست تھے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ سب سے زیادہ شریف تھے اور نیکوکاری میں بڑھے ہوئے تھے۔ جاہلیت میں جب تمام قبائل عرب ایک دوسرے کو کھائے جاتے تھے۔ خدا نے محض اپنی عنایت سے اُن کو اس آفت سے محفوظ رکھا اس لیے کہ

ان کو اپنے حرم کے مقبول عام امن میں جگہ دی۔ جب کہ چاروں طرف لوٹ مار ہوتی رہتی تھی کوئی عربی یا عجمی اور گورا یا کالا ایسا بھی نظر آتا ہے جس کے وطن پر مصیبت نہ پڑی ہو اور اس کی عزت خاک میں نہ ملی ہو۔ بجز قریش کے جن پر کسی دشمن نے اگر دست درازی کا ارادہ بھی کیا تو خدا نے اس کو ذلیل و خوار کر دیا۔ یہاں تک کہ اللہ جل شانہٗ کی مرضی ہوئی کہ جو شخص اس کے دین کی عزت و پیروی کرے اُسے دنیا کی ذلت اور عقبیٰ کی خجالت سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ بہترین مخلوقات یعنی اپنے پیغمبر صلعم کو ہدایت خلق اللہ کے لیے منتخب فرمایا پھر اُن کے لیے اصحاب و رفقا منتخب فرمائے۔ اور بہترین اصحاب وہی تھے جو قریش میں سے تھے۔ اس دینی سلطنت کی بنیاد انھیں کے لیے قائم کی اور پیغمبرؐ کی خلافت خاص انھیں کے واسطے مخصوص کر دی۔ لہٰذا تم خوب یاد رکھو کہ اس کے لیے بجز قریش کے اور کوئی موزوں نہیں ہے۔ جاہلیت اور کفر کے زمانے میں جب خدا ان کی حفاظت کرتا تھا تو کیا تمھارا خیال ہے کہ اب دینداری اور حق پرستی کے زمانے میں نہ کرے گا؟ تم لوگوں کی حالت پر افسوس ہے اور اے صعصعہ تو تو وہ شخص ہے جس کا گاؤں سب گاؤں سے بدتر ہے۔ اس کے گھر انتہا سے زیادہ متعفن۔ اس کی وادی انتہا سے زیادہ پست اُس کے رہنے والے انتہا سے زیادہ بدنام۔ اور اس کے جوار والے انتہا سے زیادہ نالائق ہیں۔ کبھی کوئی شریف و وضیع آدمی اس بستی میں نہ آباد ہوا ہوگا کہ لوگ اُسے برا نہ کہنے لگے ہوں۔ چنانچہ وہ لوگ سارے اہل عرب میں بدترین خطابوں سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اور جن لوگوں سے اُن کے ہمسائے رہا وہ بھی نہایت بُرے تھے۔ یاد کرو کہ تم لوگ فارسیوں کے مطیع و منقاد تھے کہ دعوت اسلام کا آوازہ بلند ہوا لیکن اب بھی ہنوز بحرین میں سکون نہیں ہو سکا تھا کہ تم لوگ بھی دعوت اسلام میں شریک ہو جاتے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی خیال کر کہ تو اپنی قوم بھر میں بُرا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام نے تجھ کو نکال کے اور لوگوں میں شامل کر دیا مگر باوجود ان سب باتوں کے اب تو آیا ہے کہ دین میں کجی پیدا کرے؟ اور اسلام کو ذلیل کرے؟ خوب یاد رکھو کہ قریش کو اس سے ضرر نہ پہونچے گا۔ اور کوئی چیز ان کو اپنا فرض بجا لانے سے نہ روکے گی شیطان تم لوگوں سے غافل نہیں ہے۔ اس کو تمھاری خباثت معلوم ہو گئی۔ چنانچہ تمھارے ہی ذریعے سے وہ لوگوں کو بھکانے لگا۔ تم لوگ اپنی شرارت سے ایک بات پیدا کرو گے تو خدا تمھاری سرکوبی کے لیے اس سے بڑھ کے بُری بات پیدا کر دے گا۔"

اس قدر سمجھانے بجھانے کے بعد جناب معویہ ان کے پاس سے چلے آئے۔ دو چار روز بعد پھر ملے اور فرمایا "تم چند گنتی کے آدمی ہو نہ کسی کو تم سے فائدہ پہونچ سکتا ہے نہ ضرر لیکن اگر اپنی فلاح چاہتے ہو تو

اپنے ساتھیوں میں جا کے خاموش بیٹھے رہو۔ اور جو انعام و وظیفہ تمھیں مل رہا ہے وہ تم کو غارت نہ کرے۔ بہر حال تمھارا جہاں جی چاہے جاؤ۔ میں تمھارے سب حالات امیر المومنین کو لکھ بھیجوں گا۔"

اس کے بعد پھر ان لوگوں کو بلوا کے کہا "میں پھر تم سے کہتا ہوں کہ رسولِ خدا صلعم معصوم تھے۔ انھوں نے مجھ کو والی مقرر فرمایا۔ اور اپنے معاملات میں شریک کیا۔ پھر ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے انھوں نے بھی مجھے والی کے عہدے پر مقرر کیا۔ بعد ازاں عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے۔ انھوں نے بھی مجھ کو یہی خدمت دی۔ ان کے بعد عثمان ذی النورینؓ خلیفہ ہوئے اور انھوں نے بھی مجھے والی بنایا۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ جن جن حضرات نے مجھے والی بنایا آخر تک مجھ سے خوش رہے۔ رسولِ خدا صلعم کا معمول تھا کہ حکومت کے عہدوں کے لیے مسلمانوں میں سے اُن لوگوں کو منتخب فرمایا کرتے تھے جو دولتمند ہوتے اور معاوضۂ خیر کے مستحق۔ لہٰذا تم لوگ اس بارے میں اختلاف نہ کرو۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تم جو کچھ زبان سے کہتے ہو اس کے خلاف خود تمھارے دل گواہی دے رہے ہیں۔"

بعض راویوں کا بیان ہے کہ اس موقع پر جناب معٰویہ نے ان لوگوں سے یہ بھی کہا "سنو میں تم کو کسی بات کا حکم نہیں دیتا ہوں جب تک خود اپنے آپ کو اور اپنے خاندان والوں کو اس کا پابند نہیں بنا لیتا ہوں۔ سارے قریش جانتے ہیں کہ میرے والد ابو سفیان سارے قریش میں اشرف تھے۔ اور اشرف قریش کے فرزند تھے۔ بجز نبی صلعم کے جن کو اللہ جل شانہٗ نے شرافت دی۔ اُن کو رسالت کے لیے منتخب کیا۔ اور سب سے اشرف و افضل بنا دیا۔ اور ابو سفیان کی نسبت تو میرا یہ خیال ہے کہ اگر وہ سب آدمیوں کے باپ ہوتے تو ہر آدمی اعلےٰ درجے کا مدبر و شجاع ہوتا۔"

اس پر صعصعہ نے بگڑ کے کہا "تم جھوٹ کہتے ہو۔ سارے آدمی جن کی نسل سے ہیں (یعنی آدم علیہ السلام) وہ ابو سفیان سے افضل و اعلیٰ تھے۔ خدا نے انھیں خاص اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اُن میں روح پھونکی۔ اور فرشتوں کو اُن کے سجدے کا حکم دیا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے اُن کی نسل میں اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی۔ عقلمند بھی ہیں اور احمق بھی۔" حضرت معٰویہ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور اٹھ کر چلے گئے۔

دوسری رات کو پھر آ کے اُن سے ملے۔ اور دیر تک گفتگو کرنے کے بعد کہا "لوگو نیکی اختیار کرو۔ اور یہ نہیں ہو سکتا تو خاموش رہو۔" صعصعہ نے اس موقع پر کہا "آپ حکومت کے اہل نہیں ہیں۔ اور نہ آپ کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کی اطاعت میں خدا کی معصیت گوارا کر لی جائے۔" جناب معٰویہ نے کہا "کیا میں نے سب باتوں سے پہلے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں تمھیں خدا سے ڈرنے اور رسولؐ کی پیروی کرنے کا

حکم دیتا ہوں۔ اور یہ چاہتا ہوں کہ سب کے سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو؟" ان لوگوں نے کہا "نہیں بلکہ تم نے اختلاف کرنے اور حکم نبیؐ کی مخالفت کا ہمیں حکم دیا"۔ معویہ نے کہا "تو اچھا اب میں تم کو خدا اور رسولؐ کی پیروی کا حکم دیتا ہوں۔ اور اگر اس کے خلاف کہا ہے تو درگاہ الٰہی میں توبہ کرتا ہوں اور تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ جماعت کے ساتھ چلو" "اپنے اماموں (خلفاء) کی عزت کرو۔ اور جہاں تک بنو اُن کو اچھے راستے پر لے چلو" اس کے جواب میں صعصعہ نے درشتی کے ساتھ کہا "اور ہم تمھیں حکم دیتے ہیں کہ اس عہدے سے علیحدہ ہو جاؤ مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تم سے زیادہ اس خدمت کے مستحق ہیں جن کے باپ سابق الاسلام ہونے میں تمھارے باپ سے افضل تھے اور وہ خود بھی تم سے پہلے مسلمان ہونے کا شرف رکھتے ہیں" جناب معویہ نے کہا "خدا کی قسم مجھے بہتوں کے مقابلے میں سابق الاسلام ہونے کا فخر حاصل ہے! اور بیشک ایسے بھی بہت سے لوگ موجود ہیں جو مجھ سے پہلے ایمان لائے اور مجھ سے افضل ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ میرے زمانے میں کوئی امارت کی خدمت انجام دینے والا اتنا زبردست نہیں ہے جتنا کہ میں ہوں۔ عمر بن الخطابؓ کی یہی رائے تھی۔ اگر انھیں کوئی مجھ سے زیادہ زبردست نظر آتا تو میرے حال پر یہ نظر عنایت ہرگز نہ ہوتی۔ مجھ سے کوئی ایسا فعل بھی نہیں سرزد ہوا کہ اس خدمت سے علیحدہ ہونے کے قابل سمجھا جاؤں۔ بہرحال تم لوگ ان باتوں سے باز آؤ! اور میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اگر معاملات کا فیصلہ تمھاری ہوس کے مطابق ہوتا تو اسلام کو ایک دن یا ایک شب کے لیے بھی استقامت نہ حاصل ہوتی۔ اس کو سمجھو اور صلاحیت کی باتیں کرو۔ خدا کی سطوت بہت زبردست ہے مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو تم لوگ ان خیالات میں شیطان کی پیروی اور خدا کی نافرمانی کر بیٹھو! اور اس کی پاداش میں داخل دوزخ ہو"۔ یہ کلمات سنتے ہی وہ لوگ سخت برافروختہ ہو کر غصے میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت معویہ پر جھپٹ پڑے اور ان کی داڑھی پکڑ لی۔ مگر حلم معویہ مشہور تھا آپ نے کمال متانت سے فرمایا "ہٹو اور ہوش میں آؤ۔ یہ کوفہ کی سرزمین نہیں ہے۔ شام کے لوگ اگر تمھیں ایسی حرکت دیکھ پائیں گے تو ان کا روکنا میرے امکان سے باہر ہو جائے گا۔ بغیر تمھاری جان لیے نہ رہیں گے اور میں اپنی جان کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تم لوگوں کی سب حرکتیں یکساں حماقت و بے عقلی کی ہیں"۔ یہ کہنے کے بعد جناب معویہ اُن کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے"۔

ان لوگوں کی کیفیت بارگاہ خلافت میں

پھر حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجا کہ میرے پاس چند لوگ آئے جنھیں خدا نے عقل سے محروم کر دیا ہے اور نہ ان کا کوئی خاص مسلک ہے۔ فقط اتنا ہے کہ عدالت نے ان کو ناراض کر دیا ہے۔ اُن کا مقصد

خدا کی رضامندی نہیں ہے۔ اور نہ وہ کوئی معقول و موجّہ بات کہتے ہیں۔ مجھے تو ان کا مقصد فقط یہ نظر آتا ہے کہ فتنہ پیدا کریں۔ اور ذمیوں کو لوٹیں ماریں۔ خدا انھیں آزمائش میں ڈالنے اور اُن کی خبر لینے کو ہے۔ اور بعد ازاں انھیں ذلیل و خوار کرنے والا ہے۔ لہٰذا آپ سعید کو اور اُن کے ہمراہیوں کو منع فرما دیں کہ ان لوگوں سے سروکار نہ رکھیں۔ اس لیے کہ یہ کسی شمار و قطار میں نہیں ہیں۔"

اس کے بعد بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جناب معاویہ کو حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو سعید بن عاص کے پاس کوفہ میں بھیج دو۔ چنانچہ وہ کوفہ میں گئے۔ اور ایسی بختی و دریدہ دہنی سے خلافت کے خلاف اور حضرت عثمانؓ کی مخالفت میں زبان درازی شروع کی کہ سعید اُن سے پناہ مانگنے لگے۔ اور حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع کی۔ آپ نے حکم بھیجا کہ اچھا ان لوگوں کو شہر حمص میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے پاس بھیج دو۔ وہاں پہونچے تو عبدالرحمن نے اُن کو اپنے وہاں اتارا اور اُن کے نام پر وظیفے جاری کر دیے۔

دشمنانِ خلافت اور عبدالرحمن بن خالد۔

لیکن دیگر مورخین کا یہ بیان ہے کہ یہ لوگ جب دمشق سے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک نے دوسرے سے کہا "ہمیں کوفہ میں نہ چلنا چاہیے۔ اس لیے کہ وہاں کے لوگ ہمیں برا بھلا کہتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم الجزیرہ میں چلیں"۔ اُدھر روانہ ہوے تو راستے میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید نے جو حمص کے والی تھے۔ اپنے پاس بلوا بھیجا۔ اور ان کا سامنا ہوتے ہی کہا "اے شیطان کے ہاتھ کے ہتھیارو! مرحبا۔ ان دنوں شیطان تو حسرت سے ہیجان پڑا ہے مگر تم خوش و خرم ہو۔ خدا عبدالرحمن کو (مجھے) غارت کرے اگر وہ تمھاری تادیب و تنبیہ نہ کرے۔ اے وہ لوگو جن کی نسبت میں نہیں جانتا کہ عربی ہو یا عجمی۔ مجھ سے وہ نہ کہنا جو تم نے معاویہ سے کہا تھا۔ میں خالد بن ولید کا بیٹا ہوں۔ اور اُس شخص کا فرزند ہوں جس کو عجمیہ عورتوں نے تلخی المذاق بنا دیا تھا۔ اور اُس کی اولاد ہوں جس نے مرتدوں کو ہلاک کیا تھا۔ لہٰذا او صعصعہ اگر مجھے خبر ہوئی کہ میرے ہمراہیوں میں سے کسی نے تیری ناک کچل دی اور تجھ کو ذلیل کیا تو تجھے یہاں سے بہت دور پھینکوں گا"۔

اس کے بعد عبدالرحمن نے ایک مہینے تک ان لوگوں کو اپنے پاس ٹھیرایا۔ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ اور جب سوار ہوتے تو وہ لوگ بھی ہمراہ رکاب ہوتے۔ اس زمانے میں جب کبھی صعصعہ سامنے آجاتا تو کہتے "او مادر بخطا۔ اب تو تجھے معلوم ہوا کہ جس شخص کے حق میں نیکی مناسب نہیں ہے اُس کے ساتھ برائی کرنا نہایت مناسب ہے۔ تیرے جو خیالات میں نے سُنے ہیں ان کو میرے سامنے کیوں نہیں ظاہر کرتا؟ وہی کہہ جو تو نے سعید اور معاویہ کے سامنے کہا تھا"۔ اس کے جواب میں وہ سب لوگ

مارے خوف کے یہی کہا کرتے کہ "ہم خدا کی درگاہ میں توبہ کرتے ہیں"۔

مالک اشتر بارگاہ خلافت میں۔

ان لوگوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اپنے خیالات سے تائب ہو گئے۔ اور خاصتہً مالک اشتر کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ دو بار حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب عثمانؓ نے اُن سے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے جہاں چاہو جا کے رہو۔ اور وہ بارگاہ خلافت سے رخصت ہو کر پھر عبد الرحمن بن خالد کے پاس چلے گئے۔

بصرے کا فتنہ۔ عبد اللہ بن سبا۔

ان فتنہ انگیزان کوفہ کے مقابلے سے بھی زیادہ خطرناک جھگڑا بصرے میں پیدا ہوا۔ وہاں عبد اللہ بن عامر کو حکومت کرتے جب تین سال ہو گئے تو انھوں نے سنا کہ حکیم بن جبلہ عبدی کے گھر میں ایک شخص آ کے ٹھیرا ہے۔ جس کا نام عبد اللہ بن سبا ہے۔ اور ابن سوداء کے لقب سے عوام میں مشہور ہے۔ اس شخص سے بصرے کے بعض لوگ ملے اور اس نے اُن کو فریب دے کے بہکا لیا۔ مگر صاف طور پر کسی کو یہ نہیں بتایا کہ میرا اصلی مقصد کیا ہے۔

ہم اس شخص کا حال اس موقع پر بیان کر آئے ہیں جب یہ ابو ذر غفاریؓ سے ملا تھا۔ اور اُن کو بہکا کے جناب معویہ کے خلاف کر دیا تھا۔ یہ پہلے یہودی تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں مسلمان ہوا۔ پہلے حجاز میں دورہ کرتا رہا۔ وہاں سے بصرے میں آیا۔ عبد اللہ بن عامر کو جب اس کی نسبت اشتباہ ہوا تو اس سے پوچھ بھیجا کہ "تو کون ہے؟" اس نے کہلا بھیجا "میں اہل کتاب میں کا ایک شخص ہوں۔ ایمان لایا ہوں۔ اور آپ کی پناہ میں ہوں"۔ انھوں نے حکم دیا کہ "تیرے متعلق میں طرح طرح کے افواہیں سُن رہا ہوں۔ لہٰذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو یہاں سے چلا جائے"۔ اس حکم کے مطابق وہ بصرے سے نکل کے کوفے میں پہونچا۔ مگر وہاں سے بھی نکالا گیا۔ پھر شام میں گیا اور وہاں سے بھی خارج البلد کیا گیا تب مصر میں پہونچا اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ مصر میں پہلے اس نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پھر دنیا میں آنے کے قائل ہیں اُن سے تعجب ہے کہ محمد صلعم کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کو نہ مانیں۔ غرض پہلے اس نے رجعت یعنے محمد رسول اللہ صلعم کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کا عقیدہ ظاہر کیا جس کو بہت سے لوگوں نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد اس نے یہ دعوی کیا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور محمد صلعم کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو رسول خدا صلعم کی وصیت کو ناجائز رکھے۔ اور اُن کے وصی کے مقابلے پر کھڑا ہو۔ عثمانؓ نے خلافت کو بغیر حق کے لیا ہے۔ چنانچہ مصر میں اس نے بہت سے لوگوں کو انھیں عقائد کے خطوط بھیجنا شروع کیے۔ اور جا بجا اس کے ہم خیال پیدا ہو گئے تو اس نے سب کو لکھا کہ "اس عقیدے کو

اس کے عقائد۔

اُس کی فتنہ انگیزیاں

بہت زور و شور سے اور نہایت پابندی شرع کے ساتھ اُٹھاؤ۔ اور ابتدا اس طریقے سے کرو کہ اپنے امیروں اور حاکموں کی مخالفت کر کے لوگوں کو ان سے سرتابی کرنے پر آمادہ کرو، موقع پا کر اس نے اپنے داعی ہر جگہ پھیلا دیے جو مختلف شہروں میں پوشیدہ پوشیدہ اُس کے عقائد کی تبلیغ و اشاعت کرتے۔ اور ہر شہر سے دوسرے شہروں میں اپنے حاکموں اور والیوں کے جور و ظلم کی بے بنیاد شکایتیں لکھ بھیجا کرتے۔ ہوتے ہوتے مدینۂ طیبہ تک بھی یہ فتنہ پہونچ گیا۔ ہر شہر کے لوگ دوسرے شہروں کے حالات سُن سُن کر کہتے کہ ہم بمقابل ہر جگہ کے آرام اور امن و امان میں ہیں۔" یہی حال مدینے والوں کا ہوا اور اُن میں بھی یہ خیال پھیلا کہ "ہم قلمرو اسلام کے ہر شہروں سے زیادہ خوش نصیب اور حکام کے ظلموں سے محفوظ ہیں۔"

خلیفہ نے افواہوں کی تفتیش۔

آخر معززین مدینہ گھبرا کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "امیر المومنین جو کچھ حالات ہم سُن رہے ہیں آپ نے بھی سنے ہوں گے۔" انھوں نے فرمایا "مجھے تو اطمینان ہے کہ سب جگہ لوگ اطمینان سے ہیں اور خوش و خرم ہیں۔ مگر تم نے جو کچھ سنا ہو بیان کرو۔" سب نے کہا "مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ معتبر لوگوں کو روانہ کیجیے کہ مختلف شہروں کا دورہ کر کے وہاں کی حالت دیکھیں اور واپس آ کے آپ سے بیان کریں۔" اس تجویز کو جناب ذی النورین نے منظور فرمایا اور محمد بن مسلمہ کو کوفے، اُسامہ بن زید بصرے، عمار بن یاسر مصر۔ اور عبد اللہ بن عمر شام میں اور بہت سے لوگ مختلف شہروں میں بھیجے گئے۔ یہ سب لوگ دورہ کر کے آ گئے اور اطلاع کی کہ ہمیں کسی جگہ کوئی ناگوار بات یا خلاف انصاف کارروائی نہیں نظر آئی۔ مگر عمار بن یاسر کا پتہ نہ تھا۔ جب انھیں واپسی میں دیر ہوئی تو لوگوں میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے۔ اسی اثنا میں مصر سے عبد اللہ بن ابی سرح کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ "عمار ایک گروہ کے فقروں میں آ کر اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس گروہ میں عبد اللہ بن سبا۔ خالد ملجی۔ سودان بن حمران۔ اور کنانہ بن بشر وغیرہ ہیں۔"

عمار بن یاسر کا فتنہ میں پھنس جانا

سنہ ۳۴ھ کا حج

سنہ ۳۳ھ کے آخر میں جب حج کا موسم آیا تو حضرت عثمانؓ دشمنان خلافت کی فتنہ انگیزیوں سے سخت متردد تھے۔ مگر حج کے لیے بہ ذات خود تشریف لے گئے۔ اور انھیں کی سرداری میں حج ہوا۔

وفات مقداد

حضرت مقداد بن اسود نے اسی سال وفات پائی اور مرتے وقت وصیت کر گئے کہ میرے جنازے کی نماز حضرت زبیر بن عوام پڑھائیں۔

چھٹی فصل

خلافت عثمانی کے آخری پُرشورش ایام

شورش کا بڑھنا۔ کوفہ کا مفسدین سے خالی ہو جانا۔ یزید بن قیس کا فتنہ۔ نکالے ہوئے مفسدوں کا واپس آنا۔ نئی فتنہ انگیزی۔ اصلاح اور اس میں ناکامی۔ شورش جرعہ۔ سعید کے ایک غلام کا مارا جانا۔ شورش جرعہ دوسری روایت سے۔ ابن عبد القیس کی حضرت عثمانؓ سے گستاخانہ گفتگو۔ اور آپ کی ناراضی۔ عمال و والیوں کی مدینہ میں طلبی۔ اُن سے مشورہ۔ ابن عامر کی رائے۔ سعید اور حضرت معویہ کی رائیں۔ عبد اللہ بن سعد کی رائے۔ عمرو بن عاص کی رائے۔ والیوں کی واپسی۔ ابو موسیٰ اشعری کا تقرر ولایت کوفہ پر۔ ابو موسیٰ کی فہمایش اہل کوفہ کو۔ حذیفہ قعقاع میں۔ خلافت کی نازک حالت۔ حضرت علیؓ کا مشورہ حضرت عثمانؓ کو۔ حضرت عثمانؓ کا جواب۔ باہمی رد و قدح۔ حضرت عثمانؓ کا خطبہ۔ شورش اور بڑھی۔ غلط شہرت کی تفتیش۔ حج میں امیر المومنین اور والیوں کا مجمع۔ حضرت عثمانؓ کا استفسار۔ سعید کا جواب۔ ابن سعد کا جواب۔ معویہ کا جواب۔ عمرو بن عاص کا جواب۔ حضرت عثمانؓ کا اندیشہ۔ معویہ کو ہوس خلافت ہونے کی بنا۔ مدینے میں معویہ کی تقریر۔ حضرت علیؓ اور معویہ میں ایک جھڑپ۔ حضرت عثمانؓ کا ارشاد۔ جن لوگوں کو جو دیا گیا تھا ان سے واپس لیا گیا۔ معویہ کا مشورہ اور حضرت عثمانؓ کا نہ ماننا۔ معویہ کی آخری تقریر اکابر صحابہ کے سامنے۔

شورش کا بڑھنا۔

سنہ ۳۴ھ میں عبد اللہ بن سبا کی فتنہ انگیزیاں اور زیادہ بڑھیں اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ ساری قلمرو اسلام میں حضرت عثمانؓ اور اُن کے والیوں کے خلاف شورش مچ گئی۔ جو لوگ حضرت ذی النورین سے منحرف ہو گئے تھے انھوں نے باہم مراسلت کی۔ پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور ارادہ کیا کہ امور متنازعہ فیہ میں آپ سے مناظرہ کریں۔

کوفہ کا مفسدین سے خالی ہو جانا۔

وہ لوگ جو کوفے سے نکالے گئے تھے عبد الرحمن بن خالد کے پاس الجزیرہ ہی میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ کہ سعید بن عاص حسب الطلب حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کے بلائے جانے کے وجوہ بعد معلوم ہوں گے۔ مدینے میں جانے سے پہلے وہ اپنے زیر فرمان مملکت کا یہ انتظام کر گئے کہ اشعث بن قیس کو آذربائجان کا۔ سعد بن قیس کو رے کا۔ نسیر عجلی کو

ہمدان کا۔ سائب بن اقرع کو اصفہان کا۔ مالک بن حبیب کو علاقہ ماہ کا۔ حکیم بن سلام حزامی کو موصل کا جریر بن عبد اللہ کو قرقیسیہ کا۔ سلمان بن ربیعہ کو قفقاز کا۔ اور عتبہ بن منہاس کو حلوان کا والی مقرر کر دیا۔ غرض کوفہ تمام معزز سرداروں اور ذی رائے لوگوں سے خالی تھا۔ فقط قعقاع بن عمرو افسر جنگ کی حیثیت سے اور عمرو بن حریث نائب امیر کی شان سے کوفے میں تھے۔

یزید بن قیس کا فتنہ۔

ایسے نازک موقع پر یزید بن قیس اس ارادے سے اٹھا کہ حضرت عثمانؓ کو مسند خلافت سے اُتارے اور جو لوگ ابن سبا کے فریب میں آگئے تھے اس کے ساتھ ہوئے۔

یہ لوگ ایک بڑا گروہ باندھ کر کوفے سے چلے تو افسر فوج قعقاع نے اُن کو روکا کہ کہاں اور کس ارادے سے جاتے ہو؟ یزید نے کہا "ہم اس لیے جاتے ہیں کہ سعید کو یہاں کی حکومت پر واپس لائیں"۔ قعقاع نے اس میں کوئی مضائقہ نہ دیکھا اور ان لوگوں کو روانگی کی اجازت دے دی۔

نکالے ہوئے مفسدوں کا واپس آنا۔

اب یزید بن قیس نے اُن لوگوں کو جو یہاں سے نکالے ہوئے تھے اور عبد الرحمٰن بن خالد کے پاس مقیم تھے خط بھیج کے بلوایا۔ چنانچہ مالک اشتر اور اُن کے سب رفقا بھی کوفے میں آگئے۔

نئی فتنہ انگیزی۔

ان لوگوں کے آنے کے بعد جو جمعہ پڑا اس میں نماز جمعہ کے وقت اشتر نے مسجد جامع کے دروازے پر کھڑے ہو کے لوگوں سے کہا "میں امیر المومنین عثمانؓ بن عفان کے پاس سے آیا ہوں۔ اور سعید کو اس کے لیے تیار و آمادہ دیکھ آیا ہوں کہ یہاں آ کر تمھاری عورتوں پر سو سو روپیہ جرمانہ کریں۔ اور تم لوگ جو مبتلائے مصیبت ہو اُن سے بھی ایک ایک ہزار درہم وصول کریں۔ سعید کا خیال یہ ہے کہ تمھاری جائدادیں جو تم کو غنیمت میں ملی ہیں وہ در اصل قریش کا باغ ہیں"۔ یہ سنتے ہی سب کو ان باتوں میں اپنی تحقیر و سبکی نظر آئی۔ مگر جو لوگ ذی ہوش و صاحب رائے تھے انھوں نے ان باتوں کا اعتبار نہ کیا۔ اور لوگوں کو سمجھانے لگے۔

اب یزید نکلا اور اس کے نقیب نے لوگوں میں اعلان کیا کہ جو کوئی سعید کو کوفے میں پھیر لانا چاہتا ہو یزید سے آ کے ملے۔ اس شور و غوغا کے وقت متین و سنجیدہ لوگ مسجد ہی میں ٹھیرے رہے تھے۔

اصلاح اور امن چاہنے کا حق۔

سعید کے نائب عمرو بن حُریث نے منبر پر کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا "لوگو باہم متفق رہو۔ پھوٹ نہ ڈالو۔ اور خلافت کی اطاعت کرو"۔ مگر قعقاع نے جو فوج کے سردار تھے کہا "یہ ممکن نہیں کہ منبر کے زینے سے آپ اس سیلاب کو روک دیں۔ خدا کی قسم یہ شور و ہنگامہ بغیر سختی کی کارروائی کیے نہیں رک سکتا"۔ اس کے بعد یہ سب حضرات اپنے گھر گئے۔

شورش جرعہ۔

اس اثنا میں یزید بن قیس کوفے سے روانہ ہو کے قادسیہ کے قریب جرعہ نام ایک بستی میں جا اُترا۔

مالک اشتر وغیرہ اس کے تمام ہم خیال ہمراہ تھے۔ جن کی تعداد ہزاروں کو پہونچی ہوئی تھی اتفاقاً وہاں سعید بن عاص جو حضرت عثمانؓ سے مل کر واپس آرہے تھے اُن سے ملے اور ایک گروہ عظیم کو دیکھ کر حال پوچھا۔ یہ لوگ کوفے میں تو یہ کہہ رہے تھے کہ ہم سعید کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ اب خود سعید کو موجود پایا تو غل مچایا کہ "ہم آپ کی حکومت نہیں چاہتے"! انھوں نے کہا "اس کے لیے تو یہ کافی تھا کہ ایک شخص کو تم امیر المؤمنین کے پاس بھیجدیتے۔ اور ایک شخص میرے پاس چلا آتا۔ ہزار آدمیوں کے مدینے جانے کی کیا ضرورت ہے"! ان لوگوں کو یہ جواب دے کر سعید مدینے کی طرف واپس چلے گئے۔

اسی اثنا میں ان لوگوں نے ایک غلام کو دیکھا جو اونٹ کو تیزی سے بھگائے لیے جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا "سعید کو واپس نہ جانا چاہیے تھا" یہ سنتے ہی مالک اشتر نے طیش میں آکر اس پر حملہ کردیا اور اسے قتل کر ڈالا بس اتنی ہی باتوں پر اس بستی کا ہنگامہ جو تاریخ عرب میں "یوم جرعہ" کے نام سے مشہور ہے ختم ہوگیا جو ۳۴ھ میں پیش آیا۔

مذکورہ واقعۂ یوم جرعہ کی بعض لوگ یہ صورت بتاتے ہیں کہ چند لوگ کوفے میں جمع ہوئے۔ اور حضرت عثمانؓ کی کارروائیوں پر اعتراض ہونے لگے۔ آخر سب نے بالاتفاق عامر بن عبد اللہ تمیمی کو جو عامر بن عبد القیس کے نام سے مشہور تھا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں بھیجا۔ اُس نے بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر عرض کیا "بعض مسلمانوں نے جمع ہو کر آپ کے معاملات پر غور کیا۔ اور اس نتیجے کو پہونچے کہ آپ سے سخت غلطیاں ہوگئی ہیں۔ لہذا خدا سے ڈریے اور توبہ کیجیے"۔ حضرت عثمانؓ کو یہ گستاخانہ انداز گفتگو گراں گزرا۔ فرمایا "لوگ اس شخص کو لکھا پڑھا اور قاری قرآن سمجھتے ہیں۔ مگر بدتمیزی کی یہ حالت ہے کہ مجھ سے ایسے تحقیر کے الفاظ میں گفتگو کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی نہیں جانتا کہ خدا کہاں ہے"۔ عامر نے کہا "جی میں جانتا ہوں کہ خدا کہاں ہے"۔ پھر یہ آیت پڑھی کہ "اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ"۔ (یعنی تیرا پروردگار گھات میں لگا ہوا ہے)

جب یہاں تک نوبت پہونچی کہ یہ فتنہ انگیز لوگ خود حضرت عثمانؓ کے سامنے آکر گستاخیاں کرنے لگے تو حضرت عثمانؓ نے اپنے سفیر دوڑا کے ممتاز و صاحب رائے والیان ملک جناب معاویہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح۔ سعید بن عاص۔ عمرو بن عاص۔ اور عبد اللہ بن عامر کو مدینے میں بلوا بھیجا۔ اور جب یہ سب حضرات آکے جمع ہوگئے تو ان سے فرمایا "تم لوگ میرے وزیر و مشیر ہو۔ اور تمھیں پر مجھ کو بھروسہ ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ لوگوں نے سخت فتنہ پیدا کر رکھا ہے۔ مجھ سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ

سعید کے ایک غلام کا مارا جانا۔

شورش جرعہ دوسری روایت سے

عامر بن عبد القیس کی حضرت عثمان سے گستاخانہ گفتگو

اور آپ کی ...

ممتاز والیوں کی مدینے میں طلبی

... سے مشورہ

اپنے تمام والیوں کو معزول کردو۔ اور اس بات کی استدعا ہے کہ میں ان کی مرضی پر چلوں۔ لہذا بتاؤ کہ اس نازک موقع پر تمہاری کیا رائے ہے؟" ابن عامر نے کہا "امیر المومنین ان سب کو جہاد میں مصروف کر دیجئے تاکہ اپنے ذاتی معاملات میں پھنسکر فتنہ انگیزی کو بھول جائیں"۔ سعید نے یہ مشورہ دیا کہ "یہ فتنہ یوں دفع ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے سرغنا فنا کر دیے جائیں"۔ جناب معاویہ بولے۔ "اپنے تمام سرداران فوج کے نام احکام جاری کیجیے کہ اپنے علاقے کے فتنہ جو لوگوں کو دبا دیں۔ اور اہل شام کے متعلق میں ذمہ داری کرتا ہوں"۔ عبداللہ بن سعد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ "لوگ بالطبع دولت کے جویا ہوتے ہیں۔ آپ فیاضی سے کام لیجیے۔ کچھ دے دلا کے ان لوگوں کی زبانیں بند کیجیے۔ اور ان کے دل اپنے ہاتھ میں لے لیجیے"۔ اب عمرو بن عاص اٹھے اور کہا "امیر المومنین آپ نے ویسی ہی حکومت کی جیسی بنی امیہ کے کسی شخص کو کرنا چاہیے تھی۔ آپ کے دل میں جو بات آئی آپ نے کہی۔ اور اور دل کا جو جی چاہا انھوں نے کہا۔ انجام یہ ہوا کہ ادھر آپ سیدھے راستے سے ہٹے اور ادھر وہ بھی ہٹ گئے۔ لہذا رائے یہ ہے کہ یا تو آپ اعتدال سے کام لیں۔ اور یا خلافت سے علٰحدہ ہو جائیں۔ اور یہ بھی نہیں منظور ہے تو استقلال سے کام لیجیے۔ اور قوت کے ساتھ سبقت کیجیے"۔

یہ رائیں سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "صحیح رائے سعید کی ہے کہ فتنہ انگیز لوگوں کے سرغنا چن چن کے فنا کر دیے جائیں۔ مگر اس میں جو خرابیاں ہیں کاش وہ نہ ہوتیں"۔ اور حضرت عمرو بن عاص کی رائے پر آپ نے اظہار ناراضی کیا۔

اب سب حضرات اٹھ کر چلے گئے۔ فقط عمرو بن عاص باقی تھے۔ تنہائی میں انھوں نے عرض کیا کہ "امیر المومنین میری نظر میں آپ کی عزت و حرمت سب سے زیادہ ہے لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ دروازے میں ایسے لوگ لگے کھڑے ہیں جو ہماری رائوں کو سنتے ہی دنیا بھر میں مشہور کر دیں گے۔ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ عوام میں اپنی یہی رائے مشہور کروں تاکہ مخالفین مجھ پر بھروسا کرنے لگیں۔ پھر ان کو دوست بنا کے آپ کی خدمت بجا لاؤں اور سارے شر کو رفع کروں"۔

اس کارروائی کے بعد حضرت عثمانؓ نے تمام والیوں کو ان کے علاقوں میں واپس روانہ کیا اور ہدایت کی کہ جاتے ہی جہاد کے لیے مہمیں روانہ کریں۔ ساتھ ہی یہ ارادہ فرمایا کہ مخالفوں کو جو وظائف مل رہے ہیں روک دیے جائیں تاکہ احتیاج ان کو مطیع و منقاد بنا دے۔ اور اسی موقع پر سعید واپس ہو کر جب کوفے کے قریب پہونچے تو ہنگامۂ جرعہ کا واقعہ پیش آیا۔

فتنہ جویوں کے کہنے سے وہ پھر مدینے میں واپس گئے۔ اور حضرت عثمانؓ کی خدمت میں

ابن عامر کی رائے

سعید اور حضرت معاویہ کی رائیں

عبداللہ بن سعد کی رائے

عمرو بن عاص کی رائے

والیوں کی واپسی

حاضر ہو کر جرعہ کے بلوائیوں کا حال بیان کیا! اور کہا وہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ولایت کوفہ سے بدل دیا جاؤں اور میری جگہ ابو موسیٰ اشعری مقرر کیے جائیں۔" حضرت عثمان نے اسی وقت ابو موسیٰ اشعری کو حاکم مقرر کر دیا۔ اور ان لوگوں کے نام ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ "میں نے اسی شخص کو تمہارا حاکم مقرر کر دیا جس کو تم پسند کرتے ہو۔ میں خدا کی قسم تمہاری اصلاح میں اپنی قوت صرف کروں گا صبر سے کام لوں گا اور تمہاری فلاح و رفاہ میں کوئی کوشش نہ اٹھا رکھوں گا۔ اس کے ساتھ تم کو بھی یہ چاہیے کہ تم سے جس بات کی خواہش کی جائے اس کو قبول کرو۔ تم انھیں باتوں کی استدعا کرو جن میں خداوند جل و علا کی نافرمانی نہ ہو۔ اس کے معاوضے میں تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو تمہیں پسند ہو تا کہ خدا کے سامنے تمہارے لیے کوئی حجت نہ باقی رہ جائے ہم حسب الحکم خداوندی صبر سے کام لیں گے یہاں تک کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔"

ابو موسیٰ اشعری کا تقرر ولایت کوفہ پر۔

ادھر کوفہ میں حضرت ذی النورین کی یہ تحریر پہونچی ادھر اکثر والیان ملک جو کوفے کے قریب تھے وہاں آگئے۔ چنانچہ جریر قرقیسیا سے اور عتبہ حلوان سے آگئے اور نئے والی ابو موسیٰ اشعری نے مسجد جامع میں منبر پر کھڑے ہو کر اس مضمون کی تقریر کی کہ "لوگو ساری اُمت کا ساتھ دو اور جناب ذی النورین کی اطاعت کرو۔" سب لوگوں نے اس حکم کو قبول کیا۔ اور کہا "اب آپ نماز پڑھائیں۔" ابو موسیٰ نے کہا "نہیں جب تک تم لوگ حضرت عثمان کی اطاعت و فرماں برداری کا اقرار نہ کرو گے میں نماز نہ پڑھاؤں گا۔" سب نے بالاتفاق وعدہ کیا اور انھوں نے نماز پڑھائی پھر ماتحت والیان ملک ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے سب کو ان کی خدمتوں پر بحال رکھا۔

ابو موسیٰ کی تہنیت اہل کوفہ کو۔

ابو موسیٰ کو حاکم کوفہ مقرر کرتے وقت حضرت عثمانؓ نے حذیفہ بن یمان کو حکم دیا کہ فوج لیکر علاقہ قفقاز میں جائیں اور جہاد کریں چنانچہ وہ ادھر روانہ ہو گئے۔

حذیفہ قفقاز میں۔

اب حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا ہنگامہ نہایت سختی سے بلند تھا بعض معزز صحابہ کی رائیں بھی متزلزل ہونے لگیں۔ بعض صحابہ وغیرہ نے ایک دوسرے کو لکھ بھیجا۔ "ہمارے یہاں آؤ۔ اس لیے کہ خود ہمارے گھر میں جہاد موجود ہے۔" اور علی العموم حضرت ذی النورین کی مخالفت ہونے لگی۔ صحابہ کی عام حالت یہ ہو رہی تھی کہ کوئی نہ کسی کو منع کرتا تھا نہ روکتا تھا۔ بجز حضرت زید بن ثابتؓ ابو اسید ساعدیؓ اور حسان بن ثابتؓ کے جو حضرت عثمانؓ کی طرفداری پر استقلال سے قائم تھے۔

خلافت کی نازک حالت

آخر تمام اکابر مدینہ جمع ہو کر حضرت علیؓ کے پاس گئے اور زمانہ کی یہ نازک حالت اُن سے بیان کی۔ حضرت علیؓ اسی وقت اٹھ کر حضرت عثمانؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "میں بہت سے مسلمانوں کی طرف سے آیا ہوں۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں چاہتا ہوں کہ آپ کے گوش گزار کروں۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں نہ کوئی ایسی بات ہے جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ نہ کوئی ایسا مشورہ دے سکتا ہوں جو آپ کے خیال میں موجود نہ ہو۔ ایسی کون سی بات ہو سکتی ہے جس کو ہم بتائیں اور آپ پہلے سے نہ جانتے ہوں۔ آپ دنیا دیکھ چکے ہیں۔ صحبت رسالتؐ سے شرف یاب ہیں۔ حضور سرور عالمؐ کی باتیں اپنے کانوں سے سُن چکے ہیں۔ آپ کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ حقوق کے لحاظ سے نہ ابن ابی قحافہ (ابوبکرؓ) کو آپ پر فوقیت حاصل تھی نہ ابن خطاب (عمرؓ) کو۔ قرابت میں آپ رسول خدا صلعم سے قریب ہیں۔ اور حضرت رسالتؐ کی دامادی کا جو فخر آپ کو حاصل ہے۔ ان دونوں کو نہیں نصیب تھا۔ اگر نہ کسی اور بات میں وہ دونوں آپ سے بڑھے ہوئے تھے۔ لہٰذا خدا کے لیے اپنے دل میں غور کیجیے۔ بخدا آپ نہ دیکھتے ہیں نہ غور کرتے ہیں۔ راستہ صاف اور روشن ہے اور شعائر دین قائم ہیں۔ اے عثمانؓ آپ بخوبی جان لیں کہ امام عادل جو پیروی ہدایت کرے سنت معلوم کو قائم کرے۔ اور بدعت متروکہ کو مٹائے۔ خدا کے تمام بندوں سے افضل ہوتا ہے اور جو امام ظالم گمراہ ہو اور گمراہ کرے۔ سنتوں کو مٹائے اور بدعتوں کو زندہ کرے۔ وہ بدترین نوع انسان ہوتا ہے۔ میں آپ کو خدا کی سطوت اور اس کے انتقام کا خوف دلاتا ہوں۔ اور ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ ہی اس امت کے وہ امام نہ ثابت ہوں جو مارا جائے گا۔ اس کا خون گرتے ہی قیامت تک کے لیے اس امت پر قتل و خونریزی کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور مسلمانوں کے تمام معاملات درہم برہم ہو جائیں گے ایسے گروہ پیدا ہوں گے جو اس کی رفاقت چھوڑ دیں گے۔ اور باطل کے غلبے کی وجہ سے اُن کو حق نہ نظر آئے گا۔"

حضرت علیؓ کی یہ تقریر سُن کر حضرت عثمانؓ نے کہا "بخدا میں جانتا ہوں کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ اگر میرے مقام پر ہوتے۔ اپنے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے۔ دوستی کو نباہتے۔ پریشان حال کو پناہ دیتے۔ اور اسی قسم کے لوگوں کو والی مقرر کرتے جن کو عمر فاروقؓ نے مقرر کیا تھا تو میں نہ آپ کو الزام دیتا اور نہ عیب لگاتا۔ اے علیؓ میں آپ سے قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ مغیرہ بن شعبہ کو جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔ عمرؓ نے والی نہیں مقرر کیا تھا؟" حضرت علیؓ نے فرمایا "ہاں مقرر کیا تھا"

حضرت عثمانؓ "تو پھر میں نے قرابت کی بنا پر اگر ابن عامر کو مقرر کیا تو آپ مجھے کیوں الزام دیتے ہیں۔"

حضرت علیؓ کا مشورہ حضرت عثمانؓ کو۔

حضرت عثمانؓ کا جواب۔

باہمی رد و قدح۔

حضرت علیؓ۔ "حضرت عمرؓ جس کسی کو والی مقرر کرتے تھے اس کا ایک لفظ بھی کبھی خلاف پاتے تو فوراً سر کچل دیتے۔ اور سخت ترین سزا دیتے۔ مگر آپ یہ نہیں کرتے بلکہ ضعف سے کام لیتے ہیں کمزوری ظاہر کرتے اور اپنے اعزہ کے ساتھ نرمی کرتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ۔ "وہ لوگ آپ کے بھی تو عزیز ہیں۔"

حضرت علیؓ۔ "ہاں میرے عزیز ہیں لیکن ان کے علاوہ اُن سے افضل عزیز بھی موجود ہیں۔"

حضرت عثمانؓ۔ "آپ تو جانتے ہیں کہ معٰویہ کو حضرت عمرؓ نے والی مقرر کیا تھا۔ لہٰذا میں نے بھی ان کو مقرر کر دیا۔"

حضرت علیؓ۔ "میں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ آپ کو اس کی خبر ہے کہ حضرت عمرؓ کا غلام ترقاؤ اُن سے اتنا نہ ڈرتا ہوگا جتنا کہ معٰویہ اُن کے نام سے کانپتے تھے؟"

حضرت عثمانؓ۔ "ہاں جانتا ہوں۔"

حضرت علیؓ۔ "مگر اب معٰویہ کی یہ حالت ہے کہ بغیر اس کے کہ آپ کو خبر بھی کریں معاملات سلطنت کا فیصلہ کر دیا کرتے ہیں اور پھر لوگوں میں مشہور کرتے ہیں کہ یہ امیر المومنین کا حکم ہے اور آپ ایسے امور کو جانتے ہیں اور ان سے جواب نہیں طلب کرتے۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ

اس گفتگو کے بعد حضرت علیؓ جناب ذی النورین کے پاس سے اُٹھ کے چلے آئے اُن کے بعد حضرت عثمانؓ بھی گھر سے نکلے۔ مسجد نبویؐ کے منبر پر چڑھے۔ اور مجمع عام میں حمد و نعت کے بعد فرمایا ہر چیز میں ایک آفت ہوتی ہے اور ہر امر میں کوئی عیب ہوتا ہے۔ اس امت کی آفت اور اس نعمت خلافت کا عیب طعنے مارنے والے فتنہ جو اور عیب جیں لوگ ہیں جو تمہارے سامنے تمہاری سی اور تمہارے پیچھے تمہارے خلاف اور ناگوار باتیں کیا کرتے ہیں! واللہ خدا کی قسم تم لوگ مجھ میں وہ عیوب بتاتے ہو جن کو تم عمر بن خطابؓ میں گوارا اور قبول کر لیا کرتے تھے مگر انھوں نے تمھیں پانوں سے کچلا۔ ہاتھ سے مارا۔ اور زبان سے نیست و نابود کر دیا جس کا انجام یہ ہوا کہ ان کی ہر بات چاہے پسند ہو یا ناپسند تم نے قبول کر لی۔ مگر میں نے تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ ہاتھ اور زبان کو تم سے روکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ پر تمہاری جرأت بڑھ گئی۔ اچھا سنو۔ میں خدا کی قسم اپنے دوست اشخاص کے لحاظ سے قوی۔ اپنے حامیوں کی وجہ سے غالب اور اپنے طرفداروں کے اعتبار سے زبردست ہوں۔ میرے بھی خواہوں کا شمار زیادہ ہے۔ میں کہوں تو سب میری مدد کو آجائیں گے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ میں ایسے اخلاق کو بھی ظاہر کر سکتا ہوں جو بجھے نہیں پسند ہے۔ اور ایسے الفاظ بھی کہہ سکتا ہوں جو

میری زبان سے نہیں نکلتے۔ لہذا۔ اپنی زبانوں کو مجھ سے روکو۔ اور اپنے والیوں پر طعن و تشنیع کرنے
سے باز آجاؤ۔ اس کا بھی خیال کرو کہ میں نے اس شخص کو تقریر کرنے سے روک دیا جو اگر میری
جگہ پر کھڑے ہو کر گفتگو کرتا تو تم لوگ بغیر اس کے کہ مجھے کچھ کہتے سننے کی نوبت آئے راضی
ہو جاتے۔ بتاؤ کہ تمہارا کون سا حق سٹ گیا ہے؟ مجھ سے پہلے تم لوگوں کو جو کچھ مل رہا تھا اس میں
خدا کی قسم ذرا بھی کمی نہیں ہوئی۔ یہی تم کو پہلے بھی مل رہا تھا۔ مگر تم نے اس زمانے میں کبھی اختلاف
نہیں کیا۔"

اس موقع پر مروان بن حکم اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "اگر تم لوگ چاہتے ہو تو اسی وقت فیصلہ
ہو سکتا ہے۔ اور خدا کی قسم ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار ہی سے ہوگا" یہ سنتے ہی حضرت عثمانؓ نے ڈانٹ کر
کہا "چپ رہو مجھے اور میرے احباب کو باتیں کرنے دو۔ تمہارے بولنے کی ضرورت نہیں ہے" مروان
کو کچھ اور کہنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور حضرت عثمانؓ منبر پر سے اتر آئے مگر افسوس کہ جناب ذی النورین
کے اس خطبے نے اور آگ لگا دی۔ دشمنوں کی شورش حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ اور ابن سبا کی سازشی
مراسلت نے ساری قلمرو خلافت میں ایک آگ سی لگا رکھی تھی۔ ہر جگہ لوگ گھبرا گھبرا کے ایک دوسرے
سے پوچھتے کہ قلمرو خلافت میں یہ کیا اندھیر مچا ہوا ہے۔ اور کوئی کچھ جواب نہ دے سکتا۔

شورش اور بڑھی۔

آخر پریشان ہو کر حضرت عثمانؓ نے تمام شہروں میں خطوط بھیجے اور اپنے عاملوں کے نام
فرمان جاری کیے جن کا مضمون یہ تھا "اہل مدینہ کو اطلاع ملی ہے کہ بعض مقامات میں لوگوں کو گالیاں
دی جاتی ہیں، مارے جاتے ہیں۔ اور ان پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے ہیں۔ لہذا کل والیان ملک
اور جن جن لوگوں کو مجھ سے اور میرے عاملوں سے شکایت ہو حج کے موقع پر آ کے بیان کریں
اور اپنا حق وصول کر لیں۔ اور اگر شکایت نہ ہو تو میرے والیوں کی عدالت گستری کی علی الاعلان تصدیق کریں"

علاج شورش کی تفتیش۔

یہ فرمان اور خطوط جب جابجا شہروں اور ملکوں میں پڑھے گئے تو ان کو سن کر بہت سے
لوگ زار و قطار رونے اور حضرت عثمانؓ کو دعائیں دینے لگے۔ اور جیسے ہی حج کا زمانہ آیا۔ عبداللہ
بن عامر۔ عبداللہ بن سعد۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ سعید بن عاص۔ اور عمرو بن عاص اور بہت سے لوگ
مکہ معظمہ میں جمع ہو گئے۔ ان سب کے مجمع عام میں حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا "یہ کیا شکایت
ہے؟ اور کیسی بدنامی ہو رہی ہے؟ بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگوں (والیوں) کی نسبت یہ سچ نہ کہا
جا رہا ہو۔ اور اس کا الزام بجز میرے اور کسی پر نہیں ہے۔" سب نے کہا "آپ نے تو اپنے مفتشوں
(انسپکٹروں) کو بھیج کے دریافت کر لیا۔ وہ لوگ گئے اور واپس آ گئے۔ انہیں کسی جگہ کوئی ظلم و جور

حج میں امیر المومنین اور والیوں کا مجمع۔

حضرت عثمانؓ کا استفسار۔

نظر آیا۔ اور نہ ان خبروں کی تصدیق ہوئی!" حضرت عثمانؓ نے فرمایا "ان باتوں کی اصلیت نہیں ہے تو پھر یہ خبریں کیوں مشہور ہو رہی ہیں؟"

سعید کا جواب

اس سوال کا جواب سعید نے یہ دیا کہ "یہ بالکل موضوع اور جعلی خبریں ہیں جو چُپ چُپ کے بنا کر پھیلا دی جاتی ہیں۔ اور ان خبروں کے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ جن لوگوں سے یہ خبریں سنی جائیں ان کی تفتیش کی جائے اور جن سے ان کی اصلیت ثابت ہو وہ قتل کیے جائیں۔"

ابن سعد کا جواب

عبداللہ بن سعد نے کہا "جب آپ لوگوں پر مرحمت اور مہربانی و شفقت کرتے رہے ہیں تو پھر ان سے مواخذہ بھی کیجیے۔ ان لوگوں کے معاملے میں درگزر کرنے کی بہ نسبت سخت گیری کرنا زیادہ مناسب ہے۔"

معٰویہ کا جواب

معٰویہ بولے "جس سرزمین کا والی آپ نے مجھے بنایا ہے وہاں سے بجز بھلائی کے اس قسم کی کوئی خبر آپ تک نہیں پہونچی ہے۔ اور اپنے علاقوں کا حال یہ دونوں حضرات زیادہ جان سکتے ہیں بہرحال مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے ایسی خبروں کی ابتدا ثابت ہو ان کی بخوبی تادیب کی جائے۔"

عمرو بن عاص کا جواب

اب عمرو بن عاص نے زبان کھولی اور کہا "مجھے تو یہ نظر آرہا ہے کہ لوگوں کے حق میں آپ نہایت ہی نرم ہو گئے ہیں۔ ڈھیل ڈال دی ہے۔ اور جتنے وظائف عمر فاروقؓ دیا کرتے تھے آپ اُن سے زیادہ دینے لگے ہیں۔ لہٰذا آپ کے لیے بہترین مشورہ یہ ہے کہ دونوں ماسبق بزرگوں کا طریقہ اختیار کیجیے!"

حضرت عثمانؓ کا اندیشہ۔

ان سب لوگوں کی رائیں سُن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "اصل حقیقت یہ ہے کہ ہر آفت کے آنے کا ایک دروازہ ہوتا ہے۔ وہ دروازہ کھل گیا۔ یہ وہ فتنے ہیں جن کا اس امت کے لیے اندیشہ ہے۔ ان کا دروازہ بند کرنے کی چاہے جس قدر کوشش کی جائے وہ ضرور کھلے گا۔ لہٰذا بجز حدود اللہ کے قائم رکھنے کے اور تمام امور میں نرمی و صلاحیت ہی سے کام لینا چاہیے۔ اس پر بھی فتنوں کا دروازہ کھل گیا تو کسی پر اس کا الزام نہ ہوگا۔ اور خدا جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کو کبھی نیکی و صلاحیت سے نہیں روکا۔ مگر اب فتنے کی چکی پھرنے ہی کو ہے۔ اور خوش نصیبی ہو عثمانؓ کی اگر مر جائے مگر اپنے ہاتھ سے اس چکی کو نہ چلائے۔ الغرض جاؤ اور لوگوں کو تسلی دو۔ اُن کے جو حقوق ہوں ادا کرو۔ اور خدا کے حقوق پورے کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔"

حضرت عثمانؓ کی اس تقریر پر یہ صحبت ختم ہوئی۔ آپ اپنے قیام گاہ پر تشریف لائے۔

اور والیان ملک نے اپنا اپنا راستہ لیا۔ لیکن مدینہ منورہ تک حضرت ذی النورین اور تمام والیوں کا ساتھ رہا۔ راستے میں ایک حدی خوان نے اتفاقاً ایک شعر گایا جس کا مضمون یہ تھا کہ "حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوں گے"۔ کعب نے جو یہ نغمہ سنا تو اس ساربان کو ڈانٹا اور کہا "تو جھوٹا ہے۔ خلافت عثمانؓ کے بعد معٰویہ کو ملے گی"۔ لوگ کہتے ہیں یہی واقعہ ہے جس نے جناب معٰویہ کے دل میں خلافت کی ہوس پیدا کر دی۔

معٰویہ کو ہوس خلافت ہونے کی بنا۔

مدینے میں معٰویہ کی تقریر۔

مدینہ طیبہ میں پہونچ کر حضرت عثمانؓ نے حضرت علی مرتضیٰؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کو بلوایا معٰویہ بھی شریک صحبت تھے جنھوں نے سب صاحبوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا آپ سب حضرات رسول اکرمؐ کے صحابی ہیں۔ بہترین مخلوقات ہیں۔ اور آپ ہی کو خلافت کا استحقاق حاصل ہے۔ لہذا آپ کے سوا اور کوئی شخص جانشینی حضرت رسولؐ کی ہوس نہیں کر سکتا۔ بجز اس شخص کے جس کو طمع دامنگیر ہو اور جبر و تعدی سے کام لے۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا جن کی عمر اب بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اور اگر ان کی نسبت اب آپ مختل الحواس ہو جانے کا اندیشہ کریں تو کچھ بعید نہیں ہے۔ میرے نزدیک ان کا اس درجے کو پہونچ جانا بھی ان کے لیے موجب شرف ہو گا۔ مگر جس قول کے کہے جانے کا مجھے اندیشہ تھا اب وہ ہر شخص کی زبان پر ہے۔ تاہم مجھے اس کا اقرار ہے کہ یہ جو کچھ ہوا آپ حضرات کی کوشش سے نہیں ہوا۔ خیر اب میں کہتا ہوں کہ یہ ہاتھ خلافت کی مدد کو موجود ہے۔ اور معاملہ خلافت میں آپ اور لوگوں کو طمع نہ لانا چاہیے میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ لوگوں نے اگر اس کا ارادہ کیا تو انھیں زک ہی ہو گی"۔ جناب معٰویہ کے یہ الفاظ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا "تمھاری ماں مرے تمھیں اس معاملے سے کیا تعلق ہے"۔ معٰویہ نے کہا "میری ماں کا نام نہ لو۔ تم سب کی ماؤں سے وہ کچھ بری نہیں ہیں۔ اس لیے کہ اسلام لائیں رسول خدا صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بجائے اس کے میری بات کا جواب دو"۔

حضرت علیؓ اور معٰویہ میں ایک جھڑپ۔

حضرت عثمان رضؓ کا ارشاد۔

یہ باہمی رد و قدح دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے کہا "میرا بھتیجا (معٰویہ) سچ کہتا ہے خیر میں اپنا اور اپنی خلافت کا حال خود ہی بیان کیے دیتا ہوں۔ جو دو بزرگ مجھ سے پہلے خلیفہ ہوئے تھے انھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور ان دونوں کو کسی قسم کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔ مگر خود حضرت رسول خدا کی یہ حالت تھی کہ اپنے قرابت داروں کو دیا کرتے تھے میں ایک ایسے گروہ کا شخص ہوں جس میں کثرت سے عیال دار اور قلیل المعاش لوگ ہیں۔ لہذا ان کے لیے میں نے کسی حد تک اپنا ہاتھ کھول دیا۔ اس کو اگر تم لوگ میری غلطی سمجھتے ہو تو جن جن لوگوں کو میں نے دیا ہے ان سے واپس لے لو میں وعدہ

کرتا ہوں کہ تمہاری مخالفت نہ کروں گا۔"

یہ سن کر سب نے حضرت عثمانؓ کی نیک نفسی کا اعتراف کیا اور کہا "آپ نے عبداللہ بن خالد بن اسید کو پچاس ہزار کی اور مروان بن حکم کو پندرہ ہزار کی رقمیں دی ہیں ان سے واپس لے لیجئے۔" حضرت عثمانؓ نے اسی وقت یہ رقمیں ان لوگوں سے لے لیں۔ اور سب لوگ حضرت خلافت پناہ سے راضی ہو کر اپنے گھروں کو واپس گئے۔

جن لوگوں کو روپیہ دیا گیا تھا ان سے واپس لیا گیا۔

اس کے بعد تنہائی میں موقع پاکر جناب معٰویہ نے حضرت عثمانؓ سے کہا "مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے ساتھ شام میں چلے چلیں۔ وہاں کے لوگ مطیع فرمان ہیں۔" حضرت عثمانؓ نے کہا "مجھے چاہے کیسا ہی لالچ دلایا جائے جوار رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر اور کہیں نہ جاؤں گا۔ چاہے میرا گلا کٹ جائے مگر مدینے کے باہر قدم نہ نکالوں گا۔" معٰویہ نے کہا "تو اچھا میں شام سے ایک لشکر بھیج دوں گا جو یہاں آپ کے پاس ٹھیرے گا اور آپ کی حفاظت کرے گا۔ ممکن ہے کہ کوئی آفت اٹھ کھڑی ہو۔ اس وقت کوئی آپ کا بچانے والا گروہ ضرور موجود ہونا چاہیئے۔" حضرت عثمانؓ نے کہا "مدینہ چھوٹا شہر ہے۔ اور ایک لشکر کے یہاں رہنے سے ساکنین جوار رسول اللہ صلعم تنگی و دشواری میں پڑ جائیں گے اس لیے مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہو سکتا۔" ان دونوں تدبیروں میں ناکام ہو کر معٰویہ نے کہا "خدا کی قسم لوگ آپ کو فریب دیں گے اور لڑیں گے۔" مگر حضرت عثمانؓ نے کسی طرح نہ مانا۔ اور فرمایا "حسبی اللہ ونعم الوکیل"۔

معٰویہ کا مشورہ اور حضرت عثمانؓ کا نہ ماننا۔

اب جناب معٰویہ نے سفر کے کپڑے پہنے۔ اور شام کے ارادے سے چلے۔ راستے میں حضرات علیؓ طلحہؓ و زبیرؓ کو ایک جگہ جمع دیکھا۔ ان کے پاس جا کھڑے ہوئے اور کہا "آپ سب صاحب جانتے ہیں کہ حکومت کے لیے لوگ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو مبعوث کیا۔ اور اس وقت سے لوگوں کو سبقت اسلام۔ قدامت صحبت۔ اور دینداری کی کوشش کے لحاظ سے شرافت اور فضیلت حاصل ہونے لگی۔ لہٰذا آپ لوگ اگر اسی اصول پہ قائم رہیں تو حکومت آپ کی ہے۔ اور سب آپ کی اطاعت و پیروی کو تیار ہیں لیکن اگر غلبے کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنے کی ہوس کی گئی تو حکومت ان سے چھین لی جائیگی اور غیروں کو مل جائے گی۔ خداوند جل علا کو اس قسم کا تغیر و تبدل کرنے کی قدرت ہر وقت حاصل ہے۔ میں آپ حضرات کے درمیان بوڑھے محترم خلیفہ عثمانؓ کو چھوڑے جاتا ہوں۔ ان کے ساتھ بھلائی کیجیے۔ اور ان کے مدد و معاون رہیئے۔" یہ تقریر

معٰویہ کی آخری تقریر اکابر صحابہ کے سامنے۔

کر کے تعاویہ چلے گئے۔ اور حضرت علیؓ نے کہا "انھوں نے بات تو اچھی کہی"۔ زبیرؓ بولے "خدا کی قسم آپ کے اور ہمارے دلوں میں آج سے پہلے کبھی اس شخص کی اتنی عزت نہ تھی"۔

ساتویں فصل

بلوائیوں کی شورش

خلافت راشدہ کو صدمہ۔ حضرت عثمانؓ کی ابتدائی ہردلعزیزی۔ اعتراض اور اس کا جواب۔ دوسرا اعتراض۔ اس کا جواب۔ بنی اُمیہ کا خیال۔ حضرت عثمانؓ کشمکش میں۔ عام اہل مدینہ کی مخالفت۔ جناب معٰویہ کی ان کو دھمکی۔ معٰویہ کا خوفناک مشورہ۔ حضرت عثمانؓ کی نیک نفسی۔ معٰویہ کا آخری مشورہ۔ اور انتقام خون عثمانؓ کا حق حاصل کرنا۔ بیرونی بلاد میں غدر کا انسداد۔ خود بعض مدینے والوں نے بلوائیوں کو بلایا۔ روانگی مصر کے بلوائیوں کی۔ کوفہ کے بلوائیوں کی۔ بصرے کے بلوائیوں کی۔ مصر والوں کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو۔ آپ کی تقریر مجمع عام میں۔ عبداللہ بن سعد کی ناکامی۔ بلوائیوں کے پڑاؤ اور اُن کے ارادے۔ حضرات طلحہ اور زبیر اور علیؓ کے طرفدار۔ اُن کے وکیل مدینہ میں۔ تینوں صاحبوں نے انکار کیا۔ اور حضرت عثمانؓ کے معاون ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی خواہش سے حضرت علیؓ کا جانا۔ اور بلوائیوں کو واپس کرنا۔ حضرت عثمانؓ کا علانیہ اقرار۔ مروان نے اُن کی رائے بدل دی۔ مروان کی مفسدانہ تقریر۔ حضرت علیؓ کی پریشانی۔ آپ کی غصہ کی گفتگو حضرت عثمانؓ سے۔ جناب نائلہ کا حضرت عثمانؓ کو سمجھا جانا۔ جناب عثمانؓ کا حضرت علیؓ کے گھر جانا۔ اور بے نتیجہ واپس آنا۔ عمرو بن عاص کی سخت کلامی۔ بلوائیوں کے پھر واپس آنے کا سبب۔ حضرت عثمانؓ کا خط۔ اس کا تذکرہ حضرت عثمانؓ کے سامنے۔ اہل مصر حضرت عثمانؓ کے سامنے۔ حضرت عثمانؓ کا خط سے انکار۔ اہل مصر کا اصرار کہ خلافت کو چھوڑ دیجیے۔ حضرت عثمانؓ کا اس سے انکار۔ اہل مصر کا دعوٰی۔ اور حضرت عثمانؓ کا جواب۔ حضرت عثمانؓ کا محاصرہ۔ ابتدائی ایام محاصرہ۔ والیان ملک کی اعانت۔ بلوائیوں کی پہلی چیرہ دستی۔ آپ اہل مدینہ کو مدد سے روکتے ہیں۔ حضرت علیؓ کو بنی اُمیہ کی دھمکی۔ حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے سے بھی روکے گئے۔

خلافت راشدہ کو صدمہ۔

جو ہنگامہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا باعث ہوا تھا اُس نے خلافت راشدہ کی کمر توڑ دی۔ اور سچ یہ ہے کہ اُس نے ہمیشہ کے لیے خلافت اسلامیہ کو کمزور کر دیا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ نہایت ہی اہم اور حد سے زیادہ نازک واقعات ہیں خصوصاً اُن لوگوں کے لیے جو تمام صحابۂ رسول اللہ صلعم کو عادل و ثقہ۔ اور واجب التعظیم تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ سے ابتداءً لوگ نہایت ہی خوش تھے۔ بلکہ آپ کو حضرت عمرؓ سے بھی اچھا کہتے تھے۔ اس لیے کہ آپ زیادہ رحمدل شفیق اور فیاض تھے۔ آپ کے زمانے میں مستحق مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ وظائف جاری ہوئے۔ اور اہل مدینہ کی دولت مندی حد سے گذر گئی۔ لیکن اس میں آپ نے اپنے خاندان والوں یعنی بنی امیہ کے ساتھ زیادہ سلوک کیا۔ لوگوں کو اس پر اعتراض ہوا اور آپ نے یہ جواب دیا کہ قرآن مجید میں ذوی القربیٰ کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ خود رسول خدا صلعم نے اکثر اوقات اپنے اعزہ حضرت عباسؓ وغیرہ کو زیادہ فیاضی کے ساتھ عطا فرمایا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر قریش اور مخصوص بنی امیہ کے ساتھ خاص رعائتیں فرمائیں۔ اور ان کو سب سے زیادہ دیا۔ مخالفوں کے پاس اس کا کوئی جواب تو نہ تھا۔ مگر مخالفت سے باز نہ آتے تھے۔

دوسری بات یہ تھی کہ آپ نے بعض ان نوجوانوں کو جو صحابی ہونے کی عزت نہ رکھتے تھے اور آپ کے قرابت داروں میں تھے۔ بصرہ و عراق وغیرہ میں والی ملک مقرر فرمایا۔ اور اگرچہ اکابر صحابہ موجود تھے مگر وہ ان خدمتوں سے محروم رکھے گئے۔ اس کی وجہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں نہایت ہی موجہ اور معقول بتائی ہے۔ وہ یہ کہ گذشتہ فتحوں کے بعد حضرات شیخین کے عہد کے سپہ سالاروں اور الوالعزم والیوں میں سے اکثر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور جو باقی تھے وہ بجائے جہاد میں سرگرمی دکھانے اور ممالک دور دراز میں اعلاء کلمۃ الحق کرنے کے مفتوحہ ممالک میں بیٹھ کر صرف حکومت کرنے کو پسند کرتے تھے۔ اور دولت مندی اور اگلے کارناموں کے فخر نے ان میں ملک گیری و جہاد کا جوش ٹھنڈا کر دیا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری ہوں یا سعد بن ابی وقاص اب کوفہ و بصرہ کے دار الامارۃ میں بیٹھ کر فقط حکومت کرتے تھے۔ اسی طرح عمرو بن عاص نے مصر کی فتح پر قناعت کر لی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے حوصلہ مند اور الوالعزم نوجوانوں سے کام لینا چاہا جن کی رگوں میں نوعمری کا تازہ خون دوڑ رہا تھا۔ بلالحاظ اس کے کہ ان کو صحبت رسول اکرم کا شرف حاصل ہو یا نہ ہو اور اس قسم کی الوالعزمی چونکہ بنی امیہ میں بیشتر سے موجود تھی اس لیے زیادہ تر انہیں کا انتخاب ہوا۔ اور اس حکمت عملی کا مفید نتیجہ بھی حضرت عثمانؓ ہی کے زمانے میں نظر آ گیا۔ عبداللہ بن ابی سرح نے بجائے اس کے کہ عمرو بن عاص کی طرح فسطاط و اسکندریہ کی ہوا کھایا کریں افریقہ پر حملہ کر کے قریب قریب سارے شمالی افریقہ میں توحید کا نعرہ بلند کر دیا۔ اور ایک بہت بڑا وسیع ملک قلمرو خلافت میں شامل ہو گیا۔ اسی طرح ابن عامر نے اپنی حوصلہ مندی سے تمام ممالک فارس و عجم کو جو بالکل قبضے سے

حضرت عثمانؓ کی ابتدائی ہردلعزیزی

اعتراض اول اور اس کا جواب

دوسرا اعتراض

اس کا جواب

نکل گئے تھے مطیع و منقاد بنا کے سارے قفقاز و ترکستان اور طخارستان و زابلستان کو مطیع الاسلام بنا لیا
معترض اس مصلحت کو تو نہیں دیکھتے تھے مگر ناراض تھے کہ اپنے ہی لوگوں کو دیتے اور اپنے ہی
عزیزوں کو عہدوں پر مقرر کرتے ہیں۔ یہ شکایتیں بہت سے صحابہ کے زبانوں پر بھی جاری ہو گئیں
اور بعض ازواج مطہرات رسالت بھی عوام سے سُن سُن کر حضرت عثمانؓ کو الزام دینے لگے یہاں تک کہ
باقی ماندگان اہل شوریٰ و عشرۂ مبشرہ حضرات علیؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کا طرز عمل بھی مشتبہ نظر آنے لگا ساتھ ہی
بنی امیہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ بزرگان امت اس لیے حضرت عثمانؓ کی مخالفت کر رہے ہیں کہ
مسند خلافت کو اپنے لیے خالی کرائیں۔ اور انھوں نے طیش میں آکر سختی سے جواب دینا شروع کیا حضرت
عثمانؓ کے اصول حکمرانی کی جنبہ داری کرنے لگے۔ اور گو کہ حضرت عثمانؓ اکثر ان کو روکتے تھے مگر ان کے
بے اعتدالی کے جوابوں نے عام لوگوں میں اور زیادہ ناراضی بڑھا دی۔

بنی اُمیہ کا خیال۔

مدینے کے اکابر و اجلۂ صحابہ حضرت عثمانؓ کے پاس آکر آپ کے والیوں کی شکایتوں کا دفتر
کھولتے۔ اور درخواست کرتے کہ آپ ان کو فوراً معزول کر دیں مگر عمائد بنی اُمیہ ان والیوں کی طرفداری
کرتے جس سے آپ ایک کشمکش میں پڑے ہوئے تھے اس کے ساتھ عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی دماغ
کمزور تھا اور قویٰ میں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ اور گرد و پیش کے لوگوں کے سمجھانے سے آپ اس
نتیجے کو پہونچتے کہ "میرے والیوں کی شکایتیں محض بغض و عناد کی وجہ سے کی جا رہی ہیں۔ وہ ہرگز
ایسے بُرے نہیں ہیں۔ جیسے کہ مشہور کیے جاتے ہیں"۔ لہٰذا آپ ان کی جنبہ داری فرماتے۔ اور بے وجہ
اُن کے معزول کرنے کو جائز نہ خیال کرتے۔

حضرت عثمانؓ کشمکش میں۔

آخر اہل مدینہ نے عام مخالفت کر دی جس میں بعض اکابر صحابہ کے ساتھ مدینہ والوں کے کثیر التعداد
غلام اور بہت سے بدوی قبائل بھی شریک ہو گئے۔ اور بنی اُمیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت عثمانؓ کی مخالفت
کے پردے میں دراصل ہمارے خاندان کی پامالی کی کوشش کی جا رہی ہے۔

عام اہل مدینہ کی مخالفت۔

چنانچہ اس زمانے میں ایک بار جب کہ اکثر بزرگان مہاجرین کے ساتھ حضرت عمار بن یاسرؓ بھی
موجود تھے۔ اور معٰویہ بھی مدینے میں آئے ہوئے تھے معٰویہ نے سب کو ان الفاظ میں متنبہ کیا کہ "اے
گروہ صحابہ۔ میں آپ کو اپنے بوڑھے بزرگ (حضرت عثمانؓ) کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں
اگر آپ کے درمیان میں یہ مارڈالے گئے تو خدا کی قسم مدینے کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں گا"
پھر عمارؓ کی طرف رُخ کر کے کہا "عمار شام میں ایک لاکھ سوار موجود ہیں۔ جن میں سے ہر ایک ماہوار پاتا ہے
اور اسی تعداد میں ان کے اولاد و احفاد اور غلام ہیں جو نہ علیؓ کو جانتے ہیں نہ اُن کی قرابت کو۔ نہ عمار ہے

جناب معویہ کی ان کو دھمکی۔

واقف ہیں نہ ان کے گذشتہ کارناموں سے۔ نہ زبیر کو جانتے ہیں نہ ان کے احباب کو۔ نہ انہیں طلحہ کی خبر ہے نہ ان کے واقعات ہجرت کی۔ نہ وہ ابن عوف سے ہیبت کھاتے ہیں نہ ان کی دولت سے۔ نہ سعد سے ڈرتے ہیں۔ نہ اُن کی دعا کی تیر بہدف ہونے سے۔ لہٰذا اے عمار کل جو فتنہ پیدا ہونے والا ہے اس میں خبردار نہ پڑنا تاکہ پھر اس کے بعد یہ نہ کہا جائے کہ فلاں عثمانؓ کا قاتل ہے اور فلاں علیؓ کا۔"

ان مخالفتوں کے نتیجے میں جو عداوت بنی امیہ کو اکابر صحابہ سے ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے گزشتہ تقریروں کے بعد جناب معٰویہ سے تنہائی میں، پوچھا کہ "اب اس بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ یہ مہاجرین چاہتے ہیں کہ قسمت کو پہلے ہی بلالیں (یعنے میرے مرنے کا انتظار کیے بغیر خلافت کو حاصل کریں) اور جو کچھ ان لوگوں کے دل میں ہے اس کو ظاہر کرکے چھوڑیں گے"۔ تو انھوں نے کہا "میری رائے میں تو آپ مجھے اجازت دیجیے کہ ان سب لوگوں کے سر اُڑا دوں"۔ پوچھا "کس کے؟" کہا "علیؓ، طلحہ اور زبیر کے"۔ یہ سنتے ہی حضرت عثمانؓ چونک پڑے اور فرمایا "سبحان اللہ! اصحاب رسالتؐ کو مار ڈالوں! اور بغیر اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو یا کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہوں!" معاویہ نے کہا "تو یاد رکھیے کہ اگر آپ نے ان لوگوں کو قتل نہ کیا تو یہ عنقریب آپ کو قتل کر دیں گے"۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "جو کچھ ہو۔ میں وہ پہلا شخص نہ بنوں گا۔ جو رسول اللہؐ کا جانشین ہو کر آپ کی اُمت کا خون گرائے"۔

اب معٰویہ نے کہا "تو پھر تین باتوں میں سے ایک کو آپ اختیار کیجیے"۔ پوچھا "کون باتیں؟" کہا "پہلی یہ کہ میں یہاں مدینے میں آپ کی حفاظت کے لیے لشکر اسلام سے چار ہزار سوار مقرر کر دوں"۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا "ان کی تنخواہ کہاں سے دی جائے گی؟" کہا "بیت المال سے"۔ جناب ذی النورین نے حیرت کے الفاظ میں کہا "محض اپنی حفاظت کے لیے میں مسلمانوں کے بیت المال سے چار ہزار سواروں کو تنخواہ دوں! یہ تو مجھ سے نہ ہوگا"۔ معٰویہ نے کہا "تو پھر دوسری بات اختیار کیجیے۔ وہ یہ کہ ان سب لوگوں کو یہاں سے نکال کے دور دراز مقامات میں پھینک دیجیے۔ اس طرح کہ ہر شخص ایک جگہ بنوں اور انہیں مہموں اور اہم کاموں میں اس طرح پھنسا دیجیے کہ انہیں نماز سے زیادہ فکر اپنے اونٹوں کی رہے"۔ اس پر حضرت عثمانؓ اور زیادہ متحیر ہوئے اور فرمایا "سبحان اللہ! معزز مہاجرینؓ اکابر صحابہ اور باقی ماندگان شوریٰ۔ اُن کو اُن کے وطنوں سے نکالوں۔ اور گھر بار اور اعزہ و اقارب سے جدا کر دوں! یہ بھی نہیں ہو سکتا"۔ معٰویہ نے کہا "تو اب فقط تیسری بات رہ گئی۔ وہ یہ ہے کہ اگر آپ

معٰویہ کا خونناک مشورہ۔

حضرت عثمانؓ کی نیک نفسی

معٰویہ کا آخری مشورہ۔

اور نظام حکومت عثمانی کا خاتمہ کر۔

مارڈالے جائیں تو مجھے یہ حق عطا کیجیے کہ آپ کے خون کا دعویدار ہوں"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "ہاں یہ ہو سکتا ہے"۔

بیرونی بلوائیوں کے غدر کا انسداد۔

آخر معاملات نے اور زیادہ نازک صورت اختیار کی۔ جو لوگ حضرت عثمانؓ سے منحرف تھے انھوں نے تمام شہروں میں علانیہ غدر و بغاوت کے لیے ایک دن مقرر کیا۔ گرو الیان ملک کو پتہ لگ گیا۔ اور انھوں نے ایسی بیدار مغزی سے کام لیا کہ فتنہ انگیزوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی تاہم باغیوں نے بجائے شہروں میں غدر مچانے کے ارادہ کیا کہ خاص مدینہ میں پہونچ کر حضرت عثمانؓ پر یورش کریں۔ جس کا اصلی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود بعض مدینے والوں کی طرف سے اُن کے پاس خطوط گئے جن کا مضمون یہ تھا کہ "اگر تم کو جہاد کا شوق ہو تو یہاں آؤ۔ اس لیے کہ تمھارے خلیفہ نے دین محمدیؐ کو غارت کر دیا۔ فوراً آؤ اور اس کی اصلاح کرو"۔

خود مدینے والوں نے بلوائیوں کو بلایا۔

روانگی مصر کے بلوائیوں کی۔

مصر میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن حذیفہ لوگوں کو حضرت عثمانؓ کی مخالفت پر ابھار رہے تھے اُن کے اثر سے مصر والوں کا ایک گروہ عمرے کا بہانہ کر کے چل کھڑا ہوا جس میں محمد بن ابی بکر بھی تھے۔ عبدالرحمن بن عدیس بھی اپنے پانچ سو یا ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ اس گروہ میں شامل ہو گیا۔ کنانہ بن بشر لیثی اور سودان بن حمران سکونی وغیرہ بھی اُن کے ساتھ ہوئے۔ اور غافقی بن حرب عکی اُن کا سرغنا قرار پایا۔

کوفے کے بلوائیوں کی۔

اسی تعداد میں ایک گروہ کوفہ سے چلا جس میں زید بن صوحان عبدی، اشتر نخعی۔ زیاد بن نضر حارثی اور عبداللہ بن اصم عامری تھے۔ تیسری طرف سے اسی تعداد میں بصرے کے بلوائیوں کا ایک گروہ بھی مدینے کی طرف چلا جس میں حکیم بن جبلہ عبدی۔ ذریح بن عباد۔ بشر بن شریح قیسی اور ابن المحرش وغیرہ تھے۔ اور اُن کا سردار حرقوص بن زہیر سعدی تھا۔ یہ سب لوگ شوال کے مہینے میں روانہ ہوئے اور سب نے شہر والوں پر یہ ظاہر کیا کہ حج کو جاتے ہیں۔

بصرے کے بلوائیوں کی۔

مصر والوں کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو۔

مصر والے جیسے ہی فسطاط سے روانہ ہوئے وہاں کے والی عبداللہ بن سعد کو خبر ہو گئی۔ انھوں نے فوراً حضرت عثمانؓ کو اطلاع کی۔ آپ نے خبر پاتے ہی مسجد نبویؐ میں منبر پر کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں ان بلوائیوں کی روانگی کا حال بیان کیا۔ اور فرمایا "فتنہ جوئی میں ان لوگوں نے عجلت کی اور میری عمر کو دراز کرنا چاہا۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے ہاتھوں زندگی سے جدا

آپکی تقریر مجمع عام میں۔

---

1. کتاب السیاستہ والامامہ ابن قتیبہ صفحہ ۲۷-۲۸

ہوگیا تو پھر وہ تمنا کریں گے کہ میری عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال کا ہوتا۔ اس لیے کہ میرے بعد یہ لوگ خونریزی مصیبت اور شورش کو دیکھیں گے۔ اور نظر آجائے گا کہ شریعت کے احکام کچھ سے کچھ ہو گئے"۔ پھر اسی وقت حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سعد کو حکم بھیجا کہ ان بلوائیوں کے تعاقب میں خود روانہ ہولو"۔ اس حکم کے مطابق وہ چلے۔ شہر ایلہ تک پہونچے تھے کہ سنا مصری بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو محصور کر لیا۔ ساتھ ہی یہ خبر ملی کہ محمد بن حذیفہ نے تمام اہل مصر کو اپنے موافق کر لیا ہے۔ فوراً پلٹ کے مصر پہونچے۔ مگر مخالفت کا جوش اس قدر غالب تھا کہ لوگوں نے شہر میں نہ آنے دیا۔ اور مجبوراً وہ ارض فلسطین میں جاکر بیٹھ رہے کہ دیکھیں ان ہنگاموں کا کیا انجام ہوتا ہے۔

عبداللہ بن سعد کی ناکامی۔

سب جگہ کے بلوائی مدینے کے قریب پہونچے تو بصرے والوں میں سے تھوڑے ٹھہ کے مقام ذی خشب میں اتر پڑے۔ اور اس بات کی کوشش شروع کی کہ حضرت عثمانؓ کو سند خلافت سے اُتار کے حضرت طلحہؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اہل کوفہ میں کچھ لوگ ٹھہ کے مقام اعوص میں اتر پڑے اور اس کے درپے ہوئے کہ خلیفۂ زمانہ کو ہٹا کے حضرت زبیرؓ کو خلیفہ بنائیں۔ مصر والے جب مدینے کے قریب پہونچے تو ذی المروہ میں ٹھہر گئے اور اس کوشش میں مصروف ہوئے کہ حضرت علیؓ کو سند خلافت پر بٹھائیں۔ اور زیاد بن نضر اور عبداللہ بن اصم ایلچیوں کی طرح مصر اور بصرے والوں میں آتے جاتے رہتے تاکہ سب کو ایک رائے پر متفق کریں۔

بلوائیوں کے پڑاؤ اور ان کے ارادے۔

حضرات طلحہؓ و زبیرؓ اور علیؓ کے طرفدار۔

اب زیاد اور عبداللہ نے سب سے کہا آپ سب یہیں ٹھہریں ہم ذرا مدینے میں جاکر دیکھ آئیں کہ وہاں کا کیا رنگ ہے۔ سنا ہے کہ ہمارے آنے کی خبر ہو گئی ہے اور لڑائی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اگر یہ سچ نکلا تو ہم واپس آ کے آپ کو اطلاع کر دیں گے۔ اور خیال کریں گے کہ ہم سے آنے میں غلطی ہو گئی"۔ اس قرارداد کے مطابق دونوں مدینے میں گئے۔ لوگوں پر ظاہر کیا کہ ہم خاندان رسالت کی حکومت چاہتے ہیں اور نیز ہماری خواہش ہے کہ بعض والیان ملک بدل دیے جائیں اور حضرات علیؓ و طلحہ و زبیرؓ سے ملنا چاہا۔ مگر سب نے ملنے سے انکار کیا۔ اور وہ اپنے گروہ میں واپس چلے آئے۔

ان کے وکیل مدینے میں۔

تینوں صحابیوں نے انکار کیا۔

اس کے بعد مصر کے چند لوگ مدینہ میں جاکر حضرت علیؓ سے اور بصرے کے چند لوگ حضرت طلحہؓ سے ملے۔ اور کہا ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور آپ نے نہ مانا تو سخت جھگڑا پیدا کریں گے۔ آپ کی جماعت کو توڑ دیں گے۔ اور برابر آپ کے پاس آتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ آپ قبول کریں۔ مگر انجام یہ ہوا کہ دونوں حضرات نے ان کو جھڑک کر اپنے سامنے سے نکال دیا۔ بلکہ ان لوگوں کی دست بُرد سے بچانے کے لیے حضرت علیؓ نے اپنے فرزند جناب حسنؓ کو ایک گروہ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے مکان پر بھیج دیا اور فرمایا جو لوگ ذی المروہ ذی خشب اور

اور حضرت عثمانؓ سے معاون چاہا۔

اعوص میں جمع ہیں رسول خدا صلعم نے اُن کو ملعون بتایا ہے"۔ اسی طرح حضرت طلحہ نے بھی اپنے دو بیٹوں کو جناب ذی النورین کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ کوفہ والوں کے سفیروں نے حضرت زبیر کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی التجا کی اور یہی جواب پایا۔ اور زبیر کے فرزند حضرت عبداللہ بھی حضرت عثمانؓ کے دروازے پر کھڑے تھے کہ کسی کو اُن کی طرف قدم نہ بڑھانے دیں۔

مدینے کا ایک رنگ اور اکابر صحابہ کی یہ مستعدی دیکھ کر یہ لوگ اپنے گروہوں میں واپس گئے ان لوگوں کے ذی خشب میں جمع ہونے کی خبر حضرت عثمانؓ نے سُنی تو حضرت علیؓ کے گھر میں تشریف لے گئے اُن سے ملے! اپنے حقوق قرابت جتائے اور یہ کہہ کر کہ ان لوگوں پر آپ کا اثر ہے اُن سے خواہش کی کہ "آپ اُن کے پاس جائیے اور انھیں روکیے۔ اگر وہ یہاں تک آ گئے تو میری توہین ہوگی"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "میں انھیں کیا کہہ کے پھیروں؟" حضرت عثمانؓ نے کہا "آپ جو مناسب جانیں کہیں میں اس کا پابند رہوں گا"۔ حضرت علیؓ نے کہا "میں آپ سے بار بار کہہ چکا۔ آپ نے ہر بار وعدہ کیا اور پھر اس کے بعد اپنے قول سے پھر گئے۔ اصل میں یہ سب کارروائیاں مروان۔ ابن عامر معٰویہ اور عبداللہ بن سعد کے باعث ہیں۔ آپ ان کا کہنا مانتے ہیں اور میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "اب میں آپ کی اطاعت اور اُن کی مخالفت کروں گا"۔ اس گفتگو کے بعد حضرت علیؓ جناب عثمانؓ کی خواہش کے مطابق تیس مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر اہل مصر کے پاس گئے اور اُن کو سمجھا بُجھا کے واپس کر دیا۔ اور مدینے میں واپس آ کر حضرت عثمانؓ سے کہا کہ وہ لوگ واپس گئے۔ پھر فرمایا "آپ خود چل کے مجمع عام میں اپنی زبان سے اعلان کر دیجیے کہ کیا اصلاحیں کی گئی ہیں۔ تمام شہروں کے لوگ برہم ہو رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوفے اور بصرے کے بلوائی بھی آ پہونچیں اور اس وقت پھر آپ مجھ سے فرمائیں کہ اُن کے پاس جاؤ۔ اس وقت اگر میں جانے میں کوتاہی کروں گا تو آپ کہیں گے کہ قرابت کا بھی خیال نہ کیا۔

حضرت عثمانؓ کی خواہش سے حضرت علیؓ کا جانا۔

اور بلوائیوں کا واپس کرنا۔

حضرت علیؓ کے کہنے سے حضرت عثمانؓ مسجد نبویؐ میں آئے اور سب لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف اور توبہ کا اظہار کیا۔ اور کہا "اگر حق مجھے غلام بنا دے تو میں غلاموں کی طرح رہوں گا۔ میں مروان وغیرہ کو بھی تمھارے سامنے جھکا دوں گا۔ اور تم جب چاہو گے مجھ تک پہونچ سکو گے"۔ یہ سُن کر تمام لوگ رقت قلب سے رونے لگے۔ اور خود حضرت عثمانؓ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوئے۔

حضرت عثمانؓ کا علانیہ اقرار۔

اس کے بعد جب گھر میں آئے تو وہاں مروان سعید اور چند اور نوجوانان بنی اُمیہ کو موجود پایا۔

مروان نے کہا "امیر المومنین میں کچھ عرض کروں؟" حضرت کی بیوی نائلہ جو بڑی عقلمند اور ذی ہوش بیوی تھیں بولیں "نہیں تم خاموش رہو۔ لوگ ان کو قتل کر کے کسی اور کو جانشین کر دیں گے انھوں نے جو کچھ کہہ دیا ہے اس سے ہرگز نہ ہٹنا چاہیے"۔ مروان نے نائلہ کو سخت جواب دیا اور نائلہ نے بھی سختی سے مگر معقولیت کے ساتھ اس کی تردید کی۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے مروان کو بولنے کی اجازت دے دی۔ اور اس نے کہا "آپ کا یہ قول اگر کسی مجبوری سے ہوتا تو سب کے پہلے اس کو میں قبول کرتا۔ مگر آپ نے تو ذلت اختیار کر لی۔ خدا کی قسم خطا پر قائم رہنا اور خدا سے توبہ کر لینا اس سے اچھا تھا کہ علانیہ خطا کا اقرار کیا جائے"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا تو اچھا تم باہر جا کے جو چاہو لوگوں سے کہہ دو اب مجھے تو کچھ کہتے شرم آتی ہے۔ اجازت پاتے ہی مروان باہر نکلا تو دیکھا کہ لوگوں کا ٹھٹ لگا ہوا ہے۔ ان میں کھڑے ہو کر کہا "تم لوگ کیوں جمع ہوئے ہو؟ کیا ہمیں لوٹنے آئے ہو چاہتے ہو کہ ہماری سلطنت ہم سے چھین لو؟ اور ہمیں ہمیشہ کے لیے نکال دو؟ یہ ارادہ ہے تو ہم بھی تمھارے ساتھ وہ سلوک کریں گے جو تم کو ناگوار گزرے گا۔ جاؤ اپنے گھر جاؤ اور ہم خدا کی قسم دبنے والے نہیں ہیں"۔

مروان کی اس تقریر نے یک بیک آگ لگا دی اور برہمی و شورش پہلے سے زیادہ ہو گئی۔ لوگوں نے دوڑ کے حضرت علیؓ کو خبر کی۔ آپ فوراً عبد الرحمن بن اسود سے ملے اور کہا "آپ عثمانؓ کے خطبے کے وقت موجود تھے؟" کہا "ہاں"۔ پوچھا "اور مروان نے جو کچھ کہا وہ بھی آپ نے سنا؟" کہا "ہاں"۔ اب حضرت علیؓ نے سب سے خطاب کر کے فرمایا "خدا کے بندو! مسلمانو! میں گھر میں بیٹھ رہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ میں نے تعلقات قرابت قطع کر دیے۔ معاملات میں دخل دیتا ہوں تو یہ انجام ہوتا ہے کہ مروان یوں آ کے ان کے قول کے ساتھ ملاعبت کرتا ہے۔ ان کی تلوار مروان کے ہاتھ میں ہے اور باوجودیکہ وہ صحبت رسول اللہ کا شرف حاصل کر چکے ہیں اور کہن سال ہیں مگر وہ ان کی تلوار کو جدھر چاہتا ہے چلا دیتا ہے"۔ اس کے بعد حضرت علیؓ غصے میں بھرے ہوئے جناب عثمانؓ کے پاس گئے اور کہا "آپ جو مروان سے راضی ہیں۔ اور مروان آپ سے راضی ہے یہ محض اس وجہ سے ہے کہ آپ دین اور عقل سے ہٹ گئے ہیں۔ بعینہ یہ حال ہے جیسے ساربان اونٹنی کو جدھر چاہتا ہے لیجاتا ہے۔ مروان خدا کی قسم نہ دین میں صائب الرائے ہے اور نہ اپنی ذات میں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو آپ کے درجے سے گرا نہ دے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ وہ آپ کا درجہ کچھ بڑھا سکے۔ بس اب اس کے بعد میں یہاں نہ آؤں گا۔ آپ کی وہ ذاتی بزرگی تشریف لے گئی! اور اب اوروں کی رائے

مروان نے ان کی رائے بدل دی۔

مروان کی مفسدانہ تقریر۔

حضرت علیؓ کی پریشانی۔

آپکی غصہ کی گفتگو حضرت عثمانؓ سے۔

آپ کی رائے پر غالب ہے"۔ یہ کہہ کر حضرت علیؓ چلے گئے۔ مگر آپ نے جیسے ہی دروازے کے باہر قدم نکالا جناب نائلہ نے حضرت عثمانؓ سے کہا "علیؓ نے جو کچھ کہا تم نے سن لیا۔ اور اب وہ پھر تمھارے پاس نہ آئیں گے تمھاری مہار مروان کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہتا ہے تم کو لیجاتا ہے"۔ حضرت عثمانؓ بولے "تو پھر میں کیا کروں؟" نائلہ بولیں "خدا سے ڈرو اور تم سے پہلے دو بزرگوں کی جو وضع رہی ہے وہی وضع تم بھی اپنی رکھو"۔ نائلہ کی اس گفتگو کی خبر مروان کو ہوئی تو فوراً دوڑا آیا۔ اور نائلہ کی شان میں کچھ سخت کلامی کرنے کو تھا کہ حضرت عثمانؓ نے ڈانٹ کے روک دیا۔ اور وہ اپنا سا منھ لے کے چلا گیا۔ رات کو پھر حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے گھر میں گئے۔ اور ان سے کہا "میں اپنے قول سے نہ پھروں گا۔ اور جو آپ نے کہا ہے وہی کروں گا"۔ حضرت علیؓ نے کہا "آپ نے حضرت رسول خدا صلعم کے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور ان باتوں کو قبول کیا جن کو لوگ چاہتے ہیں۔ پھر آپ جب گھر میں گئے تو مروان نے آپ کے پاس سے آکر خاص آپ کے دروازے پر لوگوں کو گالیاں دیں اور ایذا پہونچائی"۔ اس کا جواب جناب عثمانؓ نے کچھ نہیں دیا بلکہ یہ کہتے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ "تم نے مجھ کو ذلیل کیا۔ اور لوگوں کو میرے خلاف کر دیا"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "میں خدا کی قسم تمام لوگوں سے زیادہ آپ کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن جب کوئی ایسی بات کہتا ہوں جس میں آپ کی سلامتی اور بہبود ہو تو مروان آکر دوسری بات پیش کرتا ہے آپ فوراً اس کی بات مان لیتے ہیں اور میری بات رد کر دیتے ہیں"۔

جناب نائلہ کا حضرت عثمان رضؓ کو سمجھانا۔

جناب عثمان رضؓ کا حضرت علیؓ کے گھر جانا۔

اور بے نتیجہ واپس آنا۔

دوسرے ہی روز مروان نے حضرت عثمانؓ سے یہ اعلان کرا دیا کہ مصر والے جو آئے تھے پلٹ گئے۔ اور سب لوگوں نے جو کچھ باتیں میرے متعلق سنی ہیں غلط ہیں۔ اس تقریر کے وقت عمرو بن عاص نے اٹھ کر کہا "عثمانؓ خدا سے ڈرو۔ تم نے بہت سے کام کیے اور تمھارے ساتھ ہم نے بھی کیے۔ لہٰذا تم بھی خدا کی درگاہ میں توبہ کرو اور ہم بھی کریں"۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے کمال برہمی کے ساتھ کہا "ایں! یہ تو ہے! جب سے میں نے تجھے حکومت سے معزول کیا تیرے کپڑوں میں جوئیں پڑ گئیں"۔ اسی وقت دوسری طرف سے آواز آئی کہ "توبہ کرو"۔ اور عمرو بن عاص نے دونوں ہاتھ اٹھا کے کہا "خداوندا۔ سب سے پہلے میں توبہ کرتا ہوں"۔ توبہ کرتے ہی عمرو بن عاص اُٹھے تو مدینہ چھوڑ دیا۔ اور ارض فلسطین میں پہونچ کر دم لیا۔ کہتے ہیں جانے سے پہلے حضرت عثمانؓ کے خلاف حضرت علیؓ طلحہؓ اور زبیرؓ سب کے ابھارنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور پھر فلسطین میں بھی وہ حضرت عثمانؓ کی شہادت ہی کے منتظر رہا کرتے تھے۔

عمرو بن عاص کی سخت کلامی۔

بلوائیوں کے پھر واپس آنے کا سبب۔

جب بلوائیوں نے واپس جانے کے بعد پھر یکایک مدینے کی طرف سبقت کرنے کا ارادہ کیا تو محمدؓ بن مسلمہ نے جا کر واپسی کا سبب پوچھا! ان لوگوں نے ایک خط پیش کیا اور کہا "مقام بویب میں ہم کو عثمانؓ کا ایک غلام ملا جو زکوٰۃ کے ایک اونٹ پر سوار مصر کی طرف جا رہا تھا (اس شخص کا نام بعض روایتوں میں ابو الاعور سلمی بتایا گیا ہے) ہم نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس ایک سیسے کے چھنگلے میں یہ خط نکلا جس میں عثمانؓ اپنے والی مصر کو حکم دیتے ہیں کہ "عبد الرحمٰن بن عدیس۔ عمرو بن حمق اور عروہ بن بیاع کو کوڑے مارے جائیں۔ اُن کی ڈاڑھیاں اور سر منڈوائے جائیں۔ پھر اُن میں سے بعض مصلوب کیے جائیں۔ اور بعض مقید کیے جائیں"۔ اسی کے ساتھ ان لوگوں نے یہ بھی کہا ہم نے اس معاملے میں حضرت علیؓ سے گفتگو ہو چکی ہے انھوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ عثمانؓ کو اس بارے میں سمجھائیں گے لیکن جب ہم نے سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید سے تذکرہ کیا تو انھوں نے صاف جواب دے دیا کہ ہم تمھارے معاملہ میں دخل نہ دیں گے۔ بہر حال آج ظہر کے بعد ہم حضرت علیؓ کے ساتھ اگر حضرت عثمانؓ سے ملیں گے"۔ محمد بن مسلمہ نے بھی ان لوگوں سے کوشش کا وعدہ کر لیا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر دونوں حضرات یعنی حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور اہل مصر کے لیے حاضری کی اجازت مانگی۔ مروان حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھا بولا "مجھے جانے دیجیے میں اُن لوگوں سے گفتگو کرونگا" مگر حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر بُرا بھلا کہہ کے اور ڈانٹ ڈپٹ کے اس کو اپنے سامنے سے نکال دیا۔ اس کے جانے کے بعد دونوں صاحبوں نے حضرت عثمانؓ سے خط کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ نے قسم کھائی "کہ نہ میں نے اس خط کو لکھا اور نہ مجھے اس کی اطلاع ہے"۔ محمد بن مسلمہ یہ سن کر کہنے لگے "بیشک آپ سچ کہتے ہیں۔ اور یہ فعل آپ کا نہیں ہو سکتا یہ کارروائی یقیناً مروان کی ہے"۔

اس کا تذکرہ حضرت عثمانؓ کے سامنے۔

اہل مصر حضرت عثمانؓ کے سامنے۔

اب اہل مصر باریاب ہوئے تو انھوں نے سلام کیا مگر یہ نہیں کہا کہ "السلام علیک یا امیر المومنین" جن الفاظ میں خلیفہ رسولؐ کو سلام کیا جاتا تھا ان کے اسی انداز سے لوگ سمجھ گئے کہ یہ لوگ شر پر آمادہ ہیں۔ انھوں نے حضرت عثمانؓ کے سامنے عبد اللہ بن سعد کی بہت سی غیر منصفانہ کارروائیاں بیان کیں پھر کہا ہم آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کر کے مصر سے چلے تھے مگر حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہ نے ہمیں سمجھا کے واپس کر دیا۔ اور وعدہ کیا ہے کہ ہماری سب شکایتیں رفع ہو جائیں گی۔ واپس جا رہے تھے کہ راستے میں یہ خط ملا جس پر آپ کی مہر ہے اور عبد اللہ بن سعد والی مصر کو حکم ہے کہ

حضرت عثمانؓ کا خط سے انکار

ہمیں کوڑے ماریں۔ ہمارے ناک کان کاٹیں۔ اور مدتوں کے لیے ہم کو قید کر دیں"۔ حضرت عثمانؓ نے قسم کھا کے کہا "میں نے یہ احکام نہیں جاری کیے اور نہ مجھے اس خط کی خبر ہے"۔ حضرت علیؓ اور ابن مسلمہ دونوں نے ان لوگوں کے سامنے تصدیق کی کہ واقعی حضرت عثمانؓ نے یہ کارروائی نہیں کی۔ مصر والوں نے پوچھا "تو پھر یہ خط کس نے لکھا؟" جناب ذی النورین نے فرمایا "میں نہیں جانتا"۔ ان لوگوں نے کہا "آپ کے نام سے اتنی بڑی جرأت کی جائے خاص آپ کا غلام زکوٰۃ کے اونٹ پر سوار کرا کے بھیجا جائے۔ خط پر آپ کی مہر ہو۔ اور اتنے بڑے بڑے اہم احکام آپ کے نام سے دیے گئے ہوں۔ اور آپ کو خبر نہ ہو؟" حضرت عثمانؓ نے کہا "ہاں مجھے نہیں خبر ہے"۔ ان لوگوں نے کہا "دو صورتوں سے خالی نہیں ہے۔ اس انکار میں یا آپ جھوٹے ہیں یا سچے۔ اگر جھوٹے ہیں تو مسند خلافت سے اتار دینے کے قابل ہیں۔ اس لیے کہ آپ نے ناحق ہمارے لیے سزاؤں کا حکم دیا۔ اور اگر آپ سچے ہیں تو بھی آپ کو خلافت سے علیحدہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ضعیفی سے آپ میں حکومت کی صلاحیت نہیں باقی رہی ہے۔ غفلت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مشیر برے ہیں۔ اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ خلافت کو اس شخص کے ہاتھ میں چھوڑیں جس کی ضعیفی و غفلت کے باعث معاملات کا فیصلہ کوئی اور شخص کرتا ہو۔ بہر تقدیر آپ خلافت سے سبکدوش ہو جائیں"۔

اہل مصر کا اصرار کہ خلافت چھوڑ دیجیے

حضرت عثمانؓ کا اس سے انکار

حضرت عثمانؓ نے کہا "میں اس کرتے کو تو نہ اتاروں گا جو خدا نے مجھ کو پہنا دیا ہے لیکن ہاں توبہ کرتا ہوں۔ اور سب باتوں سے باز آنے کو تیار ہوں"۔ مصریوں نے کہا "کاش پہلا گناہ ہوتا جس سے آپ نے توبہ کی ہوتی۔ اس سے پہلے بھی آپ توبہ کر چکے ہیں۔ ہمیں تو یہ نظر آتا ہے کہ آپ توبہ کرتے ہیں اور پھر وہی کام کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے ہم تو جب تک آپ کو خلافت سے علیحدہ نہ کر لیں گے نہ واپس جائیں گے۔ یا تو اس کوشش میں آپ ہی کو قتل کریں گے یا خود مارے جائیں گے۔ اور اگر آپ کے اعزہ اور رفقا مزاحم ہوئے تو ہم سے اُن سے مقابلہ ہوگا"۔

اہل مصر کا دعویٰ

اور حضرت عثمانؓ کا جواب

اس کے بعد بھی حضرت عثمانؓ نے یہی فرمایا کہ "یہ تو نہ ہوگا کہ میں خدا کی عطا کردہ خلافت سے علیحدگی اختیار کروں۔ اس کے مقابل مار ڈالا جانا مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور یہ جو تم نے کہا کہ جو کوئی مزاحم ہوگا اس سے لڑو گے تو میں کسی کو تمہارے مقابلے کا حکم نہ دوں گا۔ اور کوئی لڑا تو بغیر میری اجازت کے لڑے گا۔ مجھے لڑنا ہی ہوتا تو بعض لشکروں کو باہر سے یہاں بلا لیتا۔ یا خود ہی کسی اور سر زمین میں چلا جاتا"۔

اب چاروں طرف سے ایک شور و غوغا مچ گیا۔ صحبت کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت علیؓ اٹھ کھڑے ہوئے

حضرت عثمانؓ کا محاصرہ۔

اہل مصر کو وہاں سے باہر نکالا۔ اور اپنے گھر چلے گئے۔ مصر والوں نے اسی گھڑی حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اور مشہور کر دیا کہ جو کوئی عثمانؓ کی حمایت نہ کرے اس کے لیے امان ہے۔

ابتدائی ایام محاصرہ۔

محاصرے کے ابتدائی ایام میں اتنی سختی نہ تھی۔ مدینے کے لوگ تو ان بلوائیوں کے خوف سے دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھے رہے۔ مگر خود حضرت عثمانؓ روز برآمد ہو کر مسجد نبویؐ میں آتے اور نماز پڑھاتے۔ کسی کو اس کی بھی روک نہ تھی کہ جناب ذی النورین سے بات کرے۔ محاصرہ دراصل مصر کے بلوائیوں سے شروع ہوا۔ اہل بصرہ و کوفہ کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کر رہے ہیں۔ اور ہم سب میں باہم عہد و پیماں ہو گیا ہے۔ حضرت علیؓ نے اہل کوفہ و بصرہ سے پوچھا بھی کہ "تم لوگ تو کئی منزل واپس جا چکے تھے۔ تمھیں اہل مصر کا حال کیسے معلوم ہوا کہ پلٹ پڑے؟" اس کا جواب اُن سے یہ ملا کہ "آپ خود جو چاہیں سمجھ لیں۔ مگر لوگ اس شخص (عثمانؓ) کو مسند خلافت پر نہیں رکھنا چاہتے۔"

حیرت کی یہ بات ہے کہ یہ لوگ اگرچہ حضرت عثمانؓ کے سخت مخالف تھے مگر نماز انھیں کے پیچھے پڑھتے۔ ہاں یہ البتہ تھا کہ اہل مدینہ اگر کسی جگہ جمع ہونا چاہتے تو یہ لوگ مزاحم ہوتے۔ اور نہ پسند کرتے کہ اُن کے خلاف کوئی قوت مدینے میں پیدا ہو سکے۔ حضرت عثمانؓ نے اس درمیان میں یہ کارروائی کی کہ مختلف مقامات کے والیوں کو ان معاملات کی اطلاع دے کر مدد مانگی۔ اور لکھا کہ آ کے بلوائیوں کو روکو۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ ان فتنہ جو لوگوں کا مقصد کیا ہے۔

والیان ملک کی اعانت۔

ان خطوں کا فوری اثر ہوا۔ اور ہر جگہ سے بڑے بڑے گروہ چل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ معٰویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو اور عبد اللہ بن سعد نے معٰویہ بن خدیج کو لشکروں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ کوفے سے قعقاع بن عمرو فوراً روانہ ہو گئے۔ اور چند لوگ جن میں عقبہ بن عامر۔ عبد اللہ بن ابی اوفے اور حنظلہ کاتب وغیرہ تھے ٹھہر گئے کہ اور لوگوں کو جمع کر کے مدینے میں لائیں۔ علیٰ ہذا القیاس بصرے میں عمران بن حصین انس بن مالک اور شام میں عمرو لوگوں کو خلیفۂ رسولؐ کی کمک کے لیے جمع کرنے لگے۔ اور ایسا ہی جوش ہمدردی اُن صحابیوں میں پیدا ہو گیا جو ملک شام میں مقیم تھے۔

بلوائیوں کی پہلی بے حرمتی۔

بلوائیوں کے داخل ہونے کے بعد جو پہلا جمعہ پڑا اس میں نماز کے بعد حضرت عثمانؓ نے منبر پہ کھڑے ہو کر فرمایا لوگو خدا خدا کرو۔ اور بخدا تمام اہل مدینہ جانتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے

تم لوگوں کو ملعون بتایا ہے۔ لہٰذا غلطی میں نہ پڑو۔ اور صراط مستقیم پر قائم رہو"۔ اس کے بعد محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر حضرت عثمانؓ کے بیان کی تصدیق کی تھی کہ حکیم بن جبلہ نے ان کو زبردستی بٹھادیا۔ زید بن ثابتؓ کچھ کہنے کو اٹھے ایک بلوائی نے ان کو بھی بٹھا دیا۔ اور ساتھ ہی شورش پسند ہنگامہ آراؤں نے مسجد میں ہنگامہ مچا دیا۔ سنگریزے مٹھیوں میں بھر بھر کے چاروں طرف مارنے لگے۔ یہاں تک کہ سب لوگوں کو مسجد سے نکال دیا۔ اور حضرت عثمانؓ پر اتنی بوچھار ہوئی کہ آپ منبر سے گرے اور بیہوش ہو گئے۔ اور لوگ ہاتھوں پر اٹھا کے آپ کو گھر لے گئے۔

جب یہاں تک نوبت پہونچی تو چند اہل مدینہ جن میں حضرت حسنؓ بن علیؓ زید بن ثابت اور ابوہریرہ تھے آمادہ ہوئے کہ بلوائیوں سے لڑیں اور حضرت عثمانؓ کو ان کے شر سے بچائیں۔ حضرت عثمانؓ نے سنا تو ان کو قسم دلا بھیجی کہ اس ارادے سے باز آئیں۔ مجبوراً وہ سب حضرات اپنے گھروں کو واپس گئے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کو سنگریزوں کی اذیت سے غش آگیا تھا۔ حضرت علیؓ اور طلحہ اور زبیر عیادت کو آئے۔ اور جو کچھ حالت دیکھ رہے تھے اس کی شکایت کی۔ اس وقت یہاں بنی امیہ میں سے بھی چند لوگ موجود تھے جن میں زیادہ نمایاں مروان تھا۔ ان لوگوں نے جواب میں حضرت علیؓ سے یہ کہا کہ تمھیں نے ہم کو ہلاک کیا اور یہ سب تمھارا کیا دھرا ہے لیکن اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گئے تو ہم خدا کی قسم تمہاری دنیا تلخ کر دیں گے۔ یہ جواب حضرت علیؓ کو سخت ناگوار گزرا۔ اور آپ اور آپ کے ساتھی سب غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے اٹھ آئے۔

ان حضرات کے چلے آنے کے بعد تین روز تک حضرت عثمانؓ ہی مسجد میں آکر نماز پڑھاتے رہے۔ اور اب آپ کی مخالفت اس درجے کو پہونچی کہ بدمعاشوں نے آپ کو نماز سے بھی روک دیا۔ اور آپ کی جگہ ان کا سرغنہ غافقی نماز پڑھانے لگا۔ ان دنوں مدینہ کی یہ حالت تھی کہ لوگ خوف کے مارے گھر کے باہر قدم نہ نکالتے۔ اور اگر کوئی کسی ضرورت سے باہر نکلتا بھی تو تلوار باندھے ہوئے اور اگر کوئی بلوائیوں سے مزاحم ہوتا تو وہ بلا تامل اس کو قتل کر ڈالتے۔

آپ اہل مدینہ کو مدد دینے سے روک دیتے ہیں۔

حضرت علیؓ کو بنی امیہ کی دھمکی۔

حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے سے بھی روک دئے گئے۔

آٹھویں فصل

حضرت عثمانؓ کی شہادت

مروان کا غلط مشورہ۔ حضرت علیؓ سے استعانت۔ وقتی صلح اور امن۔ بلوائیوں کا نرغہ۔ حضرت عثمانؓ کا جواب۔ کوٹھے پر سے آپ کی تقریر۔ مخالفوں کا جواب۔ آپ کے حامی و معاون۔ آپ کے پاس آنے جانے اور دانے پانی کی روک۔ پانی پہونچانے میں حضرت علیؓ کی ناکامی۔ اُم المومنین ام حبیبہ کی ناکامی۔ کوٹھے پر سے آپ کی آخری تقریر۔ محمد بن ابی بکر کی کجروی۔ قافلۂ حج کے ساتھ ابن عباس۔ حضرت طلحہ پر تہمت۔ مددگاران خلافت کی آمد۔ قتل عثمانؓ پر باغیوں کی آمادگی۔ آپ کے دروازے کا محرکہ۔ آپ کا اپنے طرفداروں کو روکنا۔ اور باہر نکل آنا۔ ابن سلام کی نصیحت باغیوں کو اور پھر اُن کی خوشخبری آپ کو۔ نیار بن عیاض کا مارا جانا۔ اُن کے قاتل کے دینے سے حضرت عثمانؓ کا انکار۔ آپ کے دروازے میں آگ لگا دی گئی۔ آپ کی اہل البیت۔ پھر آپ اپنے طرفداروں کو روکتے ہیں۔ مغیرہ بن شعبہ کا مشورہ۔ حضرت عثمانؓ کا جواب۔ بلوائیوں پر حملہ۔ مروان کا اتفاق سے بچ جانا۔ محمد بن ابی بکر کی آخری تدبیر۔ دوسرے مکان سے ہو کر جا پہونچنا۔ جن لوگوں کو قتل کی جرأت نہ ہوئی۔ محمد بن ابی بکر کی گستاخی۔ حضرت عثمانؓ کا مرنے کیلئے تیار رہنا۔ بدمعاشوں کا نرغہ۔ آپکی انگلیاں کٹ گئیں۔ کاری ضرب اور شہادت۔ حضرت نائلہ کی انگلیاں کٹنا۔ ایک بدمعاش کا مارا جانا۔ آپ کی شہادت کی شہرت۔ حضرت علیؓ کو بیحد صدمہ۔ زمانۂ شہادت اور عمر وغیرہ۔ آپ کے خون آلود کرتے کا معٰویہ کے پاس جانا۔ شام کی کمک کا راستے سے واپس جانا۔ بدمعاشوں کا نادم ہونا۔ تین دن کے بعد دفن ہونا۔ دفن میں مزاحمتیں اور جھگڑے۔ آپ کی شہادت پر مرثیے۔ اصل حقیقت حضرت عثمانؓ کی برأت۔ بدمعاش مدینے سے کیوں نہ نکالے جا سکے۔ انکی شورش۔ اور آپ کو شہید کرنا۔ آپ کی شان شہادت۔ تمام کبار صحابہ کی برأت۔

مروان کا غلط مشورہ۔ محاصرے میں جب زیادہ سختی ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے اپنی خانگی مشیروں سے مشورہ کیا اور سب کی یہ رائے قرار پائی کہ حضرت علیؓ کے پاس آدمی بھیج کر خواہش کی جائے کہ اِن لوگوں کو

سمجھا بجھا کر واپس کریں۔ ساتھ ہی مروان نے کہا "یہ لوگ جو کچھ چاہتے ہیں اس کا وعدہ کر لیا جائے تاکہ اتنی مہلت مل جائے کہ باہر سے مدد آسکے"۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "لیکن اب یہ لوگ التوا کو نہ منظور کریں گے"۔ مروان بولا "اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ جو کچھ چاہیں اس کو منظور کر لیجیے اور جہاں تک ٹالا جائے ٹالیے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ لوگ باغی ہیں اور باغیوں سے جو عہد کیا جائے کچھ ضرور نہیں کہ وہ واجب العمل بھی ہو"۔ آخر حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور کہا "آپ ان لوگوں کی حالت دیکھ رہے ہیں؟ ان کی شورش سے مجھے اپنی جان خطرے میں نظر آتی ہے۔ لہٰذا جس طرح بنے ان لوگوں کو واپس کیجیے۔ اور جو حقوق مانگتے ہیں ان کے دینے کو تیار ہوں۔ چاہے وہ حقوق میری ذات سے متعلق ہوں یا کسی اور کی ذات سے"۔ حضرت علیؓ نے کہا "لوگوں کو آپ کے قتل کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی ضرورت آپ کے انصاف کی ہے۔ اور جب تک ان لوگوں کی خواہشیں نہ پوری ہوں گی کچھ نہ مانیں گے۔ ہم نے پہلے بھی ان لوگوں سے اقرار کر لیا تھا کہ ان کی خواہشیں پوری کی جائیں گی۔ مگر آپ نے میرے اس اقرار کو پورا نہیں کیا۔ اب پھر مجھے آفت میں نہ پھنسائیے۔ اس لیے کہ میں گیا تو آپ کی طرف سے ہر بات کا اقرار کر لوں گا"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "کر لیجیے اور میں خدا کی قسم آپ کے اس اقرار کو پورا کروں گا"۔

حضرت علی رضہ سے استعانت۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے باہر برآمد ہو کے لوگوں سے کہا "تم لوگوں نے جو کچھ حقوق مانگے تم کو دیئے جاتے ہیں۔ اور حضرت عثمانؓ وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے ساتھ بذات خود انصاف فرمائیں گے"۔ لوگوں نے کہا "ہم نے قبول کیا۔ مگر اس کی مضبوطی کر لیجیے۔ اس لیے کہ اب ہم خالی خولی وعدے پر نہ راضی ہوں گے"۔ یہ سن کر حضرت علیؓ پھر حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور ان لوگوں نے جو کچھ کہا تھا بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "تو آپ میرے اور ان لوگوں کے درمیان ایک مدت مقرر کرا دیجیے۔ اس لیے کہ ایک ہی دن میں ان کی شکایتوں کا رفع کرنا امکان سے باہر ہے"۔ حضرت علیؓ نے کہا "جو امور خالی مدینے سے متعلق ہیں ان کے لیے کسی مدت کی ضرورت نہیں رہی۔ وہ امور جو باہر سے تعلق رکھتے ہیں ان کے لیے اتنی مدت رہنی چاہیے جتنے زمانے میں آپ کے احکام وہاں تک پہونچ جائیں"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "تو اچھا معاملات مدینے کے متعلق مجھے تین دن کی مہلت دیجیے"۔ اس کو حضرت علیؓ نے منظور کیا۔ اور باہم ایک تحریر ہو گئی کہ "کل مظلمے دور کر دیے جائیں گے۔ اور تمام عامل جن کو یہ لوگ ناپسند کرتے ہیں معزول ہو گئے"۔ اس قرارداد کے مطابق محاصرہ کرنے والے رک گئے۔

وعدۂ مہلت

مگر جب تین دن گزر گئے اور کوئی رد و بدل نہ ہوا تو لوگوں نے پھر نرغہ کیا۔ جس کا باعث یہ ہوا کہ عمرو بن حزم انصاری اہلِ مصر کے اُن باقی ماندہ لوگوں کے پاس گئے جو ذی خشب میں خیمہ زن تھے۔ اور ان کو اطلاع دی کہ مدت مقررہ گزر گئی اور حضرت عثمانؓ نے کچھ نہیں کیا۔ وہ لوگ فوراً مدینے پر چڑھ آئے۔ اور سختی سے تقاضا کیا کہ اپنے عاملوں کو موقوف اور مظالم کو دور کیجیے۔ اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ نے کہا "اگر یہی ہوا کہ جسے تم چاہو میں مقرر کروں اور جسے ناپسند کرو معزول کر دوں تو پھر میری کیا حیثیت رہ جائے گی؟ یہ تو تمھاری حکومت ہوئی"۔ یہ الفاظ سنتے ہی سب لوگ بگڑ کھڑے ہوئے اور کہا "اب تو بخدا یہ ہو گا کہ یا ان باتوں کو چھوڑیے یا خلافت سے دست بردار ہو جیے یا مقابلہ کیجیے"۔ پہلی بات کے قبول کرنے سے حضرت عثمانؓ نے قطعاً اختلاف کیا۔ اور خلافت سے دست بردار ہونے کے بارے میں کہا "جو لباس خدا نے مجھے پہنا دیا ہے اس کو نہ اُتاروں گا"۔

پھر بلوائیوں کا نرغہ۔

حضرت عثمانؓ کا جواب۔

اس گھڑی سے محاصرے میں زیادہ سختی شروع ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے حضرات علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کو پھر بلوایا۔ اور جب وہ آ گئے تو اُن کے سامنے اپنے کوٹھے پر برآمد ہوئے۔ اور سب کی طرف خطاب کر کے کہا "لوگو بیٹھ جاؤ"۔ اور جب سب مکانوں کی محرابوں اور زینوں پر بیٹھ گئے تو فرمایا "اے اہلِ مدینہ۔ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمھارے حق میں اچھی رہے"۔ اس کے بعد کہا "میں تمھیں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ تم کو یاد ہے عمر فاروقؓ کے شہید ہونے کے وقت تم نے دعا مانگی تھی کہ خدا تم میں سے بہترین شخص کو تمھارے لیے منتخب کرے۔ اور تم سب کو اُس پر متفق کر دے؟ کیا تم کہتے ہو کہ خدا نے تمھاری وہ دعا نہیں قبول کی؟ یا تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا نے اپنے دین کو ذلیل سمجھا؟ چاہے کوئی خلیفہ منتخب ہو جائے اُس کی پروا نہ کی؟ اور دیندار لوگ مختلف الرائے نہیں ہوئے؟ کیا تم کہتے ہو کہ صحیح مشورہ نہیں ہوا اور اس وقت جو کچھ ہوا محض مکابرہ تھا؟ جس کے یہ معنے ہوئے کہ خدا نے امتِ محمدیؐ کو چھوڑ دیا؟ یا تم یہ کہتے ہو کہ خدا کو میرے انجام کار کا علم نہ تھا؟ اب اس کے بعد میں پھر تمھیں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ کیا تم میرے گذشتہ کارناموں اور میری اُن فضیلتوں سے واقف نہیں ہو جن کی بنا پر مجھے انتخاب کرنے میں اوروں پر فضیلت دی گئی؟ خبردار مجھے قتل نہ کرو۔ اس لیے کہ بجز زنائے محصنہ کرنے والے کے اور مرتد کے۔ اور اس شخص کے جو کسی مسلمان کو بےگناہ مار ڈالے کسی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ اگر تم نے مجھے قتل کر ڈالا تو تلوار کو خود اپنی گردنوں پر لے لو گے۔ اور باہمی جھگڑوں کو خدا کبھی تم سے

کوٹھے پر سے آپکی تقریر۔

دور نہ کرے گا"۔

مخالفوں کا جواب۔

مخالفوں اور باغیوں نے اس تقریر کی تردید میں کہا "آپ کے خلیفہ منتخب ہو جانے کا باعث تو یہ ہے کہ خدا نے آپ کو ایک آزمائش قرار دیا! اور اپنے بندوں کو اُس میں مبتلا کیا۔ رہے رسولِ خدا صلعم سے آپ کے تعلقات اور آپ کے نیک کام تو بے شک پہلے آپ ایسے ہی نیکوکار تھے اور خلیفہ منتخب ہونے کے اہل تھے لیکن بعد ازاں آپ نے ایسے کام کیے جن سے آپ خود واقف ہیں۔ لہٰذا ضرور ہے کہ ہم آپ پر حق کو جاری کریں تاکہ یہ فتنہ سال آئندہ پر نہ اُٹھا رہے اور یہ جو آپ نے کہا کہ تین شخصوں کے سوا اور کسی کا خون حلال نہیں ہے۔ تو سنیے۔ قرآن مجید سے اُن کے سوا اور لوگوں کا قتل کرنا بھی مباح ثابت ہوتا ہے! اس شخص کا قتل کرنا جو دنیا میں فساد پیدا کرے۔ اس شخص کا قتل کرنا جو بغاوت کرے اور بغاوت میں لڑے۔ اس شخص کا قتل کرنا جو اجرائے حق میں مانع و مزاحم ہو۔ اُس پر اصرار کرے! اور اس کی جنبہ داری میں ہتھیار اُٹھائے۔ آپ وہ شخص ہیں جس نے بغاوت و سرکشی کی۔ حق کے راستے میں مانع و مزاحم ہوا۔ اور اس پر اصرار کیا۔ اور جس کسی پر ظلم کیا اس کا معاوضہ اپنی ذات سے نہیں کیا! اور یہ دلیل اختیار کی کہ ہم تم پر حاکم ہیں۔ بہر حال اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں تو ہم سب لڑائی چھوڑ کر چلے جائیں گے"! حضرت عثمانؓ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور اندر جاکے بیٹھ رہے۔ مگر جاتے وقت اہل مدینہ کو قسم دلائی کہ آپ سب صاحب اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ میری حمایت میں لڑنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ آپ کی تاکید سے سب لوگ تو

آپ کے حامی و معاون۔

واپس چلے گئے مگر حضرات حسنؓ بن علیؓ، عبداللہ بن عباسؓ، محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے سے چند اور بزرگ اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور اُن کی رفاقت میں اور بہت سے لوگ بھی موجود تھے۔

آپ کے ہاں آنے جانے اور دانے پانی کی روک۔

محاصرہ کُل چالیس روز تک رہا۔ اور جب اٹھارہ دن گزر گئے تو مختلف شہروں سے سواروں نے آکر بلوائیوں کو خبر کی کہ بہت سے لشکر تمھارے مقابلے پر آنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر محاصرہ کرنے والوں نے آپ کے پاس لوگوں کے آنے جانے کی بھی روک ٹوک شروع کر دی اور ضروری چیزوں کو بھی اندر جانے سے روک دیا حتیٰ کہ دانہ پانی بھی آپ پر بند کر دیا گیا۔

پانی پہونچانے میں حضرت علیؓ کی ناکامی۔

پانی کی سخت تکلیف ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے مخفی طور پر حضرات علیؓ، طلحہؓ، و زبیرؓ اور ازواج مطہرات رسالتؐ کو اپنی حالت سے مطلع کیا اور خواہش کی کہ مجھے پانی پہونچائیے۔ سب حضرات اعانت پر آمادہ ہو گئے! اور سب سے پہلے حضرت علیؓ اور ام المومنین ام حبیبہؓ نے پانی پہونچانے کی کوشش کی۔ حضرت علیؓ رات کے اندھیرے میں بلوائیوں سے جاکر ملے اور فرمایا "یہ جو تم کر رہے ہو نہ مسلمانوں کا طریقہ ہے

اور نہ کافروں کا شیوہ۔ پانی اور حوائج ضروریہ کو بند کرو۔ رومی اور عجمی بھی کسی کو قید کرتے ہیں تو کھلانے پلانے میں کمی نہیں کرتے"۔ مگر اشرار نے آپ کا حکم ماننے سے قطعی انکار کیا۔ اور حضرت علی رضی نے اپنا عمامہ اتار کے حضرت عثمان رضی کے گھر میں پھینک دیا جس میں اشارہ تھا کہ میں آپ کی مدد کے لیے آیا مگر ناکام واپس جاتا ہوں۔

ام المومنین ام حبیبہ کی کوشش ناکامی

حضرت ام حبیبہ اپنے ایک خچر پر سوار ہو کے گھر سے نکلیں اور پانی کا ایک گھڑا آگے رکھ لیا۔ شریر باغیوں نے ان معصومہ پر نرغہ کیا۔ اور خچر کے منہ کو مارنے لگے۔ آپ نے کہا "مجھ سے متعلق بنی امیہ کی چند وصیتیں ہیں۔ چاہتی ہوں کہ ان کے بارے میں حضرت عثمان رضی سے مشورہ کروں تاکہ یتیموں کا مال ضائع نہ ہو"۔ شریروں نے ایک نہ سنی۔ تلوار سے خچر کا تنگ کاٹ دیا۔ خچر بھڑکا اور قریب تھا کہ زوجہ محترمہ رسول خدا صلعم زمین پر جا پڑیں۔ مگر چند رفقا ساتھ تھے انھوں نے جھپٹ کے خچر سے اتار لیا۔ اور گھر پہونچا آئے۔

کوٹھے پر سے آپ کی آخری تقریر

اب جناب ذی النورین رضی کی مظلومی انتہائی درجہ کو پہونچ گئی تھی۔ آب ودانے کی تنگی نے بے دست و پا کر دیا تھا۔ آخر گھبرا کے ایک دن پھر کوٹھے پر چڑھے۔ اور سرکش باغیوں کی طرف خطاب کر کے کہا "میں تمھیں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ یہ سامنے کا بیر رومہ جس سے میرے یہاں پانی آتا ہے اسے میں نے عام مسلمانوں کی سیرابی کے لیے اپنے روپیہ سے خریدا تھا یا نہیں؟ پھر اس کو عام مسلمانوں کی نذر کر دیا اور جس طرح سب اس سے پانی لیتے تھے میں بھی پانی لیتا رہا"۔ سب نے اس کی تصدیق کی۔ اور آپ نے پوچھا "تو پھر مجھے اس کا پانی لینے سے کیوں روکتے ہو؟" مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا "اور میں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ میں نے فلاں فلاں زمینیں خرید کے مسجد نبوی میں بڑھائیں یا نہیں؟" سب نے اقرار کیا۔ اور آپ نے پوچھا "بھلا تمھارے علم میں مجھ سے پہلے کوئی اور بھی اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا گیا تھا؟" پھر اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا "قسم کھا کے بتاؤ کہ رسول خدا صلعم نے یہ باتیں میری نسبت فرمائیں یا نہیں؟" اور اپنے فضائل کی حدیثیں گنوانے لگے[۱]۔

غالباً اسی موقع پر حضرت عثمان رضی نے یہ بھی فرمایا "تم لوگ جانتے ہو کہ جن وجوہ سے تم نے سرکشی کی میں نے ان سے توبہ کر لی اور خدا سے معافی مانگی۔ تمھارا خیال ہے کہ میں نے طرز حکمرانی کو بدل دیا

[۱] ابن اثیر جلد ۳۔ حالات حضرت عثمان رضی۔

اگر اس دعوے میں سچے ہو تو عادل گواہوں کو لا کے پیش کرو۔ ورنہ میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم کھانے کو موجود ہوں جس خط کو کہتے ہو اس کو نہ میں نے لکھا نہ لکھوایا نہ مجھے اس کی اطلاع ہے پھر فرمایا "سنو۔ اور اطاعت کرو۔ سرکشی و تفرقہ اندازی سے بچو۔ خدا کی ہدایت کو قبول کرو۔ اور اس کے عذاب سے ڈرو۔ اگر تم وہی کر گزرے جو چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ پھر کبھی مسلمانوں میں اتحاد نہ ہوگا اور تمہارا دشمن تم پر مسلط ہو جائیگا یہ بھی سن لو کہ ایک گروہ نے دعوی کیا کہ مجھے وہ لوگ حق کی طرف بلاتے ہیں۔ مگر جب حق اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے مُنھ پھیر لیا۔ میری درازی عمر ان کو گراں گزری۔ اور میرا جلد خاتمہ کرنے کی انھیں فکر ہوئی۔ وہ تم کو پہلے لکھ چکے تھے کہ میں نے جو کچھ حقوق دیے اُن پر وہ راضی ہو گئے۔ اور مجھے یاد نہیں آتا کہ جن باتوں کا اقرار میں نے کیا اُن میں سے کوئی بھی پوری نہ کی گئی ہو۔ ان لوگوں کا دعوی تھا کہ حدود اللہ کی پابندی اور ترک مظالم کے خواستگار ہیں میں نے اس پر بھی رضامندی ظاہر کی اُنھوں نے کہا کہ عمرو بن عاص اور عبد اللہ بن قیس کے ایسے قوی و امین لوگ مقرر کیے جائیں اس کی بھی میں نے تعمیل کر دی۔ مگر اب بھی راضی نہ ہوئے اور میرا مسجد کا راستہ روک دیا۔ مدینہ سر پر اٹھا لیا۔ میرے سامنے تین شرطیں پیش کرتے ہیں۔ یا تو یہ کہ ہر شخص جس کے ساتھ جان کر یا بے جانے بدسلوکی ہوئی ہو اس کا انتقام میری ذات سے لیں یا یہ کہ میں خلافت کو چھوڑ دوں اور وہ کسی اور کو خلیفہ بنائیں یا ایسی فوجوں کو بلوائیں کہ جو اُن کی مطیع ہوں اور مجھے ان کی قوت سے مغلوب کریں۔ حالانکہ خدا کا یہ حکم ہے کہ میری اطاعت و فرماں برداری کی جائے"۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے ان شرطوں کا جواب دیا چنانچہ خلافت سے دست بردار ہونے کے متعلق کہا "مجھے سولی دیا جانا گوارا ہے اور یہ نہیں گوارا کہ خلافت کو چھوڑ دوں۔ اس لیے کہ مجھ سے رسول خدا صلعم اپنی زبان مبارک سے فرما چکے ہیں کہ "عثمانؓ میرے بعد خدائے تعالی تم کو ایک کرتہ پہنائے گا۔ لوگ اُس کو اُتروانا چاہیں تو ہرگز نہ اُتارنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو"۔[۵]

آپ کی اس تقریر کے بعد عام لوگوں میں شہرت ہوئی کہ حضرت عثمانؓ حوائج ضروریہ سے روکے گئے ہیں۔ اور سب نے کہنا شروع کیا کہ امیر المومنین کو ان باتوں سے نہ روکنا چاہیے"۔ مگر سب کو خاموش کرنے کے لیے اشتر نخعی اٹھ کھڑا ہوا اور بولا "یہ ان کا فریب ہے دھوکے میں نہ آؤ"۔

یہ موسم حج کا زمانہ تھا۔ اور لوگ حج کی غرض سے روانہ ہو رہے تھے۔ محبوبہ رسول اللہ حضرت ام المومنین

عـــ۵ الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۳۷۔

محمد بن ابی بکر کی کجروی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور اپنے سوتیلے بھائی محمد بن ابی بکر سے جو مصر کے بلوائیوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ پر یورش کر کے آئے تھے فرمایا "میرے ساتھ چل کے مجھے حج کرا لاؤ" انھوں نے جانے سے انکار کیا۔ اور کہا "مجھ سے تو جہاں تک بنے گا اہل مصر کا ساتھ دوں گا" حنظلہ کاتب نے ان کا یہ جواب سُنا تو تعجب کیا اور فرمایا "ام المومنین کے ساتھ تو نہیں جاتے مگر ان مردم خوار بھیڑیوں کا ساتھ دینے کو تیار ہو جدھر جانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر تم زبردستی کامیاب بھی ہو گئے تو یاد رکھو کہ بنی عبد مناف غالب آئیں گے اور تم کو کچھ نہ ملے گا"۔ یہ کہتے ہی حنظلہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں چلے گئے۔ اور ان کی زبان پر تین شعر تھے جن کا مضمون یہ تھا کہ "لوگ جس چکر میں ہیں اُس پر مجھے تعجب آتا ہے یہ خلافت کو ہٹانا چاہتے ہیں لیکن اگر وہ مٹ گئی تو سمجھو ان لوگوں سے بھلائی بھی جاتی رہی اس کے جاتے ہی وہ سخت ذلت میں مبتلا ہوں گے یہود و نصاریٰ کی سی حالت ہو جائے گی۔ اور یکساں طور پر گمراہ ہوں گے"۔

حضرت علیؓ اور ام المومنین ام حبیبہؓ کو جو واقعات پیش آئے تھے اُن کی خبر حضرات طلحہ اور زبیرؓ نے سُنی تو گھروں سے قدم نہ نکالا۔ اور حزام کے خاندان والے جن کا مکان حضرت عثمانؓ کے مکان سے ملا ہوا تھا چپکے سے آپ کو پانی پہونچا دیا کرتے تھے۔

قافلہ حج کے ساتھ ابن عباس۔

اب وقت تھا کہ حاجیوں کا قافلہ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کو جائے۔ اور کوئی صاحب امیر الحج مقرر کیے جائیں۔ اِس دینی خدمت کے انجام دینے کے لیے حضرت عثمانؓ پھر کوٹھے پر برآمد ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس کو سامنے بلوایا۔ اور حکم دیا کہ آپ امیر حج بن کر قافلے کے ساتھ روانہ ہوں" ابن عباس اُن حضرات میں تھے جو جناب ذی النورین کی حفاظت کے لیے ہر وقت آپ کے دروازے پر موجود رہتے۔ عرض کیا "امیر المومنین۔ مجھے حج میں جانے کے مقابل ان لوگوں کے مقابلے پر ٹھہرنا اور جہاد کرنا زیادہ اچھا اور ضروری معلوم ہوتا ہے"۔ مگر حضرت عثمانؓ نے پھر وہی حکم دیا اور ان کو قسم دلا کے روانہ کر دیا۔

حضرت طلحہ پر تہمت۔

عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کی ایک روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ بھی بے رحم بلوائیوں میں شریک تھے اور اُن سے ساز رکھتے تھے۔ مگر یہ قطعاً غلط ہے۔ اس لیے کہ حضرت طلحہ کے فرزند آخر وقت تک حضرت عثمانؓ کے دروازے پر ٹھہر کے انھیں بلوائیوں کی شورش سے بچاتے اور فتنہ انگیزوں کی یورش کو روکتے رہے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ اُن کے صاحبزادے یوں سینہ سپر ہوں اور والد بزرگوار دشمنوں کا ساتھ دیں۔

حضرت زبیر کے متعلق اہل روایت میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے سے پہلے وہ مدینہ سے چلے گئے تھے اور بعض کا بیان ہے کہ نہیں مدینہ ہی میں مقیم رہے۔

مددگار ان خلافت کی آمد

اس اثنا میں بلوائیوں کو خبر ملی کہ جو لوگ حج کو آئے ہوئے ہیں اُن کا ارادہ ہے کہ بعد حج یہاں آ کر حضرت عثمانؓ کی مدد کریں۔ اور اس کام کو بھی وہ منجملہ اپنے مناسک حج کے سمجھتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی سُنا گیا کہ تمام شہروں سے لوگ چل چکے ہیں۔ ان خبروں نے بدمعاش بلوائیوں میں زیادہ شورش و سرگرمی پیدا کر دی۔ اور سب میں مشورہ کے بعد قرار پایا کہ "جو جھگڑا ہم نے مول لے لیا ہے اُس سے تاوقتیکہ خلیفۂ وقت کو قتل نہ کر ڈالیں نجات نہیں مل سکتی جیسے ہی اُن کے مارے جانے کی خبر مشہور ہو گی سب جہاں ہیں وہیں رک جائیں گے۔ اور کوئی اُدھر کا قصد نہ کرے گا"۔

قتل عثمانؓ پر باغیوں کی آمادگی۔

اس قرارداد کے مطابق سب نے حضرت عثمانؓ کے دروازے پر یورش کی حضرات حسنؓ عبداللہ بن زبیرؓ، محمد بن طلحہؓ، مروان، سعید بن عاص اور دیگر فرزندان صحابہ نے ان کو پوری شجاعت سے روکا اور ہٹا دیا۔ اس معرکہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر ایسا ایک تیر پڑا کہ خون میں نہا گئے۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے۔ اور حضرت علیؓ کے غلام قنبر کو بھی چوٹ آئی۔

آپ کے دروازے کا معرکہ۔

حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر نارضی کے الفاظ میں اپنے ان حامیوں سے فرمایا "میں تم سب کو اپنی حمایت کے فرض سے بری کرتا ہوں۔ اور ہرگز نہیں چاہتا کہ تم میری حمایت میں لڑو"۔ مگر اُن حضرات نے آپ کا یہ حکم نہ مانا۔ کیونکہ امام وقت کی اعانت کو اپنا فرض خیال فرماتے تھے۔ اُن کا اصرار دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے اپنا دروازہ کھول دیا۔ اور باہر نکل آئے۔ آپ کو گھر کے باہر دیکھتے ہی حامیان خلافت نے بلوائیوں پر اس زور و شور سے حملہ کیا کہ وہ لوگ گھبرا کے بھاگے۔ اور فرزندان صحابہ نے اُن کا تعاقب کیا۔

آپ کا اپنے طرفداروں کو روکنا۔

اور باہر نکل آنا۔

غالباً اسی وقت کا تذکرہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے جو مدینے کے اسرائیلی النسل صحابی اور کتب سماوی کے عالم و فاضل تھے بڑھ کے بلوائیوں سے کہا "لوگو خدا کی تلوار کو اپنے اوپر برہنہ نہ کرو۔ یہ تلوار نکلی تو پھر کبھی میان میں نہ جائے گی کمبختو آج تمہارا حاکم دُرّہ سے کراٹھتا ہے مگر کل تلوار

ابن سلام کی نصیحت بلوائیوں کو۔

---

۵ ابن اثیر جلد سوم

۵ الامامہ والسیاسۃ صفحہ ۳۸

۵ ابن اثیر جلد سوم

لے کر اُٹھے گا۔ مدینے کو بارہ ہزار فرشتے اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ امیرالمومنین شہید ہوئے تو وہ فرشتے چھوڑ کے چلے جائیں گے"۔ بدمعاشوں نے چلا کے کہا "او یہودن کے بچے۔ تجھے ان معاملات سے کیا تعلق"؟ اور ان بیچارے پر ہر طرف سے سنگریزے اور ڈھیلے پڑنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گئے۔ مجبوراً انھوں نے حضرت عثمانؓ کی طرف خطاب کر کے کہا "امیرالمومنین صبر کیجیے۔ خدا کی قسم آپ کتاب آسمانی میں خلیفہ مظلوم شہید کے لقب سے یاد کیے گئے ہیں"۔

آخر حضرت عثمانؓ نے اپنے طرفداروں کو قسمیں دلا کر لڑائی سے روکا۔ اور گھر میں واپس تشریف لے گئے۔ اور اپنے طرفداروں کو مکان کے اندر کر کے دروازہ بند کرا لیا۔

اس موقع پر ایک بہت ہی افسوس ناک واقعہ پیش آگیا۔ نیار بن عیاض نام ایک صاحب نے جو صحابہ میں سے تھے حضرت عثمانؓ کو آپ کا نام لے کے پکارا۔ آپ مکان کی چھت پر برآمد ہوئے۔ نیار انھیں قسم دیکر کہنے لگے کہ آپ ان لوگوں سے علٰحدہ ہو جائیں۔ وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ یکایک آپ کے طرفداروں میں سے کثیر بن صلت کندی نے نیار کو تیر کا نشانہ بنا دیا۔ بلوائیوں نے تقاضا شروع کیا کہ "نیار کے قاتل کو ہمارے سپرد کیجیے تاکہ ہم اُس پر قصاص جاری کریں"۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "تم لوگ میرے قتل کے درپے ہو۔ ایسی حالت میں کسی ایسے شخص کو تو میں ہرگز تمھارے حوالے نہیں کر سکتا جو میری مدد پر تھا"۔ اس پر سب نے برافروختہ ہو کے پھر آپ کے دروازے پر نرغہ کیا۔ اب باہر کوئی روکنے والا نہ تھا۔ مگر دروازہ بند تھا۔ اور جب کسی طرح کسی کے کھولے نہ کھل سکا تو بلوائیوں نے اس میں اور اس کے آگے جو چھتا تھا اُس میں آگ لگا دی جس کی وجہ سے جو لوگ اندر تھے وہ بھی دروازے کے پاس سے ہٹ گئے۔

حضرت عثمانؓ گھر میں جاتے ہی کوٹھے پر چڑھ گئے۔ نماز کی نیت باندھ لی۔ اور اس میں سورہ طٰہٰ شروع کر دی۔ باوجودیکہ سخت ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ چیخ پکار کی آوازیں بلند تھیں۔ مگر آپ تلاوت میں اس قدر محو و مصروف تھے کہ نہ شور و غل سُنا نہ گھبرائے۔ اور نہ کسی جگہ تلاوت میں اٹکے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو قرآن مجید لے کر بیٹھ گئے اور یہ آیت پڑھنے لگے۔ "الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایماناً وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل"۔

دروازے کی آگ بھڑکی تو آپ نے اُن سب حضرات کو جو گھر کے اندر تھے بُلایا اور فرمایا "رسول اللہ صلعم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے جس پر میں صبر کے ساتھ قائم ہوں۔ ان لوگوں نے دروازے میں آگ اس لیے لگائی ہے کہ اس سے زیادہ سخت کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں"۔ پھر حضرت حسنؓ سے فرمایا

اور پھر انھی خوشخبری آپکو

نیار بن عیاض کا مارا جانا

اُن کے قاتل کے دینے سے حضرت عثمانؓ کا انکار آپ کے دروازے میں آگ لگائی

آپ کی استقامت

پھر آپ اپنے طرفداروں کو روکتے ہیں۔

"تمھارے والد اس وقت ایک بڑے اہم معاملے میں مبتلا ہیں۔ میں تمھیں قسم دلاتا ہوں کہ انھیں کے پاس واپس جاؤ۔" مگر حضرت حسنؓ نے آپ کا کہنا نہ مانا۔ مغیرہ بن اخنس بن شریف حج کرکے ایک چھوٹے گروہ کے ساتھ بڑی عجلت سے آپہونچے تھے اور اُس وقت حضرت عثمانؓ کے گھر میں موجود تھے اور اس سے پہلے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا تھا "آپ امام زمانہ ہیں۔ اور آپ پر یہ آفت نازل ہوئی ہے۔ میں اس بلا سے بچنے کی تین صورتیں پیش کرتا ہوں۔ یا نکل کے لڑیے اور ہم سب پوری اور کافی قوت سے آپ کے ہمراہ ہیں۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ حق پر اور یہ لوگ باطل پر ہیں۔ یہ نہیں تو ہم آپ کے مکان میں پشت پر دروازہ توڑے دیتے ہیں اُدھر سے نکل کے مکہ معظمہ میں بھاگ چلیے۔ جہاں سب لوگ آپ کے موافق ہیں۔ اور یہ بھی نہیں تو شام میں چلے جائیے وہاں بھی سب لوگ آپ کے ہمدرد ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہاں معاویہ موجود ہیں۔" یہ سُن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "مجھ سے یہ ہوگا کہ نکل کے مقابلہ کروں اور وہ شخص بنوں جس کی وجہ سے امت محمدیؐ میں خونریزی ہو۔ اور یہ جو کہتے ہو کہ مکہ میں جاؤں تو میں نے اپنے کانوں سے رسول خدا صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قریش میں سے مکہ پر ایک شخص ظلم کرے گا۔ اور اس پر سارے عالم کا نصف عذاب ہوگا۔ میں وہ شخص نہیں بننا چاہتا۔ باقی رہا یہ کہ شام میں چلا جاؤں تو سُن لو کہ اپنے مکان ہجرت اور جوار تربت رسولؐ کو چھوڑ کے میں کہیں نہ جاؤں گا۔"

مغیرہ بن شعبہ کا مشورہ۔

حضرت عثمانؓ کا جواب۔

یہ مایوسانہ جواب پانے کے بعد مغیرہ بن شعبہ دشمنوں کے مقابلے کے لیے رجز پڑھتے ہوئے باہر نکلے۔ اور اُن کے ساتھ ہی حضرات حسنؓ، محمد بن طلحہ۔ و سعید بن عاص بھی رجز خوانی کرتے بڑھے۔ سب کے بعد عبداللہ بن زبیر نکلے جن سے حضرت عثمانؓ کی زندگی کے آخرترین واقعات مروی ہیں۔ ان بزرگوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور اور لوگ بھی تھے۔ اور مروان بھی رجز پڑھتا باہر نکلا۔

بلوائیوں پر حملہ۔

مروان کا سامنا میدان میں آتے ہی بنی قیس کے ایک شخص سے ہوگیا جس کا نام بیاع تھا اُس نے مروان کے شانے پر تلوار کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ شانہ کٹ گیا۔ اور اس کی زندگی بھر یہ کندھا جھولتا رہا۔ بیاع کا وار پڑنے کے بعد عُبید بن فاعتہ زرقی نے ارادہ کیا کہ بڑھ کر مروان کا کام تمام کردے۔ مگر ابراہیم بن عدی کی ماں فاطمہ جنھوں نے مروان کو دودھ پلایا تھا بیچ میں آگئیں اور چلائیں "مارڈالنا چاہتے ہو تو اب حملے کی ضرورت نہیں۔ وہ مرچکا۔ لیکن اگر اس کے گوشت کی تکے بوٹیاں کرنا چاہتے ہو تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔" عُبید یہ سُن کر سامنے سے ہٹ گیا۔ اور فاطمہ نے جس طرح بنا مروان کو اٹھا کے اپنے گھر کے اندر کرلیا۔ اور فرزندان مروان نے فاطمہ کے اس حق کو

مروان کا اتفاق سے بچ جانا۔

اپنے عہد خلافت میں ہمیشہ یاد رکھا اور اُس کا بیٹا والی ملک مقرر کیا گیا۔

محمد بن ابی بکر کی آخری تدبیر

جس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے ہیں۔ محمد بن ابی بکر نے دو بلوائیوں کو پاس بلا کے کہا بنی ہاشم نے کہیں حسنؓ کے چہرے کو خون آلود دیکھ لیا تو سب چڑھ آئیں گے۔ اور سارا اپنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ لہٰذا اب عثمانؓ کو اس طرح قتل کرنا چاہیے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ چنانچہ لوگ

دوسرے مکان سے ہو کر جا پہنچنا

بغیر اس کے کہ اور بلوائیوں کو خبر کریں ایک انصاری بزرگ کے مکان میں گھسے جن کا گھر حضرت عثمانؓ کے گھر سے ملا تھا۔ اس میں سے ہو کر وہ حضرت عثمانؓ کے قریب پہونچ گئے اور جو حضرات دروازے پر دشمنوں کو روک رہے تھے انھیں خبر بھی نہ ہونے پائی۔

حضرت عثمانؓ اس وقت جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کوٹھے پر تھے۔ اور بجز اُن کی بیوی حضرت نائلہ کے کوئی پاس نہ تھا۔ ان بے رحم بلوائیوں نے جو قریب پہونچ گئے تھے اپنے میں سے ایک کو بھیجا کہ جا کے آپ کو شہید کرے۔ وہ سامنے گیا اور کہا "تم خلافت چھوڑ دو تو ہم بھی تم کو چھوڑ دیں"۔ آپ نے طیش

جن لوگوں کو قتل کی جرأت نہ ہوئی

کے ساتھ اپنے بعض مفاخر بیان فرمائے اور کہا "جو کرتا خدا نے پہنا دیا ہے۔ اُس کو تو نہ اتاروں گا جب تک کہ خدا نیکوں کو فضیلت اور بد بختوں کو ذلت نہ دے لے"۔ اس جواب کا اُس شخص پر ایسا رعب پڑا کہ اُلٹے پاؤں واپس آیا۔ اب دوسرا شخص گیا۔ اس کی صورت دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "تو میرا قاتل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ رسولِ خدا صلعم نے تجھے شر سے محفوظ رہنے کی دعا دی تھی"۔ اس کو بھی جرأت نہ ہوئی اور پلٹ آیا۔ اور تیسرا پہونچا جو قریشی نژاد تھا۔ اس کو پہچان کر حضرت عثمانؓ بولے "تجھے رسول اللہ صلعم نے مغفرت کی دعا دی ہے وہ خون نہ گرا جس کا گرانا حرام ہے"۔ اور یہ شخص بھی مرعوب ہو کے چلا آیا۔

محمد بن ابی بکر کی گستاخی

اب محمد بن ابی بکر پہونچے۔ حضرت عثمانؓ نے اُن سے کہا، تم پر افسوس ہے، آیا تم اللہ تعالیٰ پر غصہ کا

عـــه تاریخ الخلفا

عـــه ابن اثیر نے عمرو بن حزم کا مکان بتایا ہے۔

عـــه ابن اثیر جلد ۳۔ حالات حضرت عثمانؓ۔

عـــه ابن اثیر نے ذکر مقتل عثمانؓ کے نیچے لکھا ہے کہ لوگوں نے بہت سے اسباب کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ قتل کا سبب بتایا ہے جس کا بیان کر نا ہم نے ترک کر دیا اس کے بعد بھی بعض ایسے واقعات بیان کئے ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور اس وجہ سے ان کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ مولوی عبد الحلیم صاحب نے خود اُن کو ترک کر دیا ہے لیکن واقعات کے پڑھنے سے محمد بن ابی بکر کے اس قدر مخالفت اور جوش کی وجہ نہیں معلوم ہوتی اس لیے (بقیہ مضمون بر صفحہ دیگر)

یہ حاشیہ لکھا گیا ہے۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں ابن عساکر سے یہ روایت کی ہے کہ زہری نے سعید بن المسیب سے پوچھا کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو کن وجوہ سے قتل کیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں ان کی مدد نہیں کی۔ ابن المسیب نے جواب دیا کہ حضرت عثمانؓ مظلوم قتل کئے گئے جنھوں نے اُن کو قتل کیا وہ ظالم تھے جن لوگوں نے اُن کی مدد نہ کی وہ معذور تھے۔ حضرت عثمانؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو صحابہ کی ایک جماعت نے اُن کی خلافت ناپسند کی اس لیے کہ وہ اپنی قوم بنی اُمیہ کو دوست رکھتے تھے۔ بارہ سال انھوں نے خلافت کی بنی اُمیہ کے اکثر لوگوں کو جن کو شرف صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل نہیں تھا بڑے بڑے صوبوں پر حاکم بنا کر بھیجدیتے تھے ان حاکموں کے جو حالات لوگ مدینہ میں آکر بیان کرتے تھے ان کو سُن کر صحابہ رسول اللہؐ رنجیدہ ہوتے تھے اور اُن کے معزول کرنے کی صلاح دیتے تھے لیکن حضرت عثمانؓ اُن کو معزول نہیں فرماتے تھے جب آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کی حکومت دی اور کئی سال تک وہ وہاں حکومت کرتے رہے تو لوگ ان کی شکایت لے کر پہونچے۔ اس سے پہلے حضرت عثمانؓ کی طرف سے عبداللہ بن مسعود۔ ابوذر عمار بن یاسر کی نسبت (جو مہاجرین سابقین سے تھے) حکام کی مخالفت اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا تھا اور اس وجہ سے قبایل بنو ہذیل۔ بنو زہرہ۔ بنو غفار۔ بنو مخزوم اور ان کے خلیفوں کے قلوب میں آپ سے کدورت پیدا ہو گئی تھی۔ جب حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کو کسی کے متعلق تہدیدی حکم بھیجا تو اُس نے اس کو قتل کر دیا۔ اس پر مصر کے سات سو آدمی اُن کی شکایت لے کر مدینہ پہونچے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ۔ حضرت ام المومنین عائشہؓ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو کہا کہ مناسب یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح کو آپ معزول کر دیں۔ اور دادخواہوں کا انصاف کریں۔ لوگوں کی استدعا پر آپ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم مقرر کر دیا۔ ان کے ساتھ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت بھی روانہ ہوئی۔ جب یہ لوگ تین روز کا سفر کر چکے تو ایک سیاہ غلام اونٹ پر سوار ملا جو اونٹ کو بے اختیار دوڑاتا چلا جا رہا ہے۔ جب اس سے حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمانؓ کا غلام ہے اس کے سامان کی تفتیش کی گئی تو ایک خط ملا جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے عبداللہ بن ابی سرح کے نام لکھا گیا تھا مضمون یہ تھا کہ جب محمد اور فلاں فلاں اشخاص تمھارے پاس آئیں تو کسی حیلہ سے ان کو قتل کر دو۔ جو خط وہ لے آئیں گے اس کی تعمیل مت کرو اور تم میرے دوسرے حکم تک اپنی خدمت پر قایم رہو۔ جو لوگ تمھاری فریاد لے کر میرے پاس آتے ہیں ان کو میرے دوسرے حکم تک قید میں رکھو۔ اس خط کو لے کر محمد بن ابی بکر اور اُن کے ہمراہی مدینہ میں لوٹ آئے۔ حضرات طلحہ۔ زبیر۔ علیؓ۔ سعد اور دیگر صحابہ کو جمع کر کے وہ خط دکھایا جس کے دیکھنے سے تمام اہل مدینہ حضرت عثمانؓ سے مکدر ہو گئے۔ تمام صحابہ غمزدہ ہو کر اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ رہے۔ اور لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور محمد بن ابی بکر نے بنی تیم وغیرہ کو ابھارا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت علیؓ نے طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ عمار اور دیگر صحابہ کو جو سب اہل بدر سے تھے بلوا بھیجا۔ اور سب کو لیکر حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ خط۔ غلام۔ اور اونٹ کو دکھلایا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا غلام اور اونٹ بیشک میرے ہیں مگر یہ آپ نے

قسم کھا کر فرمایا کہ اس خط کا مجھے مطلق علم نہیں، میں نے نہ اس کو لکھوایا ہے نہ بھجوایا ہے۔ لوگوں نے خط کو دیکھ کر پہچان لیا کہ وہ مروان کا لکھا ہوا ہے۔ اور کہا کہ مروان ہمارے تفویض کر دیا جائے تاکہ ہم اس خط کے متعلق تحقیقات کریں۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے دینے سے انکار فرمایا کیونکہ ان کو خوف تھا کہ تحقیق واقعہ سے قبل ہی بلوائی مروان کو کہیں قتل نہ کر دیں۔ اس پر تمام صحابہ چلے گئے اور اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر کے متعلق جو واقعات سعید بن المسیب نے بیان کئے ہیں وہی ہیں جو متن کتاب میں مندرج ہیں۔ (ناظر مذہبی)

اظہار کرتے ہو اور آیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی برائی کی تھی سوائے اس کے کہ اللہ کا حق تم سے لیا تھا۔ محمد بن ابی بکر نے آپ کی داڑھی پکڑ لی اور کہا اے ڈھیل خدا تجھے رسوا کرے حضرت عثمانؓ بولے کہ میں نعثل نہیں ہوں بلکہ میں عثمانؓ امیر المومنین ہوں" حضرت عثمانؓ کے مخالف آپ کو "نعثل" کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ محمد بن ابی بکر کہنے لگے کہ تمہارے حمایتی معاویہ اور فلاں فلاں لوگ اس وقت کہاں ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا! اے میرے بھتیجے تمہارے باپ اگر ہوتے تو وہ کبھی میری اس داڑھی کو یوں نہ پکڑتے۔ محمد بن ابی بکر کہنے لگے کہ اگر میرے والد زندہ ہوتے اور آپ کے اس طرز عمل کو دیکھتے تو وہ کبھی اسے گوارا نہیں کرتے اور جو میں اب آپ کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں وہ داڑھی پکڑنے سے بھی زیادہ سخت فعل ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس کے جواب میں میں صرف خدا سے امداد طلب کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ محمد بن ابی بکر یہ سن کر آپ کو چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے وضو کیا اور قرآن کو پھر آغوش میں لیکر بیٹھ گئے اب اور بہت سے بدمعاش اس مقام تک پہونچ گئے تھے۔ چنانچہ ایک کوفہ کا بدمعاش ایک چھوٹا سا تبر لیے ہوئے پہونچا جس سے آپ کے شانے کو گلے کے پاس زخمی کیا۔ اور آپ کو خون میں نہلا دیا۔ خون کی دھار قرآن مجید پر پڑی اتنے میں ایک اور شخص آیا اور آپ کو ایک ٹھوکر رسید کی تیسرے شخص نے آپ کے تلوار کا ہولا مارا جس سے آپ کو غش آگیا۔ یہ حالت دیکھ کر بی بی نائلہ نے اور اور بیویوں نے جو غل سن کر آپہونچی تھیں آپ کے منھ پر پانی چھڑکا۔ اور فریاد کرنے لگیں۔ پانی چھڑکنے سے آپ کو ہوش آگیا۔ اس درمیان میں ایک مصری بدمعاش نے آپ کی ریش مبارک پر ایک ہاتھ مارا جتنے بال مٹھی میں آئے نوچ لیے۔ اور تلوار بلند کر کے بولا "ہٹو" اور وار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کی تلوار اپنے ہاتھ پر لی جس سے دست مبارک کٹ گیا۔ اور آپ نے فرمایا "خدا کی قسم یہ پہلا ہاتھ ہے جس نے قرآن لکھا"۔ اتنے میں ایک گربہ چشم پست قد چیچک رو شخص ایک فولادی گرز

حضرت عثمانؓ کا مرنے کیلیے تیار ہونا بدمعاشوں کا نرغہ۔

آپ کی انگلیاں کٹ گئیں۔

ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور سوال کیا کہ "او ڈھیل تو کس مذہب پر ہے؟" آپ نے فرمایا "میں ڈھیل نہیں بلکہ عثمانؓ بن عفان ہوں۔ ابراہیم علیہ السّلام کے دین حنیفی پر ہوں۔ اور مشرکین میں سے نہیں ہوں"

کاری ضرب اور شہادت۔

اس نے کمال دریدہ دہنی سے کہا "تو جھوٹا ہے"۔ اور آپ کی بائیں کنپٹی پر گرز مارا۔ سر سے خون جوش مار کے نکلنے لگا۔ اور آپ منہ کے بل گر گئے۔ یہ حالت زار دیکھ کر حضرت نائلہ کمال بیقراری سے بیچ میں آگئیں۔ اور بنت شیبہ نے بھی اپنے آپ کو حضرت عثمانؓ کے اوپر ڈال دیا۔ اتنے میں ایک اور مصری شخص شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور بولا "میں خدا کی قسم اس کی ناک کاٹ لوں گا"۔ اس کو حضرت نائلہ نے روکا۔ اور اس کوشش میں آپ کی چادر کھل گئی۔ اور مصری ظالم نے جو دیکھا کہ نائلہ بیچ میں ہیں تو اُن کے کان کے گوشوارے اور شانے کے درمیان میں تلوار ڈالی کہ آپ کی ناک پر حربہ کرے۔ مگر جناب نائلہ نے تلوار اپنے ہاتھ سے پکڑ لی اور آپ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ جس پر

جناب نائلہ کی انگلیاں کٹنا۔

طیش میں آکر آپ نے اپنے شوہر کے غلام حبشی رباح کو پکارا اور فرمایا "میری مدد کو آ"۔ رباح تلوار لے کے جھپٹا اور ایک ہی وار میں اس مصری شخص کو ڈھیر کر دیا۔

ایک بدمعاش کا مارا جانا۔

اب ایک اور بدمعاش تلوار لیے ہوئے آیا اور سب سے کہا "ہٹو"۔ پھر تلوار کی نوک حضرت عثمانؓ کے پیٹ پر رکھ کے گڑو دی۔ حضرت نائلہ نے اُس کی بھی تلوار پکڑ لی جس سے آپ کی انگلیاں۔ جو پہلے ہی کٹ چکی تھیں جدا ہو کے گر گئیں۔ اور تلوار حضرت عثمانؓ کے پیٹ میں پیوست ہو گئی۔ یہ دیکھ کر عورتیں چلا چلا کے آہ و بکا اور فریاد و زاری کرنے لگیں۔ اور بدمعاش جو اندر گھسے ہوئے تھے اپنا کام پورا کر کے بھاگ گئے۔ تب حضرت نائلہ نے بیرونی دیوار کے پاس آکر غل مچایا کہ "امیر المومنین مار ڈالے گئے"۔ یہ آواز نہ تھی بجلی تھی جس نے باہر والے جاں نثاروں کو بدحواس کر دیا جو دروازہ روکے

آپ کی شہادت کی شہرت۔

اور سینہ سپر بنے کھڑے تھے۔ حضرات حسنینؓ اور اُن کے رفقا فوراً اوپر چڑھ آئے۔ حضرت عثمانؓ کو مقتول دیکھا۔ دیر تک اوپر جھک کے روتے رہے۔ اب یہ خبر ہر طرف مشہور ہو گئی۔ لوگ دوڑ دوڑ کے آنے لگے۔ ادھر تھوڑی ہی دیر میں سارے مدینہ میں غل مچا ہوا تھا۔ حضرات علیؓ طلحہؓ۔ زبیرؓ اور سعدؓ اور اکثر اکابر مدینہ حیران و پریشان دوڑے آئے۔ آپ کی لاش دیکھ کر زار و قطار روئے۔ اور حضرت علیؓ کو تو فرط غم سے غش آگیا۔ جب افاقہ ہوا تو دونوں صاحب زادوں سے فرمایا "تم دروازے پر کھڑے رہے اور امیر المومنین شہید ہو گئے؟" یہ کہہ کر دونوں فرزندوں کو مارا۔ محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو بھی برا بھلا کہا۔ غرض یہ حالت تھی کہ آپ کے ہوش و حواس بجا نہ تھے۔ اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ اس

حضرت علیؓ کو بید صدمہ۔

طلحہ نے تعجب کے لہجے میں کہا "اے ابوالحسنؓ یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ اپنے دونوں فرزندوں کو

آپ نے کیوں مارا؟" فرمایا "طلحہ امیر المومنین بغیر کسی وجہ شرعی اور حجت و برہان کے مار ڈالے گئے!"
اس کے بعد حضرت علیؓ اپنے گھر میں گئے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔

زمانہ شہادت اور عمر شریف۔

جمعہ کا مبارک دن تھا۔ ماہ مبارک ذی الحجہ کی ۱۸ تاریخ تھی۔ اور ۳۵ھ تھا۔ آپ کو منبر رسالتؐ پر قدم رکھے آٹھ یا بارہ دن کم بارہ برس ہوئے تھے۔ اور عمر شریف بیاسی برس سے تجاوز کر چکی تھی۔

آپ کے خون آلود کرتے کا معاویہ کے پاس جانا۔

اب حضرت نائلہ نے سب سے پہلی کارروائی یہ کی کہ جناب معاویہ کے نام ایک خط لکھا جس میں کل واقعات، لوگوں کا مکان میں گھس آنا، حضرت عثمانؓ کا قرآن لے کر بیٹھ جانا، اور محمد بن ابی بکر نے جو کچھ کیا تھا اور نیز اپنے تمام حالات لکھے۔ اور نعمان بن بشیر انصاری کو بلا کے اُن کے ہاتھ وہ خط روانہ کر دیا۔ اس خط کے ساتھ انھوں نے حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتہ بھی بھیج دیا۔ اور ان کی ڈاڑھی کے بال بھی، جو محمد بن ابی بکر نے نوچ کے ڈال دیے تھے اس کرتے کی گھنڈی میں باندھ دیئے۔ حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں بھی غالباً انھیں چیزوں کے ساتھ گئیں۔ نعمان تھوڑے ہی دور گئے ہوں گے کہ یزید بن اسید ملے جن کو معاویہ نے چار ہزار فوج کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی مدد کو بھیجا تھا۔ انھیں نعمان سے حضرت عثمانؓ کے اس انجام کی خبر ملی تو انھیں کے ساتھ شام کی طرف پلٹ گئے۔

شام کی کمک کا راستے سے واپس جانا۔

بدمعاشوں کا نادم ہونا۔

ان واقعات کے بعد مصر کے بدمعاش پھر حضرت عثمانؓ کے گھر میں آئے۔ اور آپ کی لاش کو دیکھا تو متاثر اور اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ مگر ان لوگوں نے جو گھر میں موجود تھے ان کو مار کے باہر کر دیا۔ دروازے کے پاس پھر لڑائی ہوئی۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ مروان اسی موقع پر زخمی ہو کے گرا تھا۔

تین دن کے بعد دفن ہونا۔

کہتے ہیں کہ شہادت کے بعد تین دن تک آپ کی لاش گھر کے اندر پڑی رہی۔ بلوائیوں کے ہنگامے اور شور شش کی وجہ سے کسی کو دفن کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ حکیم بن حزام قریشی اور جبیر بن مطعم سے نہ رہا گیا۔ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دفن کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دی۔ چنانچہ مغرب و عشا کے درمیان حضرات زبیرؓ، حسن بن علیؓ، ابو جہم بن حذیفہ اور خلیفۂ مظلوم کے اعزا مروان وغیرہ جنازہ لے کے چلے۔ دیگر راویوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ، طلحہؓ، زید بن ثابتؓ اور کعب بن مالکؓ بھی جنازے کے ہمراہ تھے۔ ناگاہ خبر ملی کہ راستے میں لوگ تاک لگائے بیٹھے ہیں کہ جنازہ قریب سے گزرے تو سنگباری کریں۔ حضرت علیؓ نے فوراً

ص الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۰ و ۴۱

دفن میں مزاحمتیں اور جھگڑے۔

آدمی بھیج کر انھیں اس حرکت سے روکا، اور سب صاحب جنازے کو لے "حش کوکب" نام ایک احاطہ میں پہونچے جو جنت البقیع سے ملحق تھا۔ مختلف راویوں کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات جنازے کو لے کر گئے وہ آپ کو جنت البقیع میں دفن کرنا چاہتے تھے۔ مگر بعض نوجوانان انصار مزاحم ہوئے جو اس کے بھی خلاف تھے کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جائے۔ چنانچہ ابوالجہم بن حذیفہ سے اور ایک شخص سے اس معاملہ میں سخت کلامی ہوگئی۔ انجام یہ ہوا کہ باختلاف روایات حضرت حسنؓ یا حضرت جبیرؓ یا مروان نے نماز پڑھائی اور جنت البقیع کی حد سے باہر حش کوکب میں ایک گڑھا کھود کے دفن کر دیا۔ ایک زمانے کے بعد جب معاویہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بیچ کی دیوار گروا کے احاطہ حش کوکب کو بھی جنت البقیع میں داخل کر دیا، اور حکم دیا کہ آپ کے مزار کے گرد اور لوگ دفن کیے جائیں۔

آپ کی شہادت پر مرثیے۔

آپ کی شہادت پر بہت سے مرثیے کہے گئے مگر بہترین مرثیہ کعب بن مالک نے کہا جو بالکل سچا اور نہایت ہی عبرت خیز ہے فرماتے ہیں :-

فکفّ یدیہ ثم اغلق بابہٗ ۔۔۔ وایقن ان اللہ لیس بغافل

اپنے دونوں ہاتھ روک لیے (حضرت عثمانؓ نے) پھر دروازہ بند کر لیا اور یقین کر لیا کہ خدا دیکھ رہا ہے

وقال لاہل الدار لا تقتلوہم ۔۔۔ عفا اللہ عن کل امرءٍ لم یقاتل

اور جو لوگ گھر میں موجود تھے ان سے کہا ان لوگوں سے نہ لڑو خدا ہر اس شخص کا قصور معاف کریگا جو نہ لڑا

فکیف رأیت اللہ صبّ علیہم ۔۔۔ العداوۃ والبغضاء بعد التواصل

پھر کیا دیکھا تو نے کہ اللہ نے ان میں عداوت و بغض کو ڈالا بعد اس کے کہ باہم مل گئے تھے؟

وکیف رأیت الخیر ادبر بعدہ ۔۔۔ عن الناس ادبار الریاح الجوافل

اور کیا دیکھا تو نے کہ بھلائی ان کے بعد چلی گئی لوگوں میں سے جس طرح کہ تیز ہوا کے جھونکے چلے جاتے ہیں[1]

اصل حقیقت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عبد اللہ بن سبا کی سازش اور اس کی خفیہ مراسلتوں نے امیر المومنین عثمانؓ اور آپ کے والیوں کی طرف سے ہر جگہ کے لوگوں کو بدظن کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ہر طرح کی تفتیش کی۔ موسم حج میں شکایت کرنے والوں کو شکایت کا موقع دیا۔ پھر والی بھی بدلے۔ قرآن مجید کے حکم اور حضرت رسول خدا صلعم کی اس سنت کی پابندی میں کہ حضرت عباس اور اپنے اعزہ سے زیادہ سلوک ہوتے تھے اپنے جن عزیزوں اور قرابتداروں کو

حضرت عثمانؓ کی براءت۔

[1] تاریخ الخلفاء۔ حالات حضرت عثمانؓ

کچھ دیا تھا عوام کی شکایت پر اُن سے واپس بھی لے لیا۔ مگر فتنہ جویوں کو کسی طرح اطمینان نہ ہوا۔ وہ بجز اس کے کہ آپ خلافت چھوڑ دیں اور کچھ نہیں چاہتے تھے۔ آخر خود مدینہ کے غلام اور عوام ابن سبا کی سازشوں کے شکار ہوئے اور انھوں نے اپنی مدد پر اطراف کے بدویوں اور باہر کے بدمعاشوں کو مصر بصرے اور کوفے سے بلا لیا۔ یہ لوگ اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس بات پر تیار ہو گئے تھے کہ مسند خلافت کو حضرت عثمانؓ سے خالی کرا کے صحابہ میں سے کسی ایسے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کریں جو ان کو پسند ہوں۔ خود ان بزرگوں کی یہ حالت تھی کہ اس فتنہ کو حیرت و خوف کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بلوائیوں کو چاہے اُن کے کتنے ہی بڑے طرفدار ہوں اپنے پاس نہ پھٹکنے دیتے تھے اور ان سے پناہ مانگتے تھے۔

بدمعاش مدینے سے کیوں نہ نکالے جا سکے

یہ بزرگ اور دیگر اکابر صحابہ یقیناً ان لوگوں کو مدینے سے مار کے نکال دیتے۔ مگر خرابی یہ تھی کہ ایک طرف تو خود حضرت عثمانؓ لڑائی کے خلاف تھے۔ اور جو لوگ مدد کو آتے اُن کو بار بار روک کے فرماتے تھے کہ اپنے گھر جاؤ۔ دوسری طرف مدینے کے اکثر نوجوان اور شرفائے مہاجرین و انصار کے تمام غلام بلوائیوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ جن کی کثرت دیکھ کر علیؓ ہوں یا طلحہ و زبیر کسی کو بجز اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنے کے کوئی مفر نہ نظر آتا تھا۔ اور اُن کی خموشی سے باغیوں اور بدمعاشوں کا حوصلہ یہاں تک بڑھا کہ حضرت عثمانؓ کو مسجد میں آنے سے روکا۔ آپ کا دانہ پانی بند کر دیا۔ اور بار بار تاکید

اُن کی شورش

کرتے تھے کہ خلافت چھوڑ دیجیے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ "تمھیں ایک خلعت پہنایا جائے گا اگر کوئی اس کو اتروانا چاہے تو میرے پاس عالم بقا میں چلے آنا مگر اپنے جسم سے نہ اُتارنا"۔ چونکہ یہ حضرت مخبر صادقؐ کا صریحی حکم تھا لہذا اس سے انحراف کرنے کو آپ کفر خیال فرماتے ہیں۔

بلوائیوں کا خیال تھا کہ آپ تنگ آ کر خلافت سے دست بردار ہو جائیں گے۔ مگر کسی طرح اُن کی یہ مُراد پوری نہ ہوئی۔ اور خبریں آئیں کہ حجاج مکہ معظمہ سے اور بہت سی فوجیں شام و عراق سے آپ کی مدد کے لیے آ رہی ہیں۔ یہ سُنتے ہی آمادہ ہو گئے کہ کسی کمک کے پہونچنے سے پہلے ہی آپ کا کام تمام کر دیں۔ چنانچہ جو نو عمر بزرگان صحابہ دروازے پر تھے اُن کو خبر بھی نہ ہوئی اور بدمعاش ایک دوسرے مکان سے ہو کر آپ تک جا پہونچے۔ اور کمال شقاوت و سنگدلی سے آپ کو شہید کر ڈالا۔

اور آپ کو شہید کر ڈالا

اور یہ ہے وہ امر جس کو خود حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ پکار پکار کے کہہ رہے تھے کہ یہ ظالمانہ تلوار اگر چل گئی تو پھر قیامت تک نہ رُکے گی۔ چنانچہ جو امن و امان اس سے پیشتر عہد خلافت راشدہ میں

قائم رہا تھا اُس کی برکت ہمیشہ کے لیے اُٹھ گئی۔ اور یہ اسی ایک مظلومانہ خون کا نتیجہ تھا کہ حضرت علیؓ کے ایسے نیک نفس بزرگ کو بھی ایک گھڑی کے لیے اطمینان سے خلافت کرنا نہ نصیب ہوا۔ جو تلوار دشمنان اسلام کے لیے بلند کی گئی تھی خود کلمہ گو فرزندان اسلام پر جھک پڑی۔ بڑے بڑے ائمہ دین و بزرگان اُمت اس کی نذر ہوئے۔ اور یہ سلسلہ کہ مسلمان سلطنتیں مسلمان سلطنتوں سے لڑیں اور باہم خونریزی کرتی رہیں کسی کے روکے نہ رُکا یہاں تک کہ اسلامی عظمت و جبروت کا خاتمہ ہو گیا۔

آپ کی شان شہادت۔

حضرت عثمانؓ سے جو استقلال ثابت ہوا اور جس دیندارانہ پامردی سے آپ نے جان دی اس سے دنیا کی ساری تاریخ خالی ہے۔ ہر طرح کے خطرے تھے۔ اور جان کا قطعی اندیشہ تھا مگر نہ اس بات کو گوارا فرمایا کہ اپنی حفاظت کے لیے کوئی فوج رکھیں۔ نہ اس کو مانا کہ کسی اور شہر میں چلے جائیں اور جوار رسالت کو چھوڑیں۔ نہ اسی بات کو پسند کیا کہ مدینہ کے دیندار بہادر و ذی اثر لوگوں کو لے کے نکلیں اور دشمنوں کو مار کے بھگا دیں۔ آخر تک یہ شعار تھا کہ مر جاؤں گا مگر خلافت کو نہ چھوڑوں گا اس لیے کہ رسول خدا صلعم نے منع فرمایا ہے۔ اور نہ بلوائیوں سے مقابلہ کر کے مدینے کے امن میں خلل ڈالوں گا۔ بعض فرزندان صحابہ خود اپنا فرض سمجھ کے آپ کی طرف سے لڑ رہے تھے مگر آپ بار بار اُن کو اس سے روکتے اور منع فرماتے تھے۔ جو قوت موجود تھی اُس سے کام لینے کو بھی حرم نبوتؐ کی بے حرمتی سمجھے۔ دانہ پانی اور ہر چیز کی تکلیف ہوئی مگر پائے ثبات میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ اور اُسی وضع اور اسی دُھن میں جس پر اوّل سے قائم تھے نہایت مظلومی کے ساتھ جان دے دی۔ بیشک جو ذات مسلمانوں کے لیے ایک عظیم الشان قوم و ملت کا دفتر اُلٹنے والی ہو اس کو اسی شان سے حق پر قربان ہونا چاہیے تھا۔

تمام کبار صحابہ کی برأت

اس واقعہ کے متعلق حضرات کبار صحابہ علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور سعدؓ وغیرہ کو جو الزام دیے گئے ہیں سب لغو و بے اصل ہیں۔ کسی صحیح مستند روایت سے نہیں ثابت ہو سکتے اور معلوم ہوتا ہے کہ انھیں بدمعاش بلوائیوں نے اتنا بڑا جرم کر چکنے کے بعد جب دیکھا کہ ساری دنیا اُن کو الزام دے رہی ہے اور ہر طرف سے اُن پر لعنت پڑ رہی ہے تو انھوں نے اپنے ساتھ اُن بزرگان اسلام کو بھی شامل کر لینا چاہا۔ اور ایسی مختلف روایتیں مشہور کر دیں جو بعد کے روایت کش مورخین کی کتابوں میں درج ہو گئیں۔ اور یہ واقعہ ہمیشہ کے لیے ایک عقدۂ لاینحل بن گیا۔

نویں فصل

حضرت عثمانؓ کے حالات زندگی پر ایک عام نظر

آپ کا خاندان ۔ خوبیاں اور ہر دلعزیزی ۔ بہترین بنی اُمیہ ۔ کب ایمان لائے ۔ دامادی رسالتؐ کا شرف ۔ توحید پر ثابت قدمی ۔ ہجرت حبش ۔ ہجرت مدینہ ۔ حلیہ مبارک ۔ حضرت رسول اللہؐ اور حضرت ابراہیمؑ سے مشابہت ۔ کنیت ۔ شرکت غزوۂ بدر ۔ دوسری لخت جگر رسالتؐ سے نکاح ۔ لقب ذی النورین ۔ بیویاں اور اولاد ۔ اولیات حضرت عثمانؓ ۔ دولتمندی اور خدمت دین ۔ بیر رومہ کی خریداری ۔ مسجد نبویؐ کی توسیع ۔ غزوۂ تبوک کے لیے فیاضی ۔ اُحد میں بھاگنا اور قصور کی معافی ۔ جنت میں آپ کی فضیلت ۔ خدمت رسالتؐ ۔ رسول خدا کا دعائیں دینا ۔ حفظ قرآن ۔ عبادت ۔ قحط زدوں کی کفالت ۔ عدیم المثال فیاضیاں ۔ غلام آزاد کرنا ۔ سادگی ۔ خوف آخرت ۔ صبر و شکر ۔ رسول اللہ صلعم نے شہادت کی خبر دے دی تھی ۔ ہر سال حج کیا ۔ خاندان نبوتؐ کا احترام ۔ کبوتر بازی اور غلیل بازی سے روکنا ۔ مخالفین نیک نفس نہ تھے ۔ محمد بن حذیفہ ۔ محمد بن ابی بکر ۔ کعب بن ذی الحبکہ ۔ عمیر بن ضابی ۔ کمیل بن زیاد ۔ حضرت علیؓ کی براءت ۔ تمام اچھے لوگ آپ کے خون سے بری تھے ۔

آپ کا خاندان

حضرت عثمانؓ بنی اُمیہ میں سے تھے ۔ آپ کے والد کا نام عفان تھا جو ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے بیٹے تھے ۔ چنانچہ پانچویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب حضرت رسول خداؐ کے اجداد میں جا ملتا ہے ۔ آپ کی والدہ ماجدہ اروی بنت کریز بھی عبد شمس بن عبد مناف کی پر پوتی حضرت عبد المطلب کی نواسی اور خود جناب سرور عالم صلعم کی اُن پھوپی کی بیٹی تھیں جو آپ کے والد بزرگوار حضرت عبد اللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں ۔ واقعۂ اصحاب فیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے ۔ لہٰذا رسول اللہ صلعم سے چھ برس چھوٹے تھے[۱] ۔

خوبیاں اور ہر دلعزیزی ۔

آپ طلوع نیر اسلام سے پہلے بھی نہایت ہی فیاض ستودہ صفات و ہر دلعزیز تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی تھے اور تبلیغ و اشاعت دین میں جناب رسالت مآب صلعم کے مدد و معاون رہے ۔

[۱] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۰۶

نزول شریعت اسلامیہ سے پہلے ہی آپ نے بہت سی مروجہ بداخلاقیوں کو چھوڑ دیا تھا۔ شراب اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ زنا اور قزاقی سے ہمیشہ بچتے رہے[۱]۔ اور قریش میں اس قدر محبوب تھے کہ مثل مشہور تھی "احبک والرحمن حب قریش عثمان" یعنے میں خدا کی قسم تجھے ویسا ہی چاہتا ہوں جیسا قریش عثمان کو چاہتے ہیں[۲]۔

بہترین بنی اُمیہ

اگرچہ آپ بنی امیہ میں ہیں مگر بہترین بنی اُمیہ۔ اُن بنی اُمیہ میں نہیں جن کو جناب رسول خدا صلعم سے عناد تھا۔ آخر تک مخالف رہے۔ اور اُن کے ساتھ تالیف قلب کے لیے حضور سرور عالم نے بڑی کشادہ دلی سے اظہار جود و کرم فرمایا۔ جناب عثمانؓ کا شمار سابقین اسلام میں ہے قبل اس کے کہ جناب رسالت مآب صلعم دشمنوں کے اندیشے سے ارقم کے مکان میں گوشہ گیر ہوں آپ حضرت صدیق اکبرؓ کے اثر سے مسلمان ہوئے۔ اور آپ کا شمار اُن دس منتخب بزرگان اُمت میں ہے جن پر حسب وعدہ مخبر صادقؐ دوزخ کی آگ حرام ہو گئی تھی۔

کب ایمان لائے۔

دامادی سالت کا شرف۔ خوش بختی۔

آغاز اسلام ہی میں آپ کو جناب رسالت مآب صلعم کی دامادی کا شرف حاصل ہو چکا تھا اس لیے کہ حضرت رقیہؓ کے ساتھ جو حضور سرور عالمؐ کی سب صاحبزادیوں سے زیادہ صاحب جمال تھیں آپ کا عقد ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ کی خوبروئی و خوش جمالی کی بھی جوانان قریش میں شہرت تھی۔ چنانچہ ان دونوں دولہا دولہن کی زیبائی و رعنائی کا چرچا ہر گھر میں ہو رہا تھا۔ خادم رسالتؐ اُسامہ بن زید کہتے ہیں ایک بار رسول خدا صلعم نے مجھے کچھ گوشت دیا کہ جناب عثمانؓ کے گھر میں دے آؤں۔ وہاں گیا تو دونوں میاں بیویوں کے چہرے کی دلکشی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ کے چہروں کو میں بار بار دیکھتا اور نہ دیکھ چکتا۔ واپس آیا تو حضور سرور عالمؐ نے پوچھا تم نے کبھی دنیا میں ان دونوں سے اچھا کوئی اور جوڑا بھی دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا "کبھی نہیں"۔

توحید پر ثابت قدمی۔

بنی اُمیہ ہی میں ہونے کی وجہ سے آپ کا مسلمان ہونا جس قدر مسلمانوں کی نظر میں اہمیت رکھتا تھا اسی قدر بنی اُمیہ کو ایسے دولت مند و معزز رکن رکین کے اپنے گروہ سے نکل جانے پر افسوس تھا۔ چنانچہ آپ کے اسلام کی شہرت ہوتے ہی آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے

---

[۱] ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ سوم صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱

[۲] معارف ابن قتیبہ صفحہ ۶۴۔

اور اُن سے ولید و سعید نام دو فرزند بھی پیدا ہوئے۔ آپ نے اُم البنین بنت عتبہ فزاریہ کو بھی نکاح میں لیا۔ ان کے بطن سے عبدالملک نام ایک بچہ پیدا ہوا جو بچپن ہی میں رخصت ہو گیا۔ آپ کی ایک بیوی رملہ بنت شیبہ تھیں۔ اُن کے بطن سے تین صاحب زادیاں عائشہ، اُم ابان اور اُم عمرو پیدا ہوئیں۔ پھر آپ نے نائلہ بنت فرافصۂ کلبیہ سے نکاح کیا۔ اُن کے بطن سے مریم نام ایک صاحب زادی پیدا ہوئیں۔ بعض راویان سیر کہتے ہیں کہ اُم البنین کے بطن سے عبدالملک کے علاوہ ایک اور فرزند پیدا ہوا جس کا نام عتبہ تھا۔ اور نائلہ کے بطن سے ایک فرزند عنبسہ اور ایک صاحب زادی پیدا ہوئیں جن کا نام اُم البنین ہے۔ کہا گیا یہ صاحب زادی عبداللہ بن یزید بن ابی سفیان کے عقد میں تھیں۔ مذکورۂ بالا بیویوں میں سے چار یعنے نائلہ۔ رملہ۔ فاختہ اور اُم البنین آپ کی شہادت کے وقت موجود تھیں۔ اور کہتے ہیں کہ محاصرے کے زمانے میں آپ نے اُم البنین کو طلاق دے دی تھی۔[۱]

مندرجۂ ذیل امور کو مورخین نے آپ کے اوّلیات میں شامل کیا ہے یعنے ان کاموں کو پہلے پہل آپ ہی نے انجام دیا (۱) مجاہدین اسلام و معزز ین صحابہ کو مقطعے جاگیریں اور زمینداریاں عطا کیں (۲) تکبیر نماز پست آواز میں کہی (۳) مسجد کو خلوق (ایک مروجہ عرب خوشبو) سے معطر فرمایا (۴) جمعہ کی نماز میں پہلی اذان اضافہ کی (۵) موذنوں کے لیے وظیفے جاری کیے (۶) احتساب شرطہ کی خدمت قائم کی[۲] (۷) تمام ممالک اسلام میں قرآن کی ایسی اشاعت کی کہ پھر قرآن کے بارے میں کوئی تفرقہ نہیں پڑ سکا۔

اوّلیات حضرت عثمان رضی۔

آپ ابتدائے عہد سے دولتمندان اسلام میں تھے۔ اور آپ کی دولت ہمیشہ مسلمانوں کی خدمت اور ترقی اسلام میں کام آتی رہی۔ مسلمان ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی۔ بیر رومہ نام ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کے قبضے میں تھا اور وہ بغیر قیمت لیے کسی مسلمان کو پانی نہ بھرنے دیتا۔ نادار مسلمانوں میں پانی کی تکلیف دیکھ کر حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا "کوئی ہے کہ اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے عام کر دے اور اس کے عوض میں جنت لے؟" یہ ارشاد نبوی سنتے ہی حضرت عثمان رضی جا کے اُس یہودی سے ملے اور کنوئیں کی خریداری میں گفتگو کی۔ اُس نے پورے کنوئیں کے بیچنے سے انکار کیا مگر کہا "ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کنوئیں کا آدھا حق بیچ ڈالوں" حضرت عثمان رضی نے فوراً اُس کی منھ مانگی قیمت یعنے بارہ ہزار درہم کی رقم دے کر آدھا کنواں خرید لیا۔ اور

دولتمندی اور خدمت دین۔

بیر رومہ کی خریداری۔

---

[۱] ابن اثیر، جلد ۳۔ حالات حضرت عثمان رضی۔

[۲] یہ مثل موجودہ پولیس کے ایک خدمت تھی۔

یہ طے ہوا کہ کنوئیں سے ایک دن پانی لینے کا حق عثمان رض کو رہے اور ایک دن اس یہودی کو۔ آپ نے اپنا حق مسلمانوں کو عام کر دیا۔ اور معمول ہو گیا کہ آپ کی باری کے دن مسلمان دو روز کا پانی بھر لیا کرتے۔ اس کا یہ انجام ہوا کہ پانی کی خریداری موقوف ہو گئی۔ اور آخر خود اس یہودی نے حضرت عثمان رض کے پاس آکر کہا وہ باقی نصف حصہ بھی آپ ہی خرید لیں۔ آپ نے آٹھ ہزار درہم دے کے باقی حصہ بھی مول لے لیا۔ اور سارے کنوئیں کو مسلمانوں کے حق میں وقف کر دیا۔ آنحضرت صلعم بے حد محظوظ ہوئے اور حضرت عثمان رض نے اس طریقے سے جنت خرید لی۔ مگر یہ خیال کرنے اور عبرت پکڑنے کا واقعہ ہے کہ محصوری کے زمانے میں اسی کنوئیں سے حضرت عثمان رض کا پانی روکا گیا۔ اور آپ کے خاندان کو ایک ایک قطرۂ آب بڑی دشواریوں سے نصیب ہو سکتا تھا۔

مسجد نبوی کی توسیع

مدینے میں جب مسلمانوں کی زیادہ کثرت ہوئی اور مسجد نبوی حق پرستان توحید کے لیے تنگ ثابت ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کون ہے کہ ہماری مسجد کو وسیع کرے اور جنت کو لے؟" یہ وہی سودا کرنے کو بھی حضرت عثمان رض ہی اُٹھے۔ آپ نے مقام "خمس سوا" کی زمین جس پر ایک قبیلے کا سوتشی خانہ تھا بیس یا پچیس ہزار درہم پر خرید فرما کے مسجد رسالت صلعم میں شامل کر دی۔ اور اپنی بے نظیر فیاضی سے دوبارہ جنت خرید لی۔[۱]

غزوۂ تبوک کے لیے فیاضی

غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر رسالت صلعم کے لیے زاد راہ کی بہت کمی تھی۔ اپنی اپنی حالت و استطاعت کے مطابق تمام صحابہ نے ایثار کرم کا جوہر دکھایا۔ مگر حضرت عثمان رض نے نو سو پچاس اونٹوں اور پچاس گھوڑوں کا انصرام اپنے روپیہ سے کر کے رسول خدا صلعم کو بے انتہا خوش کر دیا۔ ارشاد ہوا "اب عثمان رض جو چاہے کچھ کریں انھیں ضرر نہیں پہونچ سکتا"۔ اور بے اختیار یہ الفاظ تین بار زبان مبارک سے نکلے "میں عثمان رض سے راضی ہوا خدایا تو بھی راضی ہو"۔ ایک موقع پر حضرت عثمان رض نے جناب رسالت صلعم کی خدمت میں حلوا بھیجا۔ آپ نوش فرما کر بہت محظوظ ہوئے۔ اور فرمایا "خداوندا عثمان رض تیری رضا چاہتا ہے تو اس سے راضی ہو جا"۔[۲]

بھاگنا اور قصور کی معافی

ان واقعات سے پیشتر حضرت عثمان رض پر ایک الزام آیا تھا۔ وہ یہ کہ غزوۂ احد میں جب مشرکین نے پشت کی طرف سے نکل کے حملہ کر دیا مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حضور سرور عالم کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی۔ تو حضرت عثمان رض اور بہت سے صحابہ کمال بدحواسی و اضطراب سے میدان چھوڑ کے چلے گئے تھے

---

[۱] تاریخ الخلفا حالات حضرت عثمان رض

[۲] ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶ -

اگر خداوند جل وعلا نے ان کا اور اُن سب مسلمانوں کا قصور وحی متلو کے ذریعہ سے یہ ارشاد فرما کر معاف کر دیا کہ "ولقد عفا اللہ عنہم"[۵]۔

بیعت مدینہ میں آپ کی فضیلت۔

آپ کی سب سے بڑی فضیلت جیسی اور کسی کو نصیب ہو سکی یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ حضور سرور عالم کے سفیر بن کر مشرکین مکہ کے پاس گئے تو مشرکین نے آپ کو عمرے اور طواف کعبہ کی اجازت دے دی مگر آپ نے نہ منظور کیا اور کہا "بغیر حضرت رسالت کے میں طواف نہیں کر سکتا"۔ یہی خود رسول خدا صلعم نے اپنی جگہ پر صحابہ سے فرمایا تھا کہ "جب تک میں طواف نہ کروں گا عثمانؓ ہرگز طواف نہ کریں گے"۔ اتنے میں خبر اڑی کہ مشرکین نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ آپ یہ سنتے ہی جان دینے اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور ہمراہیوں سے جہاد کے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔ اسی سلسلہ میں آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ بتایا اور دوسرے ہاتھ کو اپنا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت فرمائی۔ اور ان کو بھی اپنی اس بیعت میں شریک کر لیا۔ یہ کتنی بڑی عزت تھی۔ اجانبازی اور خاص دینی سرگرمی کے موقع پر حضرت سرور عالم خاص اپنے نورانی ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ بتاتے ہیں۔ اور اپنے گوشت پوست کو ان کا گوشت پوست قرار دیتے ہیں۔ بے شک آپ رسالت کے دست و بازو تھے۔ اور یہی مبارک ہاتھ تھا جو پیغمبر کے سینے کی وحی کو قلمبند کیا کرتا تھا۔

خدمت رسالت

ایک بار حضرت عثمانؓ نے جناب عائشہ صدیقہؓ کی زبان سے سن پایا کہ حضرت رسول خدا صلعم اور اہل بیت رسالت کو چار فاقے گزر چکے ہیں۔ حضرت عثمانؓ زار و قطار رونے لگے۔ پھر اسی وقت گئے۔ آٹا گیہوں۔ اور خرمے اونٹوں پر لادوا کے لائے۔ اُس کے ساتھ ایک ذبح اور صاف کی ہوئی بکری اور تین سو درہم حرم رسالت میں پیشکش کر دیے۔ اس ایثار عثمانی کی خبر جناب رسالت کو ہوئی تو خوش ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور وہی دعا کی جو ایک بار پہلے کر چکے تھے کہ "خداوندا میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی اُس سے راضی ہو جا"[۶]۔

رسول خدا کا دعائیں دینا۔

یہی نہیں رسول خدا صلعم اکثر اوقات آپ کے حق میں دعا فرمایا کرتے تھے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو اول شب سے صبح تک حضرت عثمانؓ کے حق میں مسلسل یہی دعا فرماتے رہے۔

---

[۵] معارف ابن قتیبہ حالات حضرت عثمانؓ

[۶] ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۴۔

حفظ قرآن

حضرت عثمانؓ کا حافظہ بہت قوی تھا چنانچہ آپ نے حضور سرورِ عالم کی زندگی ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اکثر راتوں کو یہ ہوتا کہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے۔

عبادت

بڑے متقی و پرہیزگار تھے ہمیشہ روزہ رکھتے اور قائم اللیل تھے۔ شب زندہ داری کی یہ حالت تھی کہ رات کے فقط تھوڑے سے ابتدائی حصہ میں سو لیا کرتے۔ پھر ساری رات جاگتے اور عبادت کرتے گذر جاتی۔ خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ نماز میں روتے روتے ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

قحط زدوں کی کفالت۔

حضرت ابن عباس سے آپ کی فیاضی کا ایک عجیب واقعہ مروی ہے۔ زمانہ خلافت اولیٰ یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں ایک بار قحط پڑا۔ اور لوگ فقر و فاقے کی مصیبت میں مبتلا تھے۔ حضرت صدیق اکبر کی کرامت سمجھیے یا جو خیال کیجیے کہ آپ نے لوگوں سے فرمایا "کل صبح کو تمھاری مصیبت دور ہو جائے گی۔" صبح ہوتے ہی مدینہ میں مشہور ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے ایک ہزار اونٹ غلہ سے لدے آ رہے ہیں۔ اونٹ آبادی میں داخل نہ ہونے پائے تھے کہ مدینے کے آڑھتیے آ پہونچے اور حضرت عثمانؓ سے اُس غلہ کی خرید کا سودا کرنے لگے۔ آپ نے پوچھا "شام کی خریداری پر کیا نفع دو گے؟" انھوں نے کہا دس کے بارہ۔ آپ نے فرمایا "مگر مجھے تو اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے۔" انھوں نے پہلے دس کے چودہ کہے۔ پھر دس کے پندرہ دینے لگے۔ مگر آپ نے برابر یہی جواب دیا کہ "مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے۔" اس اثنا میں اونٹ آ گئے۔ اور غلہ اترنا شروع ہوا۔ آڑھتیوں نے حیران ہو کے پوچھا "وہ کون تاجر ہے جو آپ کو اس سے زیادہ نفع دے رہا ہے؟" فرمایا "مجھے ایک ایک درہم کے عوض میں دس دس درہم مل رہے ہیں۔ بھلا تم دو گے؟" سب نے کہا "یہ تو ہمارے امکان میں نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا "تو میں تمھیں کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ سب غلہ میں نے مدینے کے فقیروں اور محتاجوں کو دے دیا۔"[عسہ]

مدینہ میں [illegible] فیاضیاں۔

۲۴ھ میں بہت سے ملک فتح ہوئے اور صحابہ ہر طرف جہانگیری و اعلاء کلمۃ اللہ میں کامیاب تھے۔ مدینہ میں ان دنوں دولت کی انتہا نہ رہی تھی۔ خزانے بھر گئے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ جی کھول کے فیاضیاں کر رہے تھے۔ جو کوئی آ کے مانگتا آپ بے تکلف اجازت دے دیتے۔ چنانچہ ایک ایک شخص لاکھ لاکھ توڑے اٹھائے جاتا جن میں چار ہزار اوقیہ چاندی ہوتی۔

غلام آزاد کرنا۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے۔ اور اگر کسی جمعہ میں اتفاقاً ناغہ ہو جاتا تو دو کے

عسہ ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۱۰

سادگی

جمعہ میں اُس کا معاوضہ فرما دیتے مہمانوں اور رفیقوں کو پُرتکلف کھانے کھلاتے اور خود فقط سرکے اور زیتون پر بسر ہوتی۔ لباس بھی سادہ اور کم قیمت رہتا۔ سادگی کی یہ حالت تھی کہ مسجد میں بے تکلف چادر ڈال کے اُس پر سو جاتے اور عام لوگوں میں بیٹھتے تو اس وضع سے کہ کسی قسم کا امتیاز نہ نظر آتا۔[۱]

حسن بصریؒ کہتے ہیں میں مسجد نبوی میں گیا تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ اپنی چادر پر ہاتھ ٹیکے بیٹھے ہیں اتنے میں دو بہشتی لڑتے ہوئے آئے اور آپ نے اُن کا جھگڑا چکا دیا۔[۲]

خوف آخرت

ایک بار آپ نے ایک غلام سے کہا میں نے تیری گوشمالی کی تھی تو بھی میرا کان پکڑ کے مل دے اس نے بہ حکم الامر فوق الادب آہستہ سے کان پکڑا تو فرمایا "نہیں زور سے کان پکڑ کے مل دنیا کا قصاص قصاص آخرت سے اچھا ہے"۔

صبر و شکر

قناعت اور صبر و شکر کی یہ شان تھی کہ چالیس دن محاصور رہا۔ دانہ پانی بند ہوا اور سخت سے سخت اذیتیں پہونچائی گئیں۔ مگر آپ کی زبان سے شکایت کا کلمہ نہ نکلا۔ تمام اعزا و ملازمین اور اکابر مدینہ اصرار کر رہے تھے کہ ہم کو دے کے نکلیے اور بلوائیوں سے مقابلہ کیجیے۔ مگر اس کو پسند نہ فرمایا۔

مختلف صحیح و مستند حدیثوں سے ثابت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے آپ کی شہادت کی پیشین گوئی فرما دی تھی۔ ایک بار ارشاد ہوا "عثمانؓ کو خوشخبری سُنا دو کہ وہ ایک ہنگامہ میں ثابت قدم رہیں گے"۔ ایک بار حضرت طلحہؓ سے ارشاد ہوا "ہر نبی کے ساتھ جنت میں اس کی امت میں سے کوئی رفیق ہوگا میرے رفیق عثمان ہیں وہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے"۔ اِن حدیثوں کی خود حضرت عثمانؓ کو پوری اطلاع تھی چنانچہ محصوری کے زمانے میں آخر تک یہی کہتے رہے کہ "رسول اللہ صلعم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور میں اس پر قائم ہوں"۔[۳]

ہر سال حج کیا

ایام خلافت میں بجز آخری سال کے ہر سال آپ حج کو جاتے اور امہات المومنین کو ساتھ لیجا کر حج کراتے۔ تمام شہروں میں لکھ بھیجا تھا کہ "جن لوگوں کو کچھ شکایت ہو موسم حج میں آکر مجھ سے ملیں۔ اچھے کام کریں اور بُرے کاموں سے بچیں۔ کمزور شخص اگر مظلوم ہو تو میں ہر زبردست کے مقابلے میں اس کے ساتھ ہوں"۔

---

[۱] تاریخ الخلفا۔ حالات حضرت عثمانؓ

[۲] ابن اثیر جلد ۳۔ حالات حضرت عثمانؓ

[۳] تاریخ الخلفا۔ حالات حضرت عثمانؓ

خاندان نبوت کا احترام

اس کے بالکل روادار نہ تھے کہ خاندان نبوت سے کوئی گستاخی کرے۔ کسی شخص نے عم رسول اللہؐ حضرت عباسؓ کی توہین کی تھی۔ آپ نے اس کو مارا پیٹا اور فرمایا "بھلا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلعم تو اپنے چچا کی تعظیم و تکریم کریں اور میں ان کی توہین گوارا کروں؟ ایسی بات کو جو گوارا کرے وہ رسول اللہ صلعم کا دشمن ہے"۔

کبوتر بازی اور غلیل بازی سے روکنا۔

مدینہ میں جب دولتمندی بڑھی تو پہلی برائی یہ پیدا ہوئی کہ لوگوں کو کبوتر بازی اور غلیل بازی کا شوق ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے آٹھویں سال یہ برائی دیکھ کر ایک شخص کو مامور فرمایا کہ کبوتروں کے پر کاٹ دے اور غلیلوں کو توڑ ڈالے۔

مخالفین ذاتی نفرت تھے۔ محمد بن حذیفہ

جو لوگ آپ کی مخالفت پر اٹھے ان میں شاذ و نادر ہی کوئی ہوگا جو خلوص نیت سے اصلاح کے لیے اٹھا ہو۔ بلکہ اکثر ذاتی اسباب سے آپ کے دشمن ہو گئے تھے۔ ان میں سب سے عجیب واقعہ محمد بن حذیفہ کا ہے۔ ان کے والد حذیفہ عبد شمس کے پرپوتے تھے۔ اور بنی امیہ کے گروہ میں تھے۔ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو محمد بن حذیفہ کو ایک نابالغ یتیم چھوڑ گئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو آغوش میں لے لیا۔ شفقت پدری سے رکھا اور ناز و نعم سے پالا۔ ہاتھ پاؤں سنبھالے تو درخواست کی کہ مجھے کہیں کا والی مقرر کیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "اگر تم اس کے اہل ہوتے تو میں تمھیں اس خدمت پر مقرر کر دیتا۔" محمد نے کہا "تو اچھا مجھے باہر جانے کی اجازت دیجیے کہ اپنی کمائی سے کھاؤں"۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی۔ خود ہی اُن کے لیے زاد راہ فراہم کیا۔ سواری اور سامان سفر کا بندوبست فرمایا۔ اور اس طرح رخصت کیا کہ جس طرح کوئی باپ بیٹے کو رخصت کرتا ہے۔ وہ مدینہ چھوڑ کے مصر میں پہونچے اور وہاں پہونچتے ہی محض اس بغض سے کہ انھیں کہیں کا والی نہیں مقرر کیا ان لوگوں میں شامل ہو گئے۔ جو حضرت عثمانؓ کے خلاف تھے۔ اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رہے تھے۔

محمد بن ابی بکر۔

سالم بن عبد اللہ بن عمر جو اپنے وقت کے امام حدیث اور سبعہ فقہائے روزگار میں تھے ان سے کسی نے پوچھا "محمد بن ابی بکر حضرت عثمانؓ کے کیوں خلاف ہو گئے؟" فرمایا "محض غصہ اور لالچ کے باعث اسلام میں ان کو ایک وقعت حاصل تھی۔ بعض گروہوں نے بہکایا اور ان میں ایک لالچ پیدا ہوا۔ ان میں ایک طرح کی سرہنگی و سرکشی تھی جس نے انھیں مستحق سزا ٹھہرایا۔ اور حضرت عثمانؓ نے ان کی پیٹھ پر دُرّے لگائے۔ ان باتوں کا انجام یہ ہوا کہ محمد (ستودہ صفات) سے "مذمم" یعنے معیوب ہو گئے۔

کعب بن ذی الحبکہ

کعب بن ذی الحبکہ نہدی جو عراق کے بلوائیوں کے ساتھ آیا تھا اس کی حالت یہ تھی کہ گینہ کھیلنے میں مصروف رہا کرتا حضرت عثمانؓ نے سنا تو اپنے عامل ولید کو لکھا "اسے مارو اور اذیت پہونچاؤ کہ

اس فتوبیت سے باز آئے۔ ولید نے اس کو سزا دی۔ اور لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس طرح تفضیح اوقات کرے گا مستوجب سزا ہو گا۔ اور حضرت عثمانؓ کا خط عام لوگوں میں سامنے پڑھ کے سنا دیا۔ کعب اس سزایابی پر برہم تھا چنانچہ اسی جوش میں آپ سے انتقام لینے کے لیے مدینے میں آیا۔

عمیر بن ضابی
عمیر بن ضابی جو آپ کے قتل کرنے کے لیے مدینے پر نرغہ کر کے چڑھ آیا تھا اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے باپ ضابی بن حرث برجمی نے اُن دنوں جبکہ ولید بن عقبہ والی کوفہ تھے چند انصار سے عاریۃً ایک شکاری کتیا حاصل کی جو ہرنوں کا شکار کرتی تھی۔ اور اس کے واپس کرنے میں لیت و لعل کرنے لگا۔ انصار نے اپنی کتیا زبردستی چھین لی۔ یوں زور نہ چلا تو اُس نے انصار کی ہجو میں تین شعر کہے جن میں سے آخری شعر کا یہ مطلب تھا کہ "اپنی کتیا کو نہ چھوڑ۔ وہ تو تمھاری ماں ہے۔ اور ماں کو عاق کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔" انصار نے اس کی شکایت حضرت عثمانؓ کی خدمت میں کی۔ آپ نے اُس کو سزا دی اور قید کر دیا۔ اسی قید میں وہ انتقال کر گیا۔ اور باپ کا بدلہ لینے کو عمیر باغیوں کے ساتھ مدینے میں آیا۔

کمیل بن زیاد
بلوائیوں میں کمیل بن زیاد بھی تھا۔ اس نے ایک بار حضرت عثمانؓ کے سامنے کچھ گستاخی اور وریدہ دہنی کی تھی۔ آپ نے اُس کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا۔ وہ لڑھک کے چوتڑ کے بل زمین پر جا گرا۔ اور بولا "امیر المومنین آپ نے مجھے اذیت پہونچائی۔" آپ نے فرمایا "تو کیا تم نے گستاخی نہیں کی؟" اس نے کہا "نہیں خدا کی قسم میں نے گستاخی نہیں کی۔" آپ نے فرمایا "ایسا ہے تو تم بھی مجھے معاف کرو۔" اُس نے زبان سے معاف کر دیا۔ مگر دل سے بغض نہ نکلا اور موقع پاتے ہی دشمنی پر آمادہ ہو گیا۔

حضرت علی کی براءت
آپ کی شہادت کے بعد بنی اُمیہ نے علی العموم اور ان تمام لوگوں نے جو حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کو اُٹھے تھے اس ہنگامہ کا سارا بار حضرت علیؓ کے سر ڈال دیا۔ مگر حضرت علیؓ کو ہمیشہ اس سے انکار رہا۔ اور اپنی براءت کرتے رہے چنانچہ حسان بن زید کہتے ہیں "میں نے حضرت علیؓ کو خطبے میں آنحضرتؐ یہ فرماتے سنا کہ لوگو۔ تم لوگ میرے اور عثمانؓ کے بارے میں وریدہ دہنی کرتے ہو۔ مگر میری اور اُن کی مثال وہی ہے جو خدا تعالیٰ نے فرمادی ہے کہ "وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ" (ان کے دلوں میں جو کھوٹ تھا اس کو ہم نے کھینچ کے نکال ڈالا۔ وہ بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھتے ہیں)

نام اچھے لوگ آپ کے خون سے بری تھے۔
بہر حال آپ کو جن لوگوں نے شہید کیا بندۂ غرض اور ہوس کے دام میں اسیر تھے۔ اور اس عہد کے جتنے اچھے لوگ تھے آپ کے فضل و کمال کے معترف اور آپ کی خوبیوں کے مقر تھے۔ اور اپنے آپ کو اس سے بچاتے تھے کہ دشمنان عثمانؓ میں اُن کا نام شامل کیا جائے۔

باب ششم

خلافت علی مرتضیٰؓ

پہلی فصل

حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت

اختلاف صحابہ۔ شہادت عثمانؓ کے بعد دوسرا دن۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت بربنائے روایت اولیٰ
دوسری روایت۔ مدینہ کی حالت۔ انتخاب خلیفہ میں اختلاف۔ سعدؓ کا خلافت سے انکار۔ حضرت علیؓ کا بمجبوری
قبول کرنا۔ طلحہ و زبیر پر جبر۔ حضرت علیؓ کا خطبہ۔ طلحہ و زبیر کی علانیہ بیعت۔ سعد اور عبداللہ ابن عمر کا تامل۔
جن اکابر صحابہ نے بیعت نہیں کی۔ بیعت کرنے والوں کی شرط۔ حضرت علیؓ کی تقریر۔ قتل عثمان کی تحقیق۔
قاتلین عثمانؓ کو سزا دینے پر حضرت عثمانؓ کا عذر۔ حضرت علیؓ سے ناراضی کا آغاز۔ حضرت علیؓ کی استمالت۔
فتنہ جو غلاموں کی روک۔ بدویوں کی ناراضی! ان دونوں کی سرکشی۔ طلحہ و زبیر کو مدینہ میں روکنا۔ مغیرہ کا
مشورہ حضرت علیؓ کو۔ عبداللہ بن عباس کا مشورہ۔ حضرت علیؓ کا انکار۔ ابن عباس کا حکومت شام سے
انکار۔ بیعت علیؓ کی اطلاع دنیائے اسلام میں۔ معاویہ کا انکار اور مغیرہ کا حکومت شام لینے میں عذر۔
اس زمانے کے والیان ملک۔ حضرت علیؓ کے جدید والی۔ جدید والی شام کی ناکامی۔ مصر کی حالت
بصرے کی حالت۔ کوفہ کی حالت۔ یمن کا حال۔ حضرت علیؓ کی تجویز۔ اہل کوفہ کی اطاعت۔ معاویہ کے پاس
حضرت علیؓ کا خط۔ معاویہ کا جواب۔ اس جواب کے مدینے میں پہونچنے کی شان۔ مدینہ میں قاصد معاویہ کی
شورش۔ حضرت حسنؓ اور حضرت علیؓ میں گفتگو۔ مغیرہ کی علیحدگی۔ اہل مدینہ کی فکر۔ طلحہ و زبیر کی اُمیدیں۔
ان کا مدینہ سے نکل جانا۔ فوج کشی و ترتیب لشکر۔ حضرت علیؓ کا خطبۂ اعلان جنگ۔ حضرت عائشہ و طلحہ و زبیر
کی مخالفت کی اطلاع۔ اہل مدینہ کی سستی۔ ابن عمر کی علیحدگی۔ ان کا مدینے سے بھاگ جانا۔ حضرت
علیؓ کا تردد اور اطمینان۔

اختلاف صحابہ۔

یہ نہایت نازک زمانہ تھا۔ خود صحابہ میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور اُس کے نتیجے میں ایسی مختلف اور متضاد روایتیں سلف کی کتابوں میں درج ہیں کہ اُن سے کسی صحیح نتیجے تک پہونچنا غیر ممکن ہے۔

شہادت عثمانؓ کے بعد دوسرا دن۔

ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے دوسرے دن صبح کو تمام صحابہ مسجد نبوی میں جمع ہوئے اور ہر طرف سے طلحہ و زبیر کو الزام دیا جانے لگا۔ انھوں نے گول گول تقریریں کیں جن میں کچھ تو حضرت عثمانؓ کو الزام دیا کچھ اُن کی برأت کی۔ اور آخر میں کہا "اب اِن جھگڑوں کو چھوڑ دو" اور زبیر نے یہ بھی کہا کہ "علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرو جن سے ہم سب راضی ہیں" بعد ازاں سب حضرات علیؓ کے پاس اُن کے گھر میں آئے۔ اور باوجود آپ کے انکار کے بیعت کرنے پر مُصر ہوئے۔ آپ نے فرمایا "یہ تمھارا نہیں اہل شوریٰ و اہل بدر کا کام ہے" یہ جواب سن کر واپس آئے مگر راستے میں باہم کہا "عثمانؓ کے مارے جانے کی خبر دنیا میں مشہور ہو گی اور کسی کے جانشین منتخب ہونے کی خبر لوگ اس کے ساتھ نہ سُنیں گے تو ہر جگہ ہنگامہ مچ جائے گا لہذا پھر علیؓ کے پاس چلو اور بیعت کیے بغیر وہاں سے نہ ٹلو"۔ چنانچہ پھر حضرت علیؓ کے پاس پہونچے اور اشتر نخعی کو مجبور کر کے اُس سے کہلایا۔ حضرت علیؓ نے اُسے بھی وہی جواب دیا مگر اس نے ڈرا دھمکا کے اور بے انتہا کہہ سُن کے حضرت علیؓ کو مجبور کر دیا اور سب آپ کو بیعت کرنے کے لیے مسجد میں لائے۔ جہاں سب سے پہلے طلحہؓ نے بیعت کی۔ اور چونکہ اُن کا ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا کسی نے "انا للہ" کہہ کے کہا "جس ہاتھ نے سب سے پہلے بیعت کو ہاتھ بڑھایا لُنجا ہے۔ خدا خیر کرے" طلحہؓ کے بعد زبیرؓ نے بیعت کی۔ حضرت علیؓ نے اُن سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم دونوں سچے دل سے بیعت کرتے ہو تو کرو ورنہ کہو میں خود تمھارے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔ مگر انھوں نے کہا "نہیں ہم آپ ہی کو خلیفہ بنائیں گے" لیکن چار مہینے کے بعد بھاگ کر مکہ معظمہ میں ہو رہے اور بیعت توڑ دی۔[۱]

حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت ہونے پر روایت اول

دوسری روایت

مگر دوسری روایت جس کی دیگر واقعات سے بھی توثیق ہوتی ہے یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے بعد پانچ دن مدینے میں طوائف الملوکی تھی۔ اور بلوائیوں کا سرغنا غافقی بن حرب گویا مدینے کا حاکم تھا۔ سب اُس سے آ آ کر کہتے تھے کہ کسی کو خلیفہ مقرر کرو۔ مگر اکابر صحابہ میں سے جن کے پاس جاتے وہ پناہ مانگتا اور انکار کرتا۔ حضرت طلحہ کو ان لوگوں نے ایک احاطہ میں پایا۔ حضرات سعد و زبیر کو مدینے کے باہر کسی طرف جاتے دیکھا۔ بنی اُمیہ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے

مدینہ کی حالت

[۱] الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۱-۴۲

جن جن لوگوں سے بن پڑا بھاگ گئے۔ فقط وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جو جانے سے معذور تھے
اور اُن کے بڑے رکن سعید اور ولید اور مروان بھاگ کے مکے پہونچ گئے۔

انتخاب خلیفہ میں اختلاف۔

اسی حالت میں مصر والے حضرت علیؓ کے پاس اور کوفے والے حضرت زبیرؓ کے پاس اور
بصرے والے حضرت طلحہ کے پاس گئے۔ مگر کوئی صاحب نہ ملے۔ بدمعاش بلوائیوں کی یہ حالت
تھی کہ حضرت عثمانؓ کے شہید کرنے پر تو سب متفق تھے مگر اس میں باہم اختلاف تھا کہ کسے خلیفہ
بنائیں۔ جب تینوں بزرگوں کی طرف سے انکار ہوا تو سب حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس پہونچے

سعد کا خلافت سے انکار۔

اور کہا آپ خلافت کو قبول کیجیے۔ انھوں نے کہا "میں اپنی اور عبداللہ بن عمر کی طرف سے انکار
کیے دیتا ہوں۔ ہم دونوں میں سے کسی کو خلافت کی ضرورت نہیں ہے۔"

ہر طرف سے قطعاً انکار ہوا تو سب گھبرائے اور سخت پریشانی کے ساتھ ایک دوسرے سے
کہنے لگے "اگر ہم بغیر کسی امام کو مقرر کیے واپس گئے تو کسی طرح جھگڑا نہ مٹے گا" آخر سب نے اپنے
مدینے کے رفیقوں کو جمع کیا اور اُن سے کہا "تم اس سرزمین کے رہنے والے اور امامت قائم
کرنے کے ذمہ دار ہو۔ اور ہم تمھارے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ لہٰذا غور کر کے کسی کو خلیفہ منتخب کرو۔
اس کے لیے ہم تم کو ایک دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اس مدت کے اندر تم نے فیصلہ نہ کر لیا تو کل ہم
علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور اور بہت سے لوگوں کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیں گے۔"

حضرت علیؓ کا مجبوری قبول کرنا۔

اس کا انجام یہ ہوا کہ بہت سے لوگ جو غالباً اہل مصر تھے نرغہ کر کے حضرت علیؓ کے دروازے
پر پہونچے اور کہا "ہم تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے"۔ حضرت علیؓ نے عذر کیا مگر سب نے
قسمیں دلانا شروع کیں۔ اور کہا "آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم کس آفت میں پھنس گئے ہیں؟ اور اسلام کیسی تباہی
کی حالت میں ہے؟" مجبوراً حضرت علیؓ نے آمادگی ظاہر کی مگر یہ شرط لگا دی کہ ہر امر میں اُن کو
آپ کی پیروی و فرماں برداری کرنا پڑے گی۔ اور اس مجمع پر پھر فرمایا کہ "اگر تم کسی اور کے ہاتھ پر بیعت
کر لو تو بہتر ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب سے زیادہ اس کی اطاعت کروں گا۔"

طلحہؓ زبیرؓ پر جبر

اب یہ سب لوگ جمعہ کے دن کو عام بیعت کے لیے مقرر کر کے چلے گئے اور اپنی جگہ پر جا کے
باہم یہ رائے قرار دی کہ طلحہ اور زبیرؓ سے جس طرح بنے بیعت کرا لی جائے انھوں نے حضرت علیؓ کے
ہاتھ پر بیعت کر لی تو پھر کوئی جھگڑا نہ باقی رہے گا چنانچہ بصرے والوں نے حکیم بن جبلہ کو زبیرؓ کے پاس
بھیجا۔ اس نے آپ کو تلوار سے دھمکایا۔ اور زبردستی لا کے بیعت کرا لی۔ حضرت طلحہ کے پاس اشتر نخعی
اپنے چند رفیقوں کے ساتھ گیا اور انھوں نے ہزار عذر کیا ایک نہ مانا۔ زبردستی ڈھکیلتا ہوا لایا۔

اور انھوں نے بھی اسی شان سے آکر بیعت کی۔

اب جمعہ کا مقررہ دن آیا، اور بلوائیوں کے ساتھ تمام اہل مدینہ بھی مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ اہل کوفہ و بصرہ اس وقت تک طلحہؓ و زبیرؓ کے خیال میں تھے بلکہ انھیں اندیشہ تھا کہ مصر والے اہل مدینہ کو بھی اپنا ہم خیال بنا کے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرا دیں۔ اتنے میں حضرت علیؓ آئے اور منبر پر چڑھ کے یہ تقریر کی۔ "لوگو۔ جانشین رسولؐ کو تمھارے عام اتفاق اور تمھاری اجازت سے ہونا چاہیے۔ یہ خاص تمھارا معاملہ ہے۔ کسی اور کو اس میں دخل نہیں۔ کل ہم ایک امر قرار دے کر جدا ہوئے۔ میں پسند نہ کرتا تھا مگر تم نے بجز اس کے کہ میں ہی تمھارا حاکم بنوں کسی بات کو نہ مانا۔ خوب سمجھ لو کہ مجھے تمھارے مقابلے میں فقط اتنا امتیاز رہے گا کہ تمھارے مال کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ مجھے حق نہیں کہ ایک درہم بھی اپنے لیے لوں۔ اگر تم اس کو قبول کرتے ہو تو مجھے خلیفہ ہونا منظور ہے"۔ سب نے باآواز بلند کہا "ہم سب اسی رائے پر قائم ہیں جس کو طے کر کے کل جدا ہوئے تھے"۔ ان کے اس جواب پر حضرت علیؓ نے فرمایا "خداوندا! تو گواہ رہ"۔

اب لوگوں نے طلحہؓ کو بیعت کے لیے بڑھایا۔ انھوں نے ہاتھ بڑھاتے وقت کہا "میں اپنی مرضی کے خلاف بیعت کرتا ہوں"۔ پھر زبیرؓ لائے گئے اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ انھوں نے بھی یہی فقرہ کہہ کے بیعت کی۔ بعد ازاں اور لوگ لائے گئے جن کو بیعت کرنے میں تامل تھا اور ان سے بھی بیعت کرائی گئی۔ سعد بن ابی وقاصؓ آئے اور حضرت علیؓ نے ان سے بیعت لینا چاہی۔ انھوں نے کہا "جب تک سب لوگ بیعت نہ کر لیں میں بیعت نہ کروں گا۔ اور آپ میری طرف سے کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں"۔ حضرت علیؓ نے ان کا عذر قبول کر لیا۔ اب لوگ عبداللہ بن عمرؓ کو پکڑ لائے اور کہا بیعت کرو۔ انھوں نے بھی وہی کہا جو سعد نے کہا تھا کہ "جب تک سب لوگ بیعت نہ کر لیں میں بیعت نہ کروں گا"۔ حضرت علیؓ نے کہا "تو اپنا کوئی ضامن پیش کرو"۔ انھوں نے کہا "میرا ضامن کوئی نہیں ہے"۔ اس جواب پر اشتر نے بگڑ کے حضرت علیؓ سے کہا "اجازت ہو کہ اس کا سر اڑا دوں"۔ مگر حضرت علیؓ نے فرمایا "ان کا ضامن میں خود ہوں"۔

انصار کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بجز چند کے سب نے بیعت کر لی۔ مگر مندرجہ ذیل لوگوں نے جو اکابر انصار تھے بیعت نہیں کی۔ حسان بن ثابت۔ کعب بن مالک۔ مسلمہ بن مخلد۔ ابو سعید خدری۔ محمد بن مسلمہ۔ نعمان بن بشیر۔ زید بن ثابت۔ رافع بن خدیج۔ فضالہ بن عبید اور کعب بن عجرہ۔ یہ سب حضرات حضرت عثمانؓ کے طرفدار تھے۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ نامور صحابہ میں عبداللہ بن سلام

حضرت علیؓ کا خطبہ۔

طلحہ و زبیر کی علانیہ بیعت

سعد اور عبداللہ بن عمر کا تامل۔

جن اکابر صحابہ نے بیعت نہیں کی۔

حبیب بن سنان، سلمہ بن سلامہ، اسامہ بن زید، حذافہ بن مظعون اور مغیرہ بن شعبہ نے بھی بیعت نہیں کی

بیعت کرنے والوں کی شرط۔

جن اکابر صحابہ نے بیعت کی بھی تو یہ اقرار لے کر بیعت کی کہ "کلام اللہ قریب و بعید اور قوی و ضعیف سب پر قائم کیا جائے"۔ خاص لوگ بیعت کر چکے تو عوام سے بیعت لی جانے لگی۔ اور یہی سمجھا گیا کہ سابق کے طرز عمل کے مطابق اہل مدینہ ہی کی ہاتھ سے حضرت علیؓ کی خلافت کی بنیاد پڑ رہی۔

الغرض اس طرح ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ کو امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ خلیفہ اور ساری دنیائے اسلام کے حاکم اور نائب رسول منتخب ہوئے۔

حضرت علیؓ کی تقریر۔

بیعت کی تکمیل کے بعد حضرت علیؓ نے ایک تقریر کی جس کا مضمون حمد و ثنائے الٰہی کے بعد یہ تھا کہ خدا نے ہدایت کرنے والی کتاب نازل کی جس میں بھلائی اور برائی کو ظاہر کر دیا۔ لہٰذا بھلائی کو اختیار کرو اور برائی کو چھوڑ دو۔ اور اپنے فرضوں کو بجا لاؤ۔ مسلمان وہ ہے جو مسلمانوں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے بچائے۔ بجز اس صورت کے کہ حق اس کے خلاف ہو۔ مسلمانوں کا خون حلال نہیں ہے بجز اس کے کہ از روئے شرع کسی کا قتل کرنا جائز ہو جائے"۔[۱]

قتل عثمانؓ کی تحقیق۔

اس کے بعد حضرت علیؓ قاتلین عثمانؓ کی تحقیقات کے لیے حضرت نائلہ کے پاس گئے انھوں نے کہا کچھ لوگ گھس آئے جن کا نام میں نہیں جانتی صورت دیکھوں تو پہچان لوں۔ مگر ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھے"۔ حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکر سے پوچھا۔ انھوں نے کہا "نائلہ سچی ہیں۔ میں گیا بیشک تھا۔ مگر جیسے ہی انھوں نے میرے باپ کا نام لیا میں پلٹ آیا اور اب میں اس گناہ سے خدا کی درگاہ میں توبہ کرتا ہوں لیکن یہ عرض ہے کہ میں نے نہ ان کو قتل کیا نہ قتل کرنے میں مدد دی"۔ نائلہ نے کہا ہاں یہ سچ ہے مگر قاتلوں کو یہی اپنے ساتھ لائے تھے"۔ حضرت علیؓ نے اسی پر تفتیش کی کارروائی ختم کر دی۔ بلکہ اس کے بعد جب ولید بن عقبہ نے آپ سے جا کے پوچھا کہ آپ نے قاتلین عثمانؓ کے بارے میں کیا کارروائی کی؟ تو فرمایا "میں نے نہ اس کا حکم دیا نہ اس سے منع کیا نہ اس پر مجھے خوشی ہوئی۔ نہ برا معلوم ہوا"۔ پھر آپ نے قاتلین عثمانؓ کو امان دے دی اگرچہ اُن سے راضی بھی نہ تھے۔[۲]

قاتلین عثمانؓ کو سزا دینے پر حضرت علیؓ کا عذر

اس کارروائی کے بعد حضرت علیؓ گھر میں واپس تشریف لے گئے تو طلحہؓ اور زبیرؓ اور چند اور صحابہ آکر ملے اور کہا ہم نے بیعت کرتے وقت شرط کر لی ہے کہ قرآن کے حدود قائم کیے جائیں۔ آپ

---

[۱] ابن اثیر جلد سوم واقعہ بیعت حضرت علیؓ

[۲] الامامۃ والسیاستہ صفحہ ۴۲ -

جانتے ہیں کہ یہ سب لوگ عثمانؓ کے قتل کرنے میں شریک تھے۔ اور اُن کے خون کو انھوں نے جائز کر لیا ہے"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "جو آپ صاحبوں کے ذہن میں ہے اُس سے میں ناواقف نہیں ہوں۔ مگر اُن لوگوں کے ساتھ کیا کارروائی کی جائے جن پر ہماری حکومت نہیں بلکہ وہ خود ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ آفت تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ ہمارے نوجوانوں کو بھی برانگیختہ کر دیا ہے۔ اور بہت سے بدوی عرب بھی اُن میں آکے شامل ہو گئے ہیں۔ لہٰذا جس بات کی آپ خواہش کرتے ہیں اس کا بھلا ابھی کچھ بھی موقع ہے"؟ سب نے کہا "نہیں"۔ تب حضرت علیؓ نے فرمایا "بخدا میں بھی وہی چاہتا ہوں جو تم چاہتے ہو لیکن اس پر عملدرآمد اس وقت ہوگا جب خدا چاہے گا یہ تو ایک جاہلیت کا سا واقعہ ہے۔ ابھی اسی وقت اس معاملہ کو چھیڑ دیا گیا تو طرح طرح کے خیالات پیدا ہوں گے۔ ایک گروہ آپ کا مؤید ہوگا، ایک آپ کے خلاف، اور ایک نہ اِدھر نہ اُدھر۔ ابھی ٹھہریے۔ دیکھیے آیندہ کیا پیش آتا ہے۔ پھر ایک زمانے کے بعد جب سکون پیدا ہو جائے گا۔ لوگوں کے حواس ٹھکانے ہوں گے۔ اس وقت اگر آپ کہیں گے تو دیکھا جائے گا"۔ آپ کا یہ جواب سن کر سب چلے گئے۔

حضرت علیؓ سے ناراضی کا آغاز

اب حضرت علیؓ نے قریش کو کہیں جانے سے روکا۔ مگر بنی اُمیہ کے بھاگ جانے سے تردد ہوا۔ بعد ازاں اور لوگ بھی منتشر ہونے لگے جن میں سے بعض کا تو یہ قول تھا کہ جو کچھ حضرت علیؓ نے فرمایا درست ہے۔ مگر بعض کہنے لگے "ہم نے جس عہد پر بیعت کی ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ لہٰذا ہم بیعت کو توڑ دیں گے۔ علیؓ میں خود رائی ہے۔ اور اپنی رائے کے آگے وہ کسی کی نہیں سنتے۔ اور اُن کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریش کے حق میں اوروں سے زیادہ سخت ہیں"۔ حضرت علیؓ نے جو یہ حال سنا تو مجمع عام میں ایک تقریر فرمائی جس میں قریش کے فضائل بیان کیے۔ اور کہا "مجھے قریش کی حاجت ہے۔ میری نظر انھیں کی طرف رہتی ہے۔ اور ان کی حمایت کرتا ہوں"۔ اور چونکہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگامے میں اہل مدینہ کے اکثر غلام اپنے مالکوں کو چھوڑ کے بلوائیوں میں شریک ہو گئے تھے۔ اس لیے آپ نے بہ آواز بلند فرمایا "جو غلام اپنے مالک کے پاس واپس نہ آجائے میں اُس سے بری ہوں"۔ غلاموں کی نسبت حضرت علیؓ کا یہ حکم مشہور ہوا تو بدویوں نے جو صحرائے عرب سے آکر بیرونی بدمعاشوں میں مل گئے تھے کہا "کل ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا جو آج غلاموں کے ساتھ ہوا ہے۔ اور ہماری کچھ نہ سنی جائے گی"۔ یہ رنگ دیکھ کر حضرت علیؓ نے تمام اہل مدینہ کو حکم فرمایا کہ بدویوں کو اپنے شہر سے نکال دیں۔ مگر غلاموں اور بدویوں دونوں نے فرمانِ خلافت پر عمل کرنے سے انکار کیا۔

حضرت علیؓ کی استمالت

فتنہ جو غلاموں کی روک۔

بدویوں کی ناراضی۔

اور دونوں کی سرکشی۔

اور حضرت علیؓ نے طلحہؓ و زبیرؓ و دیگر صحابہ سے فرمایا "اب آپ سب صاحب عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کی کارروائی سے دست بردار ہو جائیں گے"۔

طلحہ اور زبیر کو مدینہ میں روکنا۔

بعد ازاں طلحہ و زبیر نے حضرت علیؓ سے کہا ہمیں اجازت دیجیے کہ بصرے اور کوفے میں جا کر وہاں سے سواروں کا لشکر لے آئیں! مگر حضرت علیؓ نے انھیں کو ٹالا۔

مغیرہ کا مشورہ حضرت علیؓ کو۔

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں میں حضرت عثمانؓ کے مارے جانے کے بعد حج کر کے مکہ سے واپس آیا تو حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ وہاں دیکھا کہ آپ مغیرہ بن شعبہ سے باتیں کر رہے ہیں، میرے جاتے ہی مغیرہ اٹھ کر چلے گئے اور میں نے پوچھا انھوں نے آپ سے کیا کہا؟ فرمایا "انھوں نے آج سے پہلے مجھے مشورہ دیا تھا کہ معٰویہ اور ابن عامر کو اور تمام والیان ملک کو ابھی ان کے عہدوں پر بحال رکھنا چاہیے۔ پھر جب سب شہروں کے لوگ آپ کی خلافت کا اقرار کر لیں اور ہر جگہ خاموشی ہو جائے تو آپ جو ردو بدل چاہیں فرمائیں اور جسے چاہیں معزول کر دیں۔ مگر میں نے نہ سنا اور کہا کہ "میں مداہنت نہ کروں گا اور دین کے معاملے میں مجھ سے سستی نہیں ہو سکتی"۔ تب انھوں نے کہا "اچھا تو اور جسے چاہیے معزول کر دیجیے مگر معٰویہ کو ابھی رہنے دیجیے۔ ان میں ایک قسم کی جرأت ہے اور اہل شام ان کے مطیع و منقاد ہیں اور آپ کے لیے یہ حجت کافی ہے کہ ان کو عمر بن الخطابؓ نے مقرر کیا تھا عثمانؓ ہی کے مقرر کیے ہوئے والیوں میں نہیں ہیں"۔ میں نے کہا ہرگز نہیں معٰویہ سے تو میں دو دن بھی کام نہ لوں گا۔ اس کے بعد وہ چلے گئے اور آج آ کر یہ کہہ گئے کہ "میں اس معاملہ میں غلطی پر تھا اور غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہی مناسب ہے"۔

عبداللہ بن عباسؓ کا مشورہ۔

حضرت علیؓ کی زبان سے یہ واقعات سن کر میں نے کہا "انھوں نے پہلی مرتبہ آپ کو صحیح رائے دی تھی۔ اور اب کی آ کے آپ کو فریب دے گئے ہیں"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "یہ رائے کیسے درست ہو سکتی ہے؟" میں نے کہا اس طرح کہ معٰویہ شبیہ اہل دنیا ہیں ان کو ان کے عہدوں پر رکھا گیا تو پروا بھی نہ کریں گے کہ کس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اور کون خلیفہ ہوا لیکن اگر وہ معزول کیے گئے تو فوراً غل مچائیں گے کہ بغیر صحیح مشورے کے خلافت لے لی گئی اور انھیں نے ہمارے خاندان کے خلیفہ کو مار ڈالا۔ فوراً لوگوں کو آپ کی مخالفت پر ابھاریں گے اور شام و عراق آپ کے قبضے سے نکل جائیں گے۔ ماسوا اس کے میں طلحہ اور زبیر کی طرف سے بھی مطمئن نہیں ہوں۔ بہر تقدیر میری رائے یہی ہے کہ ابھی معٰویہ کو ان کی خدمت پر رہنے دیجیے۔ اور جب وہ آپ کی بیعت کو قبول کر لیں گے تو میرا ذمہ کہ جس رتبے کو پہنچے ہوئے ہیں اس سے ان کو اکھاڑ دے

حضرت علیؓ کا انکار۔

پھینکدوں گا"۔ مگر حضرت علیؓ نے نہ مانا اور فرمایا "میرے پاس معٰویہ کے لیے خدا کی قسم بجز تلوار کے کچھ نہیں ہے"۔ میں نے پھر کہا "امیر المومنین آپ کے بہادر ہونے میں شک نہیں۔ مگر لڑائی میں آپ صائب الرائے نہیں ہیں۔ آپ نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہوگا کہ لڑائی دھوکا دینے کا نام ہے"۔ حضرت علیؓ نے اس حدیث کو قبول کیا۔ مگر حضرت ابن عباسؓ کے مشورے کو کسی طرح نہ مانا۔ اور آخر میں فرمایا "تم ہی ملک شام میں جاؤ۔ میں تم کو وہاں کا والی و حاکم مقرر کرتا ہوں"۔ ابن عباسؓ کو اس کی جرأت نہ ہوئی اور کہا "وہاں معٰویہ کے ہاتھ میں سارا اختیار ہے۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ معٰویہ سے حکومت لینا درکنار عثمانؓ کے خون کے انتقام میں وہ میری گردن نہ مار دیں۔ یا کم سے کم قید ہی کر دیں۔ آپ پہلے معٰویہ کو لکھیے دیکھیے وہ معزولی کو قبول بھی کرتے ہیں یا نہیں؟"[1]

ابن عباسؓ کا حکومت شام سے انکار۔

تب حضرت علیؓ نے اپنی بیعت کی اطلاع تمام ملکوں اور کل والیان ملک کو کی۔ ہر جگہ سے یہی خبر آئی کہ آپ کی بیعت قبول کی گئی۔ اور لوگ مطیع و منقاد ہیں۔ بجز شام کے جہاں معلوم ہوا کہ آپ کی بیعت نہیں قبول کی گئی۔ تب حضرت علیؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو بلا کے فرمایا "تم شام میں جاؤ میں تم کو وہاں کا حاکم مقرر کرتا ہوں"۔ انھوں نے کہا "موجودہ حالت میں مجھ سے ایسی جرأت نہیں ہو سکتی۔ لیکن آپ ان کو سند حکومت شام بھیج کر پہلے اپنا مطیع بنا لیں پھر دیکھا جائے گا"۔[2]

بیعت علیؓ کی اطلاع دیگر ممالک اسلام میں۔

معٰویہ کا انکار اور مغیرہ کا حکومت شام لینے میں عذر۔

جس وقت حضرت علیؓ نے عنانِ خلافت ہاتھ میں لی ہے قلمرو خلافت کے ملکوں میں گذشتہ خلافت کے مسلمہ والی مندرجۂ ذیل تھے۔ مکہ میں عبد اللہ بن حضرمی۔ طائف میں قاسم بن ربیعہ ثقفی۔ صنعاء میں یعلی بن منبہ۔ لشکرگاہ یمن میں عبد اللہ بن ربیعہ۔ بصرے میں عبد اللہ بن عامر جو وہاں سے چلے آئے تھے اور اُن کی جگہ ابھی کوئی نہیں مقرر ہوا تھا۔ شام میں معٰویہ بن ابی سفیان اور اُن کی جانب سے حمص میں عبد الرحمٰن بن خالد۔ قنسرین میں حبیب بن مسلمہ فہری۔ اردن میں ابو الاعور سلمی۔ فلسطین میں علقمہ بن حکیم کنانی۔ اور شام کے امیر البحر عبد اللہ بن قیس فزاری تھے۔ شام کے علاوہ کوفے میں عامل نماز ابو موسیٰ اشعری اور عامل خراج جابر مزنی تھے۔ کوفے کے دوسرے حصہ پر عامل خراج قعقاع بن عمرو تھے۔ علاقۂ الجزیرہ کے شہر قرقیسیا کے والی جریر بن عبد اللہ تھے۔ آذربائیجان میں اشعث بن قیس کندی تھے۔ حلوان میں عتبہ بن نہاس تھے۔ ماہ میں مالک بن حبیب تھے۔

اس زمانے کے والیان ملک۔

---

[1] ابن اثیر جلد ۳۔ حالات بیعت حضرت علیؓ

[2] الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۳۔

ہمدان میں لبشیر تھے۔ رے میں سعید بن قیس تھے۔ اصفہان میں سائب بن اقرع تھے۔ ماسبذان میں خنیس تھے۔ خاص مدینے میں بیت المال کے افسر عقبہ بن عامر تھے اور قاضی اسلام زید بن ثابت تھے۔

حضرت علیؓ کے جدید والی۔

اب ذی الحجہ کا خوفناک مہینہ گذر گیا جس نے دنیائے اسلام میں یہ تہلکہ ڈال دیا تھا، اور سنہ ۳۶ شروع ہوا جس کے آغاز ہی میں حضرت علیؓ نے اپنی طرف سے عامل و والی مقرر فرما کے روانہ کیے۔ چنانچہ عثمان بن حنیف کو بصرے پر، عمارہ بن شہاب کو کوفے پر، عبیداللہ بن عباس کو یمن پر، قیس بن سعد کو مصر پر، سہیل بن حنیف کو شام پر مقرر فرما کے بھیج دیا۔

سہیل والیٔ شام کی ناکامی۔

سہیل شہر تبوک تک پہونچے تھے کہ چند سوار ملے جنھوں نے اُن سے پوچھا "تم کون ہو؟" کہا "امیر۔" پوچھا "کہاں کے امیر؟" کہا "شام کے۔" انھوں نے کہا "اگر عثمانؓ کے مقرر کیے ہوئے ہو تو مرحبا اور اگر کسی اور نے بھیجا ہے تو الٹے پاؤں واپس جاؤ۔" سہیل نے کہا "کیا تم نے نہیں سُنا کہ خلافت میں کیا انقلاب ہو گیا؟" ان سواروں نے کہا "سب سُن چکے ہیں۔" غرض یہیں سے شام کی حالت معلوم کر کے سہیل مدینے میں پلٹ آئے۔ اور جو کچھ پیش آیا تھا حضرت علیؓ سے بیان کر دیا۔

مصر کی حالت۔

قیس بن سعد جو مصر کے والی مقرر ہو کے گئے تھے شہر ایلہ تک گئے تھے کہ انھیں بھی کچھ سوار ملے۔ اور اُن کی صورت دیکھ کے پوچھا "تم کون ہو؟" کہا "میں قاتلین عثمانؓ میں سے ہوں اور کسی ایسے کو ڈھونڈھتا ہوں جس کے پناہ لوں اور وہ میری مدد کرے۔" اُن لوگوں نے اُن کا نام پوچھا اور کہا "مصر میں چلے جاؤ وہاں امان مل جائے گی۔" اس کے بعد قیس مصر میں پہونچے تو دیکھا کہ لوگوں کے کئی گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ مقام خربتا میں چلا گیا ہے جو لوگ کہتے تھے کہ ہم قاتلین عثمانؓ سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ اور ایک گروہ حضرت علیؓ کا طرفدار ہے۔ قیس اسی گروہ میں شریک ہو گئے۔ اور حضرت علیؓ کو وہاں کی حالت لکھ بھیجی۔

بصرے کی حالت۔

عثمان بن حنیف بغیر کسی روک ٹوک کے بصرے میں داخل ہو گئے۔ سابق عامل ابن عامر کو کسی گروہ سے تعلق نہ تھا۔ اور نہ انھوں نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ اگرچہ یہاں بھی شہر والوں کے کئی گروہ ہو گئے تھے۔ اور ایک فرقہ کہتا تھا کہ "مدینے والے جو کچھ کریں ہم اس کے قبول کرنے کو تیار ہیں۔"

کوفہ کی حالت۔

عمارہ بن شہاب کوفہ کی طرف زبالہ تک پہونچے تھے کہ طلیحہ بن خویلد سے ملاقات ہوئی جو حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کو اٹھے تھے۔ یہاں سے حضرت عثمانؓ کی مدد کے لیے قعقاع اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں ان کی شہادت کا حال سُنا اور پلٹ آئے اور اُن کے واپس آتے ہی طلیحہ نے انتقام کا جھنڈا بلند کر دیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے عمارہ سے کہا "خیریت اسی میں ہے کہ یہیں سے واپس جاؤ۔ ہم اپنے امیر کو بدلنا نہیں چاہتے۔ اور اگر تم نے اس کے ماننے میں

انکار کیا تو تمھارا سر اڑا دیا جائے گا۔ عمارہ واپس چلے آئے اور حضرت علیؓ سے کوفہ کی حالت بیان کر دی۔

یمن کا حال

عبید اللہ بن عباس کو یمن میں کوئی مزاحمت نہیں پیش آئی۔ وہاں کے حاکم یعلی بن منبہ نے عنان ولایت اُن کے ہاتھ میں دے دی مگر جس قدر خراج وصول ہو سکا اس کو وصول کر لیا اور واپس آ کر مکہ معظمہ میں ٹھہر گئے۔

حضرت علیؓ کی تجویز

سہیل بن حنیف جب شام کی طرف سے ناکام آئے تو حضرت علیؓ نے حضرات طلحہ و زبیر کو بلوایا اور فرمایا "جس بات کا اندیشہ تھا پیش آگئی! اور اس کا تدارک بس یوں ہی نہیں ہو سکتا ہے کہ جو فتنہ پیدا ہوا ہے بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کے پھینک دیا جائے۔ یہ فتنہ مثل آگ کے ہے کہ بھڑکی اور پھیلی"۔ دونوں صاحبوں نے کہا آپ ہمیں مدینے سے باہر جانے کی اجازت دیں"۔ مگر حضرت علیؓ نے اجازت نہیں دی۔

اہل کوفہ کی اطاعت۔

اب آپ نے ایک خط معویہ کے پاس سبرہ جہنی کے ہاتھ اور ایک ابو موسی اشعری کے پاس سعبد اسلمی کے ہاتھ بھیجا۔ ابو موسی کے پاس سے تو معبد اسلمی فوراً یہ جواب لائے کہ اہل کوفہ نے آپ کی بیعت قبول کر لی اور آپ کے مطیع و منقاد ہیں لیکن بیعت یوں ہوئی کہ بعض نے بہ خوشی خاطر بیعت کی ہے اور بعض نے بہ ناگواری

معویہ کے پاس حضرت علیؓ کا خط۔

مگر سبرہ جہنی نے معویہ کو جا کر جو خط دیا تو انھوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ سبرہ نے کئی بار جواب کا تقاضا کیا مگر ہر دفعہ انھوں نے بجائے جواب دینے کے دو ایک شعر پڑھ دیے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کو شہید ہوئے تیسرا مہینہ شروع ہو گیا آخر ماہ صفر میں معویہ نے قبیلۂ بنی عبس کے ایک شخص قبیصہ کو بلا کے ایک لپٹا ہوا مکتوب دیا جو سربمہر تھا اور اوپر یہ لکھا تھا "از جانب معویہ بنام علیؓ" ساتھ ہی اس قاصد کو مخفی طور پر چند ہدایتیں کیں اور مدینے روانہ کر دیا! اور حضرت علیؓ کے قاصد کو بھی اُسی کے ساتھ واپس کیا۔

معویہ کا جواب

اس جواب کے مدینے میں پہونچنے کی شان۔

ربیع الاول ٣٦ھ میں یہ دونوں شخص مدینے میں داخل ہوئے قبیصۂ عبسی اس مکتوب کو علانیہ طور پر ہاتھ میں لیے ہوئے جب حضرت علیؓ کے مکان کی طرف چلا اور مدینے کی گلیوں میں گزرا تو اکثر لوگ اس کے ساتھ ہو لیے کہ دیکھیں شام سے کیا جواب آیا ہے مگر دل میں سب سمجھ گئے کہ معویہ حضرت علیؓ کے مخالف ہیں۔ اب اُس نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر خط پیش کیا آپ نے مکتوب لے کر مہر توڑی اور کھولا تو اس میں کچھ نہ تھا۔ بجز سادے کاغذ کے کچھ نہ پایا۔ حیرت سے قاصد کی صورت دیکھی اور پوچھا "کچھ زبانی پیام لائے ہو؟" اس نے جان کی امان مانگی۔ آپ نے فرمایا "تم قاصد ہو اور قاصد کے لیے اندیشہ نہیں"۔ امان کا اطمینان کر کے اس نے کہا "میں دمشق میں

ایک ایسی قوم کو چھوڑ آیا ہوں جو بجز قصاص لینے کے کسی بات پر راضی نہیں ہو سکتے۔" آپ نے حیرت سے
پوچھا "کس سے انتقام لیں گے؟" اُس نے کہا "آپ کی رگ گلو سے۔ وہاں میں ساٹھ ہزار اکابر شہر کو
اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ عثمانؓ کے کرتے کے نیچے کھڑے رو رہے ہیں؟ اور وہ کرتا دمشق
کے منبر پر پھیلا دیا گیا ہے۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "تو وہ مجھ سے عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں؟
خداوندا میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں۔ بخدا قاتلین عثمانؓ کے لیے یہاں نجات ہے۔ اور خداوند عالم
کو اختیار ہے کہ ان کے ساتھ جو چاہے کرے۔" پھر اس کو واپسی کا حکم دیا۔ اُس نے کہا "مجھے امان ہے؟"
آپ نے فرمایا "ہاں امان ہے۔" مگر اُس کو جاتے دیکھ کر اسی سبائی گروہ یعنی پیروان عبداللہ بن سبا
نے جو مدینے میں موجود تھے اور تمام فسادوں کے وہی بانی ہوئے تھے غل مچایا کہ "یہ کتا اور کتوں کا
قاصد ہے۔ زندہ نہ جانے پائے۔" ان لوگوں کا نرغہ دیکھ کر قبیصہ نے آل مضر اور آل قیس کی دہائی
دی اور چلایا کہ "نیزوں اور سواروں سے اگر میری مدد کرو۔" پھر سب کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا "
میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ چار ہزار خواجہ سرا تم پر آ پڑیں گے۔" مضریوں نے آ کر اسے سبائیوں کے
ہاتھ سے بچایا۔ اور اُس سے کہا "بس اب خاموش رہو۔" مگر قبیصہ کسی طرح زبان نہ روکتا تھا۔ برابر یہی
کہے جاتا تھا کہ "بخدا ان لوگوں کو خدا فلاح نہ دے گا جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے
آ گئی۔ جس چیز کو وہ پائیں گے وہ اُن کے بارے میں جائز ہو گی۔ شام نہ ہو گی کہ ذلت ان پر آ پہنچے گی
اور میرا تو مقصد ہی یہ ہے کہ اہل مدینہ کو خبر ہو جائے کہ معاویہ کے بارے میں علیؓ کی کیا رائے ہے
اور اہل قبلہ سے لڑنے کو وہ کیسا سمجھتے ہیں۔ کیا انھیں ایسی جسارت ہو گی؟ اور مدینے والے سن چلے
ہیں کہ خود اُن کے بیٹے حسنؓ نے اُن کو مشورہ دیا تھا کہ گھر میں بیٹھے رہیے اور ان لوگوں کا ساتھ
نہ دیجیے۔" غرض معاویہ کا قاصد مدینے میں یہ ہنگامہ مچا کے واپس گیا۔

مدینے میں قاصد معاویہ کی شورش

اس ہنگامے کے واقعہ کے بعد حضرت علیؓ گھر کے اندر تشریف لے گئے تو حضرت حسنؓ نے آ کر
کہا "میں نے جو مشورہ دیا تھا اس کو آپ نے نہ مانا۔ میں نے اس ہنگامہ کے وقت کہا تھا کہ آپ
مکہ معظمہ میں چلے جائیں تاکہ آپ کو تہمت نہ لگائی جائے۔ آپ نے نہ سنا۔ پھر جب لوگوں نے
آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی تب بھی میں نے منع کیا کہ جب تک ساری جماعت متفق ہو کر نہ کہے
آپ نہ قبول کریں۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ پھر جب طلحہ و زبیر نے بیعت میں تامل کیا تو میں نے مشورہ دیا کہ

حضرت حسنؓ اور حضرت علیؓ میں گفتگو۔

۱؎ ابن اثیر جلد ۳۔ حالات بیعت علیؓ۔

آپ انھیں بیعت پر مجبور نہ کریں۔ اور لوگوں کو چھوڑ دیں کہ اُن کا جی چاہے تو برسوں بیٹھ کر باہم مشورہ کرتے رہیں۔ خدا کی قسم اتنے دنوں مشورہ کرنے کے بعد بھی بجز آپ کے وہ کسی کو خلافت کا اہل نہ پاتے۔ اور پھر آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ خلافت کو واپس کر کے اس معاملہ کو پھر انھیں لوگوں کے ذمہ چھوڑ دیجیے۔ اگر وہ انحراف کریں تو آپ بھی خاموش ہو جائیے اور اگر پھر آپ کی طرف رجوع کریں تو قبول کیجیے۔ خدا کی قسم ان لوگوں کے سرغناؤں سے غدر کی بو آتی ہے۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "بیٹا۔ میں بخدا اس بارے میں تمھارے موافق نہیں ہوں۔ جب سے تمھارے نانا نے وفات پائی تم ہمیشہ مجھ سے مخالفت کرتے رہے۔" حضرت حسنؓ نے کہا "اباجان خدا کی قسم ہلو یہ آپ کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لیے کہ جو کوئی مظلوم مارا جاتا ہے اُس کے ورثہ کو خدا ایک قسم کی قوت عطا کر دیتا ہے۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "مگر ہم تو ظالم نہیں ہیں۔ خدا کی قسم نہ ہم نے ظلم کیا۔ نہ قتل کی اجازت دی۔ نہ اس بارے میں کسی کو کچھ لکھا۔ اور تم بخوبی جانتے ہو کہ اس واقعہ سے تمھارے باپ بالکل بری ہیں۔" حضرت حسنؓ نے فرمایا "ان باتوں کو چھوڑیے۔ میرے نزدیک خدا کی قسم مدینہ میں کوئی آزاد مرد کوئی لڑکی اور کوئی بچہ نہیں ہے جس پر عثمانؓ کے خون کا کچھ نہ کچھ بار نہ ہو۔" حضرت علیؓ نے فرمایا "بیٹا تم جانتے ہو کہ تمھارے والد نے کئی بار اہل کوفہ وغیرہ کو پھیر دیا۔ اور تم دونوں کو تلوار بند ہو کر ان کی مدد پر بھیج دیا کہ اُن کی حمایت میں جان دے دو۔ مگر انھیں نے تم کو لڑنے سے روکا۔ اور ان کے گھر میں جتنے تھے سب کو خونریزی سے منع کرتے رہے۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھے حکم دیتے تو میں بھی ان کی طرف سے لڑتا۔ اور جان دے دیتا۔" حضرت حسنؓ نے فرمایا "ان باتوں کو اس وقت کے لیے اٹھا رکھیے جب روز قیامت کو خدا فیصلہ کرے گا۔"

مغیرہؓ کی علیحدگی۔

اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ آئے تو حضرت علیؓ نے اُن سے فرمایا "خدا کی راہ میں تلوار باندھو اور ہمارے ساتھ شریک ہو کر دشمنوں سے لڑو۔" انھوں نے کہا "امیر المومنین۔ نہ میں عثمانؓ کو صحیح رائے پر جانتا تھا۔ اور نہ اُن کے قتل کو بہتر جانتا تھا۔ یہ اتنا بڑا مظلمہ تھا جس کے بعد تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ لہٰذا مجھے تو اجازت دیجیے کہ تلوار ہاتھ سے رکھ دوں۔ اور گھر میں بیٹھ رہوں۔ یہاں تک کہ جو ظلمت عالم پر چھائی ہوئی ہے دور ہو جائے۔" عمار اس جواب کے خلاف تھے۔ مغیرہ سے اُلجھنے لگے۔ مگر حضرت علیؓ نے جھگڑنے سے روکا اور فرمایا "مجبور کرنے کی ضرورت نہیں ان کو انھیں کی مرضی پر چھوڑ دو۔"

۱؎ الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۴ و ۴۵ ۔

اہل مدینہ کی فکر۔

ان واقعات نے اہل مدینہ میں اس کی بڑی فکر پیدا کر دی تھی کہ معٰویہ اور حضرت علیؓ میں کیا طے پایا۔ چنانچہ اکثر لوگوں نے زیاد بن حنظلہ تمیمی کو جو اکثر حضرت علیؓ ہی کے پاس رہا کرتے تھے آمادہ کیا کہ اس بارے میں آپ کی رائے دریافت کریں۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی طرف سے چھیڑنے نہیں پائے تھے کہ خود حضرت علیؓ نے فرمایا "اے زیاد تیار ہو جاؤ"۔ پوچھا "کس کام کے لیے؟" ارشاد ہوا "غزائے شام کے واسطے" عرض کیا "جہاں تک بنے ٹالیے اور نرمی اختیار فرمائیے"۔ مگر حضرت علیؓ نے یہی جواب دیا کہ "میں مقابلے کے لیے آمادہ ہوں اور اس ارادے سے باز نہیں آسکتا۔ اس گفتگو کے بعد زیاد اٹھ کے باہر گئے تو لوگ منتظر کھڑے تھے پوچھا "کیا خبر ہے" کہا "تلوار بس یہی خبر ہے اور کچھ نہیں"۔[1]

طلحہ و زبیر کی امیدیں۔

حضرات طلحہ و زبیر کی نسبت بعض راویوں کا بیان[2] ہے کہ زبیرؓ کو یقین تھا کہ حضرت علیؓ ان کو عراق کا اور طلحہ سمجھے ہوئے تھے کہ مجھے یمن کا والی مقرر فرمائیں گے۔ جب اس میں مایوسی ہوئی تو شکایت کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے سنا تو عبداللہ بن عباس سے مشورہ کیا۔ ان کی رائے ہوئی کہ ان دونوں صاحبوں کو کوفے و بصرے کا حاکم مقرر کر دیا جائے۔ مگر حضرت علیؓ نے ہنس کے ٹال دیا اور فرمایا "اگر میں یہی گوارا کر لیتا تو معٰویہ کی حکومت شام کیوں قبول کرتا؟ ان دونوں کی یہ ہوس حکمرانی مجھ پر ظاہر نہ ہو گئی ہوتی تو البتہ ان کا کچھ خیال کرتا۔ اب تو یہ نہیں ممکن ہے"۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے حاضر ہو کر آپ سے عمرہ بجا لانے کے لیے مکہ معظمہ جانے کی اجازت مانگی۔ دینی کام سے روکنا مشکل تھا اجازت دے دی اور دونوں بزرگ مدینہ طیبہ سے نکل کے چلے گئے۔

ان کا مدینے سے مکہ جانا۔

فوج کشی کی تیاری۔

ان کے جانے کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو بلا کر ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا دیا۔ اور فوج کشی کا سامان کر دیا۔ عبداللہ بن عباس کو افسر میمنہ اور عمرو بن ابی سفیان کو افسر میسرہ مقرر فرمایا۔ ابو عبیدہ بن الجراح کے بھتیجے ابو لیلیٰ کو مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا۔ اور قثم بن عباس کو اپنی جگہ مدینے میں نائب بنا کے چھوڑنا چاہا۔ مگر جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر خروج کیا تھا ان میں سے کسی کو کوئی خدمت نہیں دی۔ پھر قیس بن سعد، عثمان بن حنیف اور ابو موسیٰ اشعری کو تحریر فرمایا کہ اپنے علاقوں کے لوگوں کو لڑائی پر آمادہ اور جمع کر کے اہل شام کے مقابلے پر

[1] ابن اثیر جلد ۳۔ حالات بیعت حضرت علیؓ

[2] الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۶۔

حضرت علیؓ کا اعلانِ جنگ

روانہ کرو۔ اور اہل مدینہ کو بھی بلا کے حکم فرمایا کہ سب شام والوں کے مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ان لوگوں سے مخاطب ہو کر آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ "خدا کی سطوت ہی میں تمہاری خلافت کی حفاظت ہے۔ بغیر ملال اور ناگواری کے خلیفہ کی اطاعت و فرماں برداری کرو۔ خدا کی قسم تم کو یہی مسلک اختیار کرنا پڑے گا۔ ورنہ خدا سلطنت اسلام کو تم سے کسی اور کی طرف منتقل کر دے گا اور پھر قیامت تک تمہارے شہر میں نہ آئے گی۔ لہٰذا اُن لوگوں کے مقابلے کے لیے اُٹھو جو تمہاری جماعت توڑنا چاہتے ہیں۔ باہر والوں نے تم میں جو خرابیاں پیدا کر دی ہیں شاید خدا اُن کو دور کر دے۔ اور تم اپنا فرض ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

حضرت عائشہؓ طلحہؓ و زبیرؓ کی مخالفت کی اطلاع

مدینہ میں شام کی طرف فوجیں روانہ کرنے اور معاویہ کے مقابلے کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ یکایک خبر آئی طلحہؓ، زبیرؓ، اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ اور اہل مکہ حضرت علیؓ کے خلاف ہیں اور لوگوں کو مخالفت پر ابھار رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے یہ سنتے ہی مدینہ میں اعلان کر دیا کہ "یہ لوگ ہمارے خلاف اور میری حکومت سے ناراض ہیں۔" پھر فرمایا "میں انشاء اللہ صبر سے کام لوں گا۔ اگر وہ لوگ رُکے رہے تو میں بھی رکوں گا۔ اور اتنا ہی رہے گا جتنا کہ مجھے معلوم ہوا ہے اس سے بڑھنے کی نوبت نہ آئے گی"۔ دو چار روز بعد خبر آئی "کہ وہ لوگ مکہ سے بصرے کی طرف جا رہے ہیں"۔ یہ سُن کر حضرت علیؓ خوش ہوئے اور فرمایا "کوئی مضائقہ نہیں۔ وہاں سے قریب ہی کوفہ میں شجاعانِ عرب رہتے ہیں اور وہاں عرب کے معزز خاندان آباد ہیں"۔ ابن عباس نے کہا "امیر المومنین آپ جس چیز پر خوش ہوئے ہیں وہی مجھے اندیشہ ناک معلوم ہوتی ہے کوفہ ایک خیمہ ہے جس میں مشاہیر عرب مقیم ہیں۔ مگر اُن کی حالت یہ ہے کہ قوم کو جب تیاری کی ضرورت ہو تو وہ تیار نہیں ہو سکتے۔ اس شہر والوں کی ہمیشہ یہ شان رہی کہ علی العموم ایسے کام کا حوصلہ کیا کرتے ہیں جس کو کر نہیں سکتے"۔ حضرت علیؓ نے اُن کے قول کی تائید فرمائی اور بجائے شام کے کوفہ ہی کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کر دیا۔

اہلِ مدینہ کی سستی اور ابن عمرؓ کی علیحدگی

اب آپ نے اہل مدینہ کو کوچ کے لیے ابھارا۔ مگر اُن سے سستی ظاہر ہوئی۔ اور آپ نے لوگوں کو اپنے سامنے بلوانا شروع کیا۔ چنانچہ کمیل نخعی آپ کے حکم سے عبد اللہ بن عمرؓ کو لے آیا۔ حضرت علیؓ نے اُن سے فرمایا "میرے ساتھ لڑائی پر چلو"۔ انھوں نے کہا "میں بھی منجملہ اہل مدینہ کے ہوں۔ انھوں نے آپ کی بیعت کی ہے تو میں نے بھی کر لی۔ اگر وہ آپ کے ہمراہ چلیں گے تو میں بھی چلوں گا۔ اگر وہ نہ چلے تو میں بھی نہ جاؤں گا"۔ حضرت علیؓ نے کہا "تو پھر کسی کو اپنا ضامن بتاؤ"۔

انھوں نے کہا "ضامن تو میں کسی کو نہ دوں گا"۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تم سے بچپن سے آج تک کبھی کوئی بد اطواری و بد معاملگی ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ یہ نہ ہوتا تو میں تمہاری اس حرکت کو گوارا نہ کر سکتا اور لوگوں سے کہا "خیر انھیں جانے دو۔ ان کا ضامن میں خود ہوں"۔ یہاں سے واپس جا کر ابن عمرؓ نے مدینے والوں کے خیالات کا اندازہ کیا تو لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ "سمجھ میں نہیں آتا اس معاملے میں ہم کیا کریں۔ جب تک خدا کوئی خاص بات روشن نہ کر دے گا ہم تو کہیں نہ جائیں گے"۔ ان کی یہ رائیں سن کر حضرت ابن عمرؓ اسی رات کو مدینہ سے بھاگ گئے مگر چلتے وقت اپنی سوتیلی ماں حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ "مدینے والوں کے یہ خیالات مجھے معلوم ہوئے اور میں عمرے کے لیے مکۂ معظمہ جاتا ہوں۔ اس کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ حضرت علیؓ کی اطاعت پر قائم رہوں گا۔ لیکن یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ ان کے ساتھ لڑائی پر نہ جاؤں گا"۔

ابن عمرؓ کا مدینے سے بھاگ جانا۔

دوسری صبح کو جیسے ہی حضرت علیؓ کی آنکھ کھلی تو لوگوں نے عرض کیا کہ "آج رات کو ایسا واقعہ پیش آگیا جو طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہؓ اور معاویہ سب کے واقعوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ ابن عمرؓ بھاگ کے شام چلے گئے"۔ حضرت علیؓ کو اس پر بہت تردد ہوا۔ فوراً بازار میں آئے سواروں اور پیدلوں کو ابن عمرؓ کے تعاقب میں دوڑایا۔ اور گردآوری کرنے والی فوجیں ہر راستے پر روانہ کر دیں۔ اتنے میں آپ کی صاحب زادی ام کلثومؓ کا آدمی آیا اور اس نے اصل حقیقت بیان کر دی۔ ابن عمرؓ کا یہ ارادہ سن کر حضرت علیؓ مطمئن ہو گئے۔ اور جن لوگوں کو تعاقب میں بھیجا تھا واپس بلا لیا۔ پھر مجمع عام میں فرمایا۔ خدا کی قسم نہ ام کلثوم جھوٹی ہیں اور نہ ابن عمر نے جھوٹ کہا ہے۔ میں ان کو ثقہ اور راست باز جانتا ہوں۔

حضرت علیؓ کا تردد۔

اور اطمینان

دوسری فصل

بصرے میں حضرت عائشہؓ کا تسلط

حضرت عائشہ کی مخالفت ۔ آپ کا خطبہ اختلاف ۔ جوش مخالفت ۔ مخالفت کی قوت ۔ ابن عامر کی رائے اور اُن پر اعتراض ۔ مدینے میں تامل ۔ عبداللہ بن عمر کا انکار اور عذر ۔ اور امہات مومنین کی علیحدگی ۔ لشکر کی تیاری ۔ بصرے روانہ ہونا ۔ مروان کی فتنہ انگیزی ۔ قوم النجیب بنی اُمیہ کے خیالات ۔ فرزندان عثمانؓ ۔ ناقہ عائشہ ۔ آب حواب ۔ بصرے میں پہنچنا ۔ بصرے کے باہر پڑاؤ اور اہل شہر کو خبر ۔ والی و معززین بصرہ ۔ عثمان بن حنیف والی بصرہ کی مخالفت ۔ عمران و ابوالاسود حضرت صدیقہ کی خدمت میں ۔ حضرت طلحہ کی خدمت میں ۔ حضرت زبیر کی خدمت میں ۔ اس سفارت کا انجام ۔ والی کا ارادہ پرخاش ۔ ایک فریب کی کارروائی ۔ اور اس میں ناکامی ۔ دونوں طرف کے لوگوں کا جماؤ ۔ طلحہ و زبیر کی تقریریں ۔ مجمع کے مختلف خیالات ۔ پھل گئی ۔ حضرت عائشہ کا معجز نما خطبہ ۔ آپ کے خطبہ کا اثر ۔ ایک مخالف کا حضرت صدیقہ کو سمجھانا ۔ طلحہ و زبیرؓ ایک مخالف کا اعتراض ۔ لڑائی شروع ہو گئی ۔ حضرت صدیقہ کا ہٹ جانا ۔ بے ادب گستاخوں کا مارا جانا ۔ بھنڈار خانے کے پاس کی لڑائی ۔ مشروط صلح ۔ اہل بصرہ کا سفیر مدینے میں ۔ مدینہ میں اخفائے حق کا جوش ۔ حضرت علیؓ کا حکم عثمان کو ۔ عثمان کی مخالفت معاہدہ ۔ مسجد کا ہنگامہ ۔ عثمان بن حنیف کی گرفتاری ۔ اُن پر ظلم ہونے کی دوسری روایت ۔ تیسری روایت ۔ اُس روایت کے مطابق طلحہ و زبیر اور اہل بصرہ کی گفتگو ۔ حکیم کا معرکہ اسی روایت کے مطابق ۔ اس کی اور ابن زبیر کی گفتگو ۔ اس کا حملہ ۔ اس کا مارا جانا ۔ قاتلین عثمانؓ سے انتقام ۔ بصرے کے طرفداران علیؓ ۔ تقسیم وظیفہ و انعام ۔ اور شہر والوں کو اطلاع ۔ طلحہ و زبیر کے ہاتھ پر بیعت ۔ اس فتنہ سے زبیرؓ کا اندیشہ ۔

حضرت عائشہؓ کی مخالفت ۔

اب ہمیں یہ بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ مکہ معظمہ میں حضرت علی کی مخالفت پر صحابہ کا ایک گروہ کیوں جمع ہوا ۔ یہ ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے زمانے میں حضرت عائشہؓ بغرض حج مکہ معظمہ میں تشریف لائی تھیں ۔ حج سے فارغ ہو کر آپ واپس چلیں تو مقام سرف تک

پہونچی تھیں کہ آپ کے نانہالی رشتہ دار عبید اللہ بن ابی سلمہ جو ابن ام کلاب کے لقب سے مشہور تھے ملے۔ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سانحہ ہوش ربا بیان کیا۔ ام المومنینؓ نے پوچھا اور ان کے بعد کیا ہوا؟ کہا لوگوں کو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر اتفاق ہے۔ اتنا سنتے ہی آپ مکہ معظمہ کی طرف پلٹ پڑیں۔ اور زبان پر یہ کلمات تھے۔ "خدا کی قسم عثمانؓ مظلوم مارے گئے اور میں ان کے خون کا انتقام لوں گی۔" عبید اللہ نے کہا۔ "آپ ہی نے تو سب کے پہلے حضرت عثمانؓ کے طرز عمل پر اعتراض کیا تھا؟" فرمایا "مگر ان لوگوں نے ان کو اس وقت قتل کیا جب وہ اپنے غیر پسندیدہ افعال سے توبہ کر چکے تھے۔" حجر میں تشریف لے گئیں۔ وہاں مکہ میں پہونچ کر آپ مسجد حرام کے دروازہ پر اتریں اور پردہ کر دیا گیا۔ جب آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے سب کی طرف خطاب کر کے یہ تقریر فرمائی۔ "لوگو۔ مختلف شہروں کے لوگوں، بدوی صحرا نشینوں اور اہل مدینہ کے غلاموں نے شورش مچا کر اس شخص پر نرغہ کیا جو مظلوم مارا گیا۔ ان ظالموں نے ان پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے نوجوانوں کو اہم خدمات دیں انھیں جاگیریں عطا کیں حالانکہ عہد عثمانی سے پہلے اس عمر کے لوگ ان خدمات پر مامور ہو چکے تھے۔ اور جب انھوں نے ان اعتراضات کو تسلیم کر کے جاگیریں چھین لیں تب ظالموں کے لیے کوئی حجت باقی نہیں رہی اور انھوں نے ظلم سے امیر المومنین کو قتل کر دیا جس خون کا گرانا حرام تھا اس کو گرایا جس شہر میں خونریزی حرام تھی اس میں حلال کی۔ اور جس مال کو لوٹنا حرام تھا اس کو لوٹا۔ خدا کی قسم عثمانؓ کی ایک انگلی ایک عالم سے اچھی تھی اور خدا کی قسم جس وضع سے ان لوگوں نے دست تعدی دراز کیا ہے اس کی بدولت عثمانؓ پر سے کوئی گناہ ہوا بھی تھا تو اس سے اس طرح پاک و صاف ہو گئے جیسے سونا کھوٹ سے اور کپڑا میل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔"

آپ کا خطبۂ اختلاف۔

جوش مخالفت۔

ام المومنین محبوبۂ رسول اللہ صلعم کی اس تقریر کا حاضرین پر بڑا اثر پڑا۔ عبد اللہ بن عامر حضرمی عہد عثمانی سے مکہ کے والی تھے جوش میں آ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "اس خون کا پہلا انتقام لینے والا میں ہوں۔" اس کے بعد تمام بنی امیہ جو مکہ میں جمع تھے۔ اور مدینے سے بھاگ آئے تھے اس دعوے میں شریک ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ایک اچھا خاصہ گروہ پیدا ہو گیا۔

مخالفت کی قوت۔

اس اثنا میں عبد اللہ بن عامر بصرے سے آ گئے جو بیحد دولت اپنے ساتھ لائے تھے۔ دوسری طرف یعلی بن امیہ ابن منبہ چھ سو اونٹوں کا قافلہ لے کر یمن سے آ گئے اور یہ قصہ ہیں

پڑاؤ ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرات طلحہ و زبیر بھی مدینے سے آکر حضرت عائشہ کی کوشش میں شریک ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے اُن سے پوچھا "مدینے میں کیا ہو رہا ہے؟" کہا "ہم مدینے سے بھاگ کے آئے ہیں۔ اور اس شہر کو اس حال میں چھوڑ آئے ہیں کہ بلوائیوں اور بدویوں نے ہنگامہ مچا رکھا ہے اور ایسے بے اصول لوگ جمع ہو گئے ہیں جن کو نہ حق کا اقرار ہے نہ باطل سے انکار۔ اور نہ اپنے نفسوں کو روکتے ہیں"۔ حضرت عائشہ نے کہا "تو پھر انھیں بلوائیوں کے مقابلے پر چلو"۔

ابن عامر کی رائے اور اُن پر اعتراض۔

سب لوگوں کی رائے تھی کہ پہلے شام کی طرف جانا چاہیے! ابن عامر نے کہا "شام میں اکیلے معٰویہ کافی ہیں ہمیں بصرے چلنا چاہیے۔ وہاں میرا بھی کچھ اثر ہے! اور وہ لوگ عموماً طلحہ کی نسبت خاص عقیدت رکھتے ہیں"۔ یہ سُن کر سب نے ابن عامر کو الزام دیا کہ "ایسا تھا تو تم وہاں سے کیوں چلے آئے؟ نہ تم کوئی صلح کرنے والے تھے! اور نہ کسی سے تم کو لڑنا تھا جس طرح معٰویہ شام میں ہیں اسی طرح تم کو چاہیے تھا کہ اپنے علاقہ میں ٹھہرے رہتے۔ تمھارا وہاں ہونا ہمارے لیے کافی ہوتا! اور وہاں کا انتظام درست کر کے ہم سب کوفہ کی راہ لیتے! اور مخالفوں کی سب راہیں بند کر دیتے"۔ ابن عامر سے اس اعتراض کا کچھ جواب نہ بن پڑا۔

مدینے جانے میں تامل۔

اس کے بعد لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے کہا "مدینے کو چھوڑ دیجیے۔ جس وقت ہم وہاں سے نکلے ہیں بلوائیوں کا زور تھا۔ اور ہمارے پاس اتنی قوت نہیں ہے کہ ان لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ لہٰذا ہمیں بصرہ چلنا چاہیے جہاں حکومت کا ہاتھ مضبوط نہیں ہے۔ وہاں والے ہمارے سامنے حضرت علیؓ کی بیعت کا مسئلہ پیش کریں گے۔ لہٰذا آپ اُن کو اسی طرح مخالفت پر آمادہ فرمائیں جس طرح اہل مکہ کو آمادہ کیا ہے۔

عبداللہ بن عمر کا انکار اور عذر۔

حضرت عائشہؓ نے اسی رائے کو پسند فرمایا! اور اب سب لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو بلایا جو مدینے سے بھاگ آئے تھے اور کہا "آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں"۔ انھوں نے اس میں عذر کیا! اور کہا "میرا شمار اہل مدینہ میں ہے۔ لہٰذا میں وہی کروں گا جو اہل مدینہ کریں گے"۔ چنانچہ سب نے مجبور ہو کے انھیں چھوڑ دیا۔

دو امہات المومنین کی علیحدگی۔

اُم المومنین حضرت صدیقہ کے ساتھ اور ازواج مطہرات رسالتؐ بھی تھیں مگر جب انھوں نے حضرت عائشہ کو بصرے کا عازم دیکھا تو ساتھ چھوڑ کے علیحدہ ہو گئیں۔ حضرت ام المومنین حفصہ نے اُن کی رفاقت قبول کر لی تھی مگر اُن کے بھائی عبداللہ بن عمر نے اُن کو بھی اس سے روک دیا۔

لشکر کی تیاری۔

اب مکہ میں انتقام خواہ لشکر مرتب ہوا جس کی تیاری میں یعلی بن منیہ نے چھ سو اونٹوں اور

چھ لاکھ درہموں سے۔ اور ابن عامر نے روپیہ کی مقدار کثیر سے مدد دی۔ اور حضرت عائشہ کے
نقیب نے مکے کی گلی کوچوں میں اعلان کر دیا کہ "ام المومنین اور طلحہ اور زبیر بصرے جا رہے ہیں۔
جو شخص اسلام کی بے حرمتی کرنے والوں سے لڑنا اور خلیفۂ مظلوم عثمانؓ کے خون کا بدلہ
لینا چاہتا ہو اور اس کے پاس سواری اور سامان سفر نہ ہو آئے اس کی مدد اور کفالت

بصرے روانہ ہونا

کی جائے گی"۔ لوگ آنا شروع ہوئے۔ اور چھ سو آدمی اونٹوں پر سوار کرائے گئے۔ اُن کے ساتھ
ایک ہزار یا نو سو مفرورین اہل مدینہ کے گروہ کو ہمراہ لے کر حضرت عائشہ روانہ ہوئیں۔ راہ میں
تھوڑے ہی زمانے میں اور بہت سے لوگ آکر شریک ہو گئے۔ اور حضرت عائشہ کے جھنڈے
کے نیچے پورے تین ہزار سپہگروں کا انبوہ جمع ہو گیا۔

رسول اللہ صلعم کی چچی اُم الفضل یعنے حضرت عباسؓ کی بیوی مکہ معظمہ میں موجود تھیں انھوں نے
ظفر نام ایک شخص کو اجرت دے کر مدینے روانہ کر دیا کہ حضرت علیؓ کو ان واقعات کی خبر کر دے
چنانچہ اُس نے فوراً جا کے آپ کو ان حالات سے آگاہ کیا۔

مروان کی فتنہ انگیزی

حضرت عائشہ جب مکہ سے روانہ ہونے لگیں تو مروان بن حکم نے طلحہ و زبیر سے آ کے
پوچھا "آپ دونوں میں سے کس کو میں امیر کہہ کے سلام کیا کروں؟ اور کس کی طرف سے نماز کی
اجازت دی جایا کرے؟" دونوں مذکورہ بزرگوں کے فرزند موجود تھے عبد اللہ بن زبیر نے
کہا "میرے والد زبیر کے نام سے" محمد بن طلحہ بولے "میرے والد طلحہ کے نام سے"۔ حضرت
صدیقہ نے یہ ماجرا سنا تو مروان کے پاس کہلا بھیجا "معلوم ہوتا ہے تو ہمارے گروہ میں تفرقہ
ڈالنا چاہتا ہے۔ میرا حکم یہ ہے کہ میرا بھانجا عبد اللہ بن زبیر نماز پڑھائے گا۔ بعض راویوں کا بیان
ہے کہ جب تک عتاب بن اُسید مارے نہیں گئے تھے وہی نماز پڑھاتے رہے۔ معاذ
بن عبید اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر ہم لوگ فتحیاب بھی ہو جاتے تو خدا کی قسم آپس میں جھگڑتے
نہ زبیر طلحہ کو خلیفہ ہونے دیتے اور نہ طلحہ زبیر کو۔

یوم النحیب

تمام ازواج مطہرات مقام ذات عرق تک حضرت عائشہ کے ساتھ رہیں۔ وہاں جب رخصت
ہونے کا وقت آیا تو سب لوگ باہمی نااتفاقی اور اسلام کی مصیبت پر روئے۔ اور اس طرح
پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار روئے کہ اس سے پہلے نہ کبھی اتنے رونے والے دیکھے گئے
تھے نہ اتنی رونے والیاں اور نہ ایسا رونا چنانچہ اس دن کا نام ہی عربوں میں یوم النحیب
(رونے کا دن) مشہور ہو گیا۔

بنی امیہ کے خیالات

اس مقام پر سعید بن عاص مروان بن حکم سے ملا اور چپکے سے کہا "انتقام کا میدان تو سامنے موجود ہے۔ تم اس کو چھوڑ کے کہاں جاتے ہو؟" مطلب یہ تھا کہ "عثمانؓ کے اصلی دشمن تو عائشہ وطلحہ وزبیر ہیں ان کو چھوڑ کے کہاں جاتے ہو؟ ان کو قتل کرو اور اپنے گھر کا راستہ لو" مروان نے کہا "ہم اس لیے جاتے ہیں کہ شاید تمام قاتلین عثمانؓ کو قتل کر سکیں"۔ اس کے بعد سعید طلحہ وزبیر سے ملا اور کہا "اگر آپ فتحیاب ہوئے تو سچ سچ بتائیے کسے خلیفہ بنائیں گے؟" انھوں نے جواب دیا "ہم میں سے کوئی بھی جسے لوگ پسند کریں خلیفہ ہو جائے گا"۔ اس نے کہا "آپ تو حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کو جا رہے ہیں۔ انھیں کے کسی فرزند کو کیوں نہ خلیفہ بنایئے؟" اس کا یہ جواب پایا کہ "اکابر مہاجرین کو چھوڑ دیں اور یتیموں کو خلیفہ بنائیں! یہ کیسے ممکن ہے؟" سعید نے کہا "ایسا ہے تو پھر میں کوشش کروں گا کہ خلافت عبد مناف کی اولاد میں نہ جانے پائے"۔ یہ کہہ کے سعید پلٹ گیا۔ اور اس کے ساتھ عبد اللہ بن خالد بن اسید نے بھی گھر کا راستہ لیا۔ اسی موقع پر مغیرہ بن شعبہ نے کہا "میری رائے وہی ہے جو سعید نے دی۔ اس لیے بنی ثقیف میں کے جتنے آدمی اس لشکر میں موجود ہوں انھیں واپس چلا جانا چاہیے"۔ اور یہ کہہ کر مغیرہ نے بھی اپنا راستہ لیا۔

فرزندان عثمانؓ

اب یہ لشکر آگے بڑھا۔ اور اس کے ہمراہ حضرت عثمانؓ کے دو فرزند ابان اور ولید بھی موجود تھے یعلی بن منیہ نے عسکر نام ایک اچھی اونٹنی جسے اسی درہم دے کے خریدا تھا حضرت عائشہ کی نذر کی۔ اور آپ اسی پر سوار ہو کے روانہ ہوئیں بعض راویوں کا بیان ہے کہ حضرت

ناقۂ عائشہؓ

عائشہ کی اونٹنی بنی عرینہ کے ایک شخص کی ملکیت تھی۔ خود اس شخص کا بیان ہے کہ میں اپنی اس اونٹنی پر چلا جاتا تھا کہ ایک سوار ملا اور کہا "اونٹنی بیچتے ہو؟" میں نے کہا "ہاں"۔ پوچھا "کیا لو گے؟" میں نے کہا "ایک ہزار درہم"۔ اس نے تعجب سے کہا "کچھ سڑی ہو گئے ہو؟" میں نے کہا "سڑی ہونے کی کوئی بات نہیں ہے؟ اس اونٹنی پر بیٹھ کے میں نے جس کا تعاقب کیا اس کو پا لیا۔ اور جس نے میرا تعاقب کیا مجھے ہرگز نہ پایا"۔ اس نے کہا "جانتے بھی ہو ہم اس کو کس کے لیے چاہتے ہیں؟ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے لیے اس کی ضرورت ہے"۔ میں نے کہا "ان کے لیے چاہتے ہو تو بغیر قیمت کے نذر ہے"۔ اس نے کہا "نہیں ہمارے ساتھ چلے چلو۔ ہم تمھیں دام بھی دیں گے اور ایک اونٹنی بھی تمھاری نذر کریں گے"۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ اور لوگوں نے اس اونٹنی کے معاوضہ میں مجھے ایک اچھی اونٹنی اور چار سو یا چھ سو درہم دیے۔ اس کے بعد لوگوں نے مجھ سے پوچھا "تم صحرا کے راستوں سے واقف ہو؟" میں نے کہا "خوب واقف ہوں"۔

چنانچہ اُن لوگوں نے رہبر کے طریق پر مجھی کو اپنے ساتھ لے لیا۔ راستے بھر یہ حالت رہی کہ لوگ مجھ سے ہر گھاٹی اور ہر صحرا کا نام پوچھتے اور میں بتاتا تا آخر ہم ایک تالاب کے کنارے پہونچے۔ جہاں کے کتے ہمیں بھونکنے لگے۔ لوگوں نے اُس کا نام پوچھا اور میں نے بتایا کہ یہ تالاب حوأب کہلاتا ہے۔ میری زبان سے حوأب کا نام سنتے ہی حضرت عائشہ نے نہایت ہی بلند آواز میں فرمایا "اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ اس مقام کا ذکر تو میں حضرت رسول خدا صلعم کی زبان مبارک سے سن چکی ہوں۔ ایک روز میں تھی اور آپ کی اور سب بیویاں بھی بیٹھی ہوئی تھیں کہ آپ نے فرمایا "کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم میں سے کون ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے"۔ یہ واقعہ بیان کر کے آپ نے اپنی اونٹنی بٹھا دی اور فرمایا "لے مجھے یہاں سے واپس لے چلو"۔ سب سمجھاتے تھے اور آپ نہ مانتی تھیں اسی تردد میں سارا لشکر ایک رات دن پڑا رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر بار بار یہ کہتے تھے کہ "رہبر نے آپ کو اس تالاب کا نام غلط بتایا ہے۔ مگر حضرت صدیقہ ایک نہ مانتی تھیں۔

اسی اثنا میں خبر آئی کہ حضرت علیؓ مدینے سے روانہ ہو گئے۔ ساتھ ہی ابن زبیر نے غل مچایا "بھاگو۔ علیؓ مع اپنے لشکر کے پہونچا ہی چاہتے ہیں"۔ اس اندیشہ نے حضرت عائشہ کو خاموش کر دیا اور سب کے ساتھ آپ بصرے کی طرف چل کھڑی ہوئیں۔ اور یہ لشکر منازل سفر طے کر کے بصرے کی آبادی کے سامنے جا پہونچا۔

یہاں عمیر بن عبداللہ تمیمی نے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا "ام المومنین۔ میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ سیدھی شہر کے اندر نہ داخل ہو جائیے۔ آپ سے ابھی شہر والوں سے کوئی مراسلت نہیں ہوئی ہے۔ اور نہیں معلوم وہ لوگ کس خیال میں ہیں۔ پہلے ابن عامر کو بھیجیے جن کا شہر والوں پر اثر ہے۔ وہ جا کے لوگوں سے ملیں اور آپ کے تشریف لانے کا مقصد بیان کریں۔ پھر اس کے بعد آپ شہر کے اندر قدم رکھیں"۔ اس مشورے کے مطابق حضرت صدیقہ نے بصرے سے ذرا فاصلے پر مقام حفیر میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور ابن عامر جا کے لوگوں سے ملے۔ خود حضرت ام المومنین نے بھی احنف بن قیس اور صبرہ بن شیمان کے سے چند معززین بصرہ کو خطوط بھیجے۔

یہاں اس زمانے میں عثمان بن حنیف تو حضرت علیؓ کے مقرر کیے ہوئے والی بصرہ تھے عمران بن حصین نام ایک رئیس شہر کا اثر عوام پر زیادہ تھا۔ اور خواص شہر پر ابوالاسود دؤلی اثر رکھتے تھے جو حضرت علیؓ کے شاگرد تھے اور کبار تابعین میں شمار کیے جاتے تھے عثمان بن حنیف نے ورود عائشہ کی خبر پاتے ہی دونوں مذکورہ صاحبوں یعنے عمران اور ابوالاسود کو

آب حوأب

بصرے میں پہونچنا۔

بصرے کے باہر پڑاؤ اور اہل شہر کو خبر۔ والی و معززین بصرہ۔

عثمان بن حنیف والی بصرہ کی مخالفت۔

بلا کے کہا آپ ان بیوی کے پاس جائیں۔ پتہ لگائیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔ اور ان کے ہمراہی کون لوگ ہیں۔ اور کس خیال میں ہیں؟"

عمران و ابوالاسود حضرت صدیقہ کی خدمت میں

دونوں صاحب والی کا اشارہ پاتے ہی حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا "ہمارے والی نے ہمیں یہ دریافت کرنے کو بھیجا ہے کہ آپ یہاں کس لیے تشریف لائی ہیں؟" حضرت عائشہ بولیں "مجھ سی عورت کا کام نہیں کہ اصل حقیقت کو اپنے فرزندوں سے مخفی رکھوں۔ سفیہ بلوائیوں اور قبائل عرب کے مفسدوں نے حرم رسالت پر حملہ کیا۔ وہاں فساد مچایا۔ فسادیوں کو پناہ دی۔ اور ان اعمال زشت کے باعث خدا اور رسولؐ کی لعنت کے مستوجب ہوئے۔ اسی قدر نہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کے امام کو قتل کیا۔ بغیر اس کے کہ کوئی عذر پیش کر سکتے ہوں۔ جس خون کا گرانا حرام تھا اس کو حلال کر لیا اور جس مال کا لوٹنا حرام تھا اس کو لوٹا۔ شہر محترم اور ماہ محترم ذی الحجہ کی حرمت خاک میں ملا دی۔ ان کی یہی دستبرد دیکھ کر میں یہ بتانے کو گھر سے نکلی ہوں کہ ان ظالموں کے ہاتھ سے کیا ہوا۔ جوار رسالتؐ کے لوگ اب تک کس آفت میں مبتلا ہیں۔ اور اس فساد کے دور کرنے اور امت محمدیؐ کی اصلاح کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے"۔ اس کے بعد آپ نے قرآن کی ایک آیت پڑھی اور خاتمے پر فرمایا "ہمارا یہ حال ہے۔ لہٰذا ہم تمھیں بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو آئے ہیں"۔

حضرت طلحہ کی خدمت میں

آپ کی یہ تقریر سننے کے بعد عمران اور ابوالاسود حضرت طلحہ سے ملے اور آنے کا سبب پوچھا۔ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ "ہم عثمانؓ مظلوم کے خون کا انتقام لینا چاہتے ہیں"۔ دونوں صاحبوں نے پوچھا "آپ تو حضرت علیؓ کے ہاتھ پہ بیعت کر چکے ہیں"۔ کہا "ہاں کر چکے ہیں مگر اس وقت بیعت کی جب تلوار گردن پر رکھ دی گئی"۔ اور ان کی یہ بیعت اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ وہ ہمارے اور قاتلین عثمانؓ کے درمیان میں حائل نہ ہوں"۔

حضرت زبیر کی خدمت میں

بعد ازاں یہ دونوں شخص حضرت زبیرؓ کی خدمت میں گئے اور انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت طلحہؓ نے دیا تھا۔

اس سفارت کا انجام

یوں حضرت ام المومنین اور ان بزرگان صحابہ کی رائے دریافت کرنے کے بعد دونوں عثمانؓ بن حنیف کے پاس واپس جانے کو تھے کہ حضرت عائشہ کے نقیب نے کوچ یعنی بصرے میں داخل ہونے کا اعلان کیا۔ خود، دوڑ کے عثمان کے پاس گئے انھیں اطلاع کی۔ سنتے ہی بے اختیار ابن حنیف کی زبان سے نکلا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قسم ہے پروردگار کعبہ کی کہ اسلام کی چکی

گھوم گئی (یعنے مسلمانوں میں لڑائی چھڑ گئی) اب بتاؤ کہ ہم کہاں پناہ لیں؟" عمران نے کہا "خدا کی قسم البتہ لڑائی کی چکی تم کو عرصۂ دراز تک پیسے گی" عثمان نے پوچھا "تم بتاؤ کہ تمھارے نزدیک کیا مصلحت ہے؟" کہا "میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اس جھگڑے سے الگ رہیں اور میں بھی گھر میں جا کے بیٹھ رہوں گا۔" عثمان نے کہا "یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک امیر المومنین آئیں میں ان لوگوں کو روکوں گا۔"

والی کا ارادۂ پرخاش۔

اس کے بعد عمرانؓ تو اپنے گھر میں گئے۔ اور عثمان بن حنیف مزاحمت کی تیاریاں کرنے لگے۔ اسی اثنا میں ہشام بن عامر آ کے عثمان سے ملے اور کہا "آپ جو کچھ کرنے والے ہیں اس میں شر پیدا ہوگا یہ وہ مصیبت ہے جو دور نہیں ہو سکتی۔ وہ دوسرے ہے جو اچھا نہیں ہو سکتا۔ بجائے مزاحمت کی کوشش کے آپ ان لوگوں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کریں۔ اور حضرت علیؓ کے پاس سے کوئی ہدایت آنے تک انتظار کریں"۔ عثمان نے اس مشورہ کو نہ مانا۔ لوگوں کو جامع مسجد میں جمع ہونے کا حکم کیا۔ اور جمع ہوتے ہی تیاری اور مسلح ہونے کا حکم دے دیا۔

ایک فریب کی کارروائی۔

اسی سلسلہ میں عثمان نے ایک یہ کارروائی کی کہ بنی قیس کے ایک شخص کو جو کوفے کا رہنے والا تھا اور مکار مشہور تھا بھیجا۔ اس نے مجمع عام میں کھڑے ہو کے غل مچایا کہ "یہ لوگ جو آئے ہوئے ہیں اگر ڈر کے بھاگے ہیں تو اس شہر سے آتے ہیں جس میں ایک چڑیا کی جان بھی کوئی نہیں لے سکتا۔ اور اگر حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کو آئے ہیں تو ہم لوگ قاتلین عثمان نہیں ہیں۔ میرا کہا مانو۔ اور انھیں وہیں واپس بھیجو جہاں سے آئے ہیں"۔ اس کے یہ الفاظ سنتے ہی اسود بن سریع

اور اس میں ناکامی۔

سعدی طیش میں آ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا "اِن لوگوں کا یہ خیال نہیں ہے کہ ہم قاتلین عثمانؓ ہیں۔ یہ تو اس لیے آئے ہیں کہ قاتلین عثمانؓ کے مقابلے کے لیے ہم سے اور اور لوگوں سے مدد لیں"۔ ان الفاظ پر بعض لوگ اسود کو سنگریزے پھینک پھینک کے مارنے لگے۔ اور ساتھ ہی عثمان بن حنیف کو معلوم ہو گیا کہ بصرے کے اندر ان لوگوں کے مدد و معاون موجود ہیں اور اُن کا حوصلہ پست ہو گیا۔

دونوں طرف کے لوگوں کا جماؤ۔

ادھر حضرت عائشہؓ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر بصرے کے باہر بیرونی میدان میں پہنچیں جہاں قافلے پڑاؤ ڈالا کرتے تھے۔ اُدھر سے عثمان بن حنیف اپنے لوگوں کو لے کے نکلے۔ بصرے والوں میں سے جو لوگ جناب صدیقہ کا ساتھ دینا چاہتے تھے وہ آپ کے گروہ میں آ کے مل گئے۔ اور تمام اہل بصرہ اسی میدان میں تھے طلحہ میدان کے داہنی جانب تھے

اور عثمانؓ بائیں جانب۔

طلحہ وزبیر کی تقریریں

طلحہؓ نے اٹھ کر ایک تقریر کی جس کے سننے کے لیے سب خاموش ہوگئے۔ انھوں نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد حضرت عثمانؓ کے فضائل بیان کیے۔ اور ظاہر کیا کہ اُن پر کیسی جور وتعدی ہوئی۔ پھر لوگوں کو اُن کے خون کا انتقام لینے کو ابھارا۔ اور جوش دلایا۔ اسی قسم کی تقریر زبیرؓ نے بھی کی۔ انجام یہ ہوا کہ اس میدان میں داہنی جانب جتنے لوگ تھے کہنے لگے "یہ حضرات سچ کہتے اور ہمیں نیک کام کی طرف بلا رہے ہیں" مگر جو لوگ میدان کے بائیں حصے پر تھے اور ابن حنیف کے زیر اثر تھے ان کا یہ خیال ہوا کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں ہمیں فریب دے رہے ہیں۔ اور اسلام کے امن میں خلل ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس سے بڑا غدر کیا ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر طلحہ وزبیر دونوں نے بیعت کی۔ اور یہاں آکر اُن کی مخالفت کر رہے ہیں۔

مجمع کے مختلف خیالات

اس اختلاف کا انجام یہ ہوا کہ یکایک لڑائی چھڑ گئی۔ اور دونوں جانب کے لوگ ایک دوسرے پر خاک جھونکنے اور سنگریزوں کی بوچھار کرنے لگے۔ حضرت صدیقہ نے یہ رنگ دیکھا تو دونوں کو اس بیہودگی سے روک کر اپنی تقریر شروع کی۔ آپ کی آواز بہت بلند تھی۔ اور سب کے کانوں میں پہونچ رہی تھی۔ اس تقریر میں خدا کی حمد کے بعد آپ نے کہا لوگ عثمانؓ بن عفان کو الزام دیتے تھے۔ اُن کے عاملوں کو مجرم وملزم ٹھہراتے تھے۔ اور مدینے میں ہمارے پاس آکر جو کچھ بیان کرتے تھے اس میں ہم سے مشورہ لیتے تھے۔ ہم جب اس معاملہ میں غور کرتے تو عثمانؓ کو نیک پاک نفس۔ اور وفادار پاتے۔ اور اُن کے مقابلے میں الزام دینے والوں کو بدکار غدار اور جھوٹا۔ ان لوگوں کا ارادہ کچھ ہوتا اور ظاہر کچھ کرتے تھے۔ پھر جب ان لوگوں کی قوت بڑھی اور کثرت ہوئی تو سب نے اُن کے گھر پر غرغہ کیا جس کا خون گرانا حرام تھا حلال کرلیا۔ جو مہینہ محترم تھا اس کی حرمت اور جو شہر معزز تھا اس کی عزت بے وجہ اور بے سبب خاک میں ملادی۔ اس لیے لوگو تمھیں جو کام کرنا چاہیے جس کے خلاف کرنا ہرگز جائز نہیں یہ ہے کہ قاتلین خلیفہ مظلوم ماخوذ کیے جائیں۔ اور کتاب اللہ کا جو حکم ہو اُس پر عمل کیا جائے"۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی "اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتَابِ یُدْعَوْنَ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ الآیہ"۔

چل گیا۔

حضرت عائشہ کا معجزنما خطبہ

حضرت صدیقہؓ کی اس تقریر نے یہ بلا کا اثر کیا کہ عثمان بن حنیف کے ساتھیوں کے دو گروہ ہوگئے۔ ایک نے نعرے لگانا شروع کیے کہ حضرت ام المومنین سچ فرماتی ہیں اور نیک بات بتا رہی ہیں۔ اور دوسرا اپنے اسی پہلے خیال پر قائم رہا کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں اور جس امر کی طرف بلا رہے ہیں وہ

آپ کے خطبہ کا اثر۔

حق نہیں ہے۔ اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں دھول اور کنکریاں چلنے لگیں۔ حضرت صدیقہ نے یہ رنگ دیکھا تو وہاں سے ہٹ گئیں۔ اور داہنی جانب جتنے لوگ تھے سب عثمان بن حنیف کے گروہ سے جدا ہو گئے۔ اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اُم المومنین یہاں سے ہٹ کر مقام مربد میں ٹھہریں جہاں چمڑے کو دباغت کرنے والے رہتے تھے۔ عثمان بن حنیف کے اکثر رفقا تو انہیں کے ساتھ رہے مگر بعض ان سے ٹوٹ کر حضرت عائشہؓ کے گروہ میں آملے۔

ایک مخالف کا حضرت صدیقہ کو سمجھانا۔

آپ مربد میں تھیں کہ جاریہ بن قدامہ سعدی حاضر ہوا۔ اور عرض کیا "اے اُم المومنین، حضور کا اس ملعون ناقہ پر سوار ہو کے نکل کھڑا ہونا خدا کی قسم عثمانؓ کے مارے جانے سے زیادہ سخت اور گراں ہے۔ آپ کو خدا نے ستر دیا تھا اور حرمت و آبرو دی تھی۔ مگر آپ نے اس ستر کی رسوائی کی اور اپنی حرمت کو مٹا دیا۔ خیال تو فرمائیے کہ جو کوئی آپ سے لڑنا جائز سمجھے گا آپ کے قتل کرنے کا بھی روادار ہوگا۔ اگر آپ یہاں اپنی خوشی سے تشریف لائی ہیں تو اپنے گھر واپس تشریف لے جائیے۔ اور اگر دوسروں کے مجبور کرنے سے آئی ہیں تو لوگوں سے مدد مانگیے۔"

طلحہ و زبیر پر ایک سعدی نوجوان کا اعتراض۔

اسی اثنا میں بنی سعد میں کا ایک شخص حضرات طلحہ و زبیر کے سامنے گیا اور کہا "اے زبیر، آپ حواری رسول اللہ ہیں، اور اے طلحہ آپ نے رسول اللہ صلعم کو اپنے ہاتھ سے بچایا ہے۔ آپ کے ساتھ میں آپ کی مادر محترمہ کو بھی دیکھتا ہوں۔ کیا آپ دونوں حضرات اپنے خاندان کی بیویوں کو بھی اپنے ساتھ لائے ہیں؟" جواب "لا نہیں" جواب سن کر اُس نے کہا "تو پھر مجھے آپ سے کچھ تعلق نہیں"۔ یہ کہہ کر چلا گیا اور چند اشعار پڑھے جن کا یہ مضمون تھا کہ "تم نے اپنی بیویوں کو تو گھر میں بٹھایا مگر ماں کو میدان میں لائے۔ خدا کی قسم یہ نا انصافی ہے۔ اُن بیوی کو تو حکم یہ ہے کہ اُن کے دامن گھر کی انگنائی میں لوٹا کریں مگر شوق یہ ہے کہ دامن صحرا کو چاک کریں۔"

لڑائی شروع ہو گئی

اب حکیم بن جبلہ عبدی جو سواروں کا افسر تھا بڑھا اور لڑائی چھیڑ دی۔ حضرت عائشہ کے طرفداروں نے اِن لوگوں کو آتے دیکھا تو روکنے کے لیے نیزے آگے جھکا دیے۔ مگر وہ نہ رکا اور معرکہ قتال گرم ہو گیا۔ حکیم اپنے سواروں کو بڑھاتا تھا۔ اور حضرت صدیقہ کی طرف کے جاں باز روک رہے تھے۔ یہ لڑائی سڑک کے ناکے پر ہو رہی تھی۔ ام المومنین نے خونریزی سے بچنے کے لیے اپنے لوگوں کو ہٹنے کا حکم دیا۔ سب داہنی طرف ہٹ کر بنی مازن کے قبرستان میں چلے گئے اور اتنے میں رات ہو گئی۔

حضرت صدیقہ کا ہٹ جانا۔

رات ہوئی تو عثمان بن حنیف اپنے قصر میں چلے گئے اور حضرت عائشہ کے لوگ دار الرزق

یعنے سرکاری بھنڈار خانے کی طرف چلے۔ رات گزارنے کو یہ لوگ وہاں کے صحن میں جمع ہوئے تھے کہ حکیم بن جبلہ اُن کے روکنے کو آپہونچا۔ اُس کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور زبان پر گالیاں۔ بنی عبد القیس میں سے کسی نے پوچھا "یہ کسے کوس رہا ہے؟" بولا "عائشہ کو"۔ یہ الفاظ سننے کی بھلا کس میں تاب تھی؟ عبدی جوانمرد نے نیزے کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ ایک ہی وار میں خاک پر لوٹ رہا تھا اور کہا "کمبخت۔ ام المومنین کی خدمت میں اور گستاخی!" پھر اسی عبدی شخص کو ایک عورت ملی جسے دیکھا کہ وہ بھی محبوبۂ رسول اللہ صلعم کی شان میں دریدہ دہنی کر رہی ہے۔ حملہ کر کے اُسے بھی نیزے سے ٹھنڈا کر دیا۔

بے ادب اور گستاخوں کا مارا جانا

اسی سلسلہ میں بھنڈار خانے کے پاس سخت خونریزی ہوئی جس میں لڑتے لڑتے صبح ہوئی اور صبح سے دوپہر ڈھل گئی۔ اس معرکہ میں ابن حنیف کے آدمی کثرت سے مارے گئے۔ اور زخمیوں کا شمار دونوں طرف زیادہ تھا۔ آخر لڑائی کی سختی سے دونوں طرف کے لوگ گھبرا گئے۔ اور دونوں جانب سے صلح کے نعرے بلند ہونے لگے۔ پھر بہ اتفاق یہ قرار پایا کہ ایک قاصد مدینے بھیجا جائے جو وہاں سے تحقیق طور پر دریافت کر لائے کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بہ رضا و رغبت بیعت کی یا اُن سے زبردستی بیعت کرائی گئی۔ پہلی بات سچ ثابت ہو تو دونوں صاحب بصرے کو چھوڑ کے چلے جائیں اور اگر دوسری بات سچ ثابت ہو تو عثمان بن حنیف کو چاہیے کہ شہر کو اِن بزرگوں کے حوالے کر کے بصرے سے نکل جائیں۔ اس پر باہم ایک تحریری معاہدہ ہو گیا۔ اور کعب بن سور نے ایک معتمد علیہ سفیر کی حیثیت سے مدینے کی راہ لی۔

بھنڈار خانے کے پاس کی لڑائی۔

مشورۂ صلح۔

اہل بصرہ کا سفیر مدینے میں۔

جب کعب مدینے پہونچے تو جمعہ کا دن تھا تمام لوگ اُن کے پاس جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا "حضرات۔ مجھے اہل بصرہ نے یہ دریافت کرنے کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ نے آگر خود ہی بہ خوشی خاطر علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی یا وہ زبردستی لائے گئے اور اُن سے بہ جبر بیعت لی گئی"۔ سب خاموش تھے اور کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ اتنے میں اُسامہ بن زید اُٹھے اور کہا "وہ دونوں بیعت کرنے پر مجبور کیے گئے تھے"۔ یہ الفاظ جیسے ہی اُن کی زبان سے نکلے تمام ابن عباس نے کچھ اشارہ کیا اور ساتھ ہی سہل بن حنیف اور بہت سے لوگ اُسامہ پر جھپٹ پڑے۔ مگر غنیمت یہ ہوا کہ ساتھ ہی صہیب ابو ایوب انصاری اور دیگر صحابہ کا ایک گروہ جس میں محمد بن مسلمہ بھی تھے اُٹھ کے دوڑے کہ اُسامہ کو ان لوگوں کے ہاتھ سے بچائیں۔ اور جب اُن کو بچا لیا تو اُن سب بزرگوں نے بہ اعلان کہا کہ "افسوس صحیح تو یہی ہے جو اُسامہ نے کہا۔

مدینے میں اظہار حق کا جوش

بعد ازاں صہیب اسامہ کو اُن کے گھر میں پہونچا آئے۔ اور اُن سے کہا "ہم لوگوں کی طرح آپ بھی خاموش کیوں نہ رہے؟" انھوں نے کہا "مجھے خبر نہ تھی کہ یہاں یہ حالت ہو رہی ہے"۔

حضرت علیؓ کا خط عثمانؓ کو۔

اس واقعہ کے بعد ہی کعب نے بصرے کی راہ لی۔ اور اُس کی روانگی کے بعد حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ فوراً عثمان بن حنیف کو خط بھیجا جس میں انھیں حکم دیا کہ بصرے کو نہ چھوڑیں اور لکھا کہ "طلحہ و زبیر خدا کی قسم جماعت کا ساتھ چھوڑنے پر نہیں مجبور کیے گیے۔ ہاں جماعت کا ساتھ دینے پر البتہ مجبور کیے گئے۔ لہذا اب گروہ بیعت توڑنے پر آمادہ ہیں تو اُن کے پاس کوئی جائز عذر نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے علاوہ اگر اُن کا کچھ اور ارادہ ہے تو خیر دیکھا جائے گا"۔

عثمانؓ کی مخالفت معاہدہ۔

ادھر کعب بن سور بصرے میں پہونچے اور اُدھر حضرت علیؓ کا خط عثمان بن حنیف کو ملا۔ چونکہ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ طلحہؓ و زبیرؓ سے جبریہ طور پر بیعت لی گئی لہذا کعب کے آتے ہی اُم المومنین عائشہ نے عثمان بن حنیف کے پاس آدمی بھیجا کہ "اپنے اقرار کے مطابق بصرہ چھوڑ کے چلے جاؤ"۔ انھوں نے اس میں عذر کیا اور حضرت علیؓ کا خط پیش کر کے کہا "اب تو صورت ہی دوسری ہو گئی جو ہماری باہمی قرار داد کے خلاف ہے"۔

مسجد کا ہنگامہ

آخر ایک اندھیری رات میں جبکہ مینھ برس رہا تھا اور ہوا کا زور و شور تھا طلحہؓ و زبیرؓ اپنے لوگوں کو جمع کر کے مسجد بصرہ کی طرف چلے۔ اور ایسے وقت چلے کہ عشا کے معمولی وقت پر پہونچ گئے یہاں عشا کی نماز دیر میں ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ عثمان بن حنیف امامت کے لیے دیر کو آتے طلحہ و زبیرؓ نے بجائے اس کے کہ اُن کے آنے کا انتظار کریں عبدالرحمن بن عتاب کو بڑھا دیا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ یہاں جاٹوں اور سندھ کے نومسلموں کا ایک گروہ موجود تھا جو قید خانوں کے پہروں پر مامور رہا کرتے۔ انھوں نے ہتھیار نکال لیے طلحہ و زبیر نے اُن کا مقابلہ کیا۔ اور مسجد کے اندر تلوار چلنے لگی۔ اس لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ سارے جاٹ اور سندھی جو مزاحم تھے قتل ہو گئے۔

عثمان بن حنیف کی گرفتاری۔

اس کے بعد دونوں صاحبوں نے آدمی بھیجے کہ جا کے عثمان بن حنیف کو لے آؤ۔ اُن لوگوں نے اُن کے گھر پہونچ کے انھیں زبردستی پکڑ لیا۔ اور ڈاڑھی مونچھوں کے بال نوچتے ہوئے لے آئے چنانچہ مسجد تک پہونچتے پہونچتے اُن کے چہرے پر ایک بال بھی باقی نہ تھا۔ اُن کے ساتھ یہ سلوک ہونا دونوں حضرات کو گراں گزرا۔ مگر اب تو جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ فوراً حضرت عائشہ کو اس واقعہ کی اطلاع کی اور آپ نے حکم فرمایا کہ وہ چھوڑ دیے جائیں۔

ان پر ظلم ہونیکی دوسری روایت

ایک یہ ضعیف روایت بھی کتب تاریخ میں درج ہے جو بہت کم قابل وثوق ہے کہ عثمان بن حنیف سے

گرفتار کر لینے کے بعد طلحہؓ و زبیرؓ نے اُن کے بارے میں حضرت عائشہ سے مشورہ کیا۔ آپ نے ان کے قتل کی رائے دی۔ مگر جناب صدیقہ کی خدمت میں اُس وقت ایک عورت حاضر تھی۔ اُس نے کہا "عثمان صحابی ہیں اُن کے حال پر رحم فرمایئے"۔ اُس کے کہنے سے آپ نے بجائے قتل کے اُن کے قید کرنے کا حکم دیا۔ مگر اس موقع پر مجاشع بن مسعود نے جا کے لوگوں سے کہا کہ انھیں مارو۔ اور اُن کی ڈاڑھی، مونچھیں، پلکیں اور بھویں سب نوچ ڈالو۔ چنانچہ اُن غریب کو چالیس کوڑے مارے گئے۔ اور ڈاڑھی مونچھیں وغیرہ سب نوچ لی گئیں۔ اور اس سزا کے بعد وہ قید خانے میں بند کر دیے گئے۔ پھر چند روز کے بعد چھوڑ دیے گئے۔ اب بصرہ پر حضرت عائشہ کا قبضہ تھا۔ اور آپ کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق داروغہ بیت المال مقرر ہوئے۔

تیسری روایت

بصرے پر حضرت عائشہ کا قبضہ ہونے کی ایک اور روایت بھی ہے کہ جب حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر بصرے میں پہونچے تو حضرت ام المومنین نے زید صوحان کو جو بصرے کے ذی اثر معززین میں تھا یہ خط بھیجا کہ "از جانب عائشہ ام المومنین حبیبۂ رسول اللہ صلعم بجانب فرزند سعید زید بن صوحان بعد حمد الٰہی لکھا جاتا ہے کہ جیسے ہی میری یہ تحریر تم کو ملے آؤ اور میری مدد کرو۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو گھر میں بیٹھے رہو اور لوگوں کو علی کی رفاقت سے روکو"۔ زید نے اس خط کا یہ جواب دیا کہ میں آپ کا فرزند سعید ہوں اگر آپ ان لوگوں سے کنارہ کشی کر کے اپنے مکان واپس تشریف لے جائیں ورنہ سب سے اول میں ہی آپ سے لڑوں گا۔ خدا رحم کرے اُم المومنین کے حال پر۔ انھیں حکم تھا کہ گھر میں بیٹھیں اور ہمیں حکم تھا کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کریں۔ مگر صورت یہ نظر آتی ہے کہ ہمارا فرض وہ ادا کر رہی ہیں اور اپنا فرض ہمارے ذمہ عائد کرتی ہیں"۔

حاکم بصرہ جو عثمان بن حنیف تھے انھوں نے طلحہ و زبیر سے پوچھا "آپ صاحبوں نے علیؓ کی بیعت کیوں توڑ دی؟" انھوں نے کہا "ہم اُن کو اپنے سے زیادہ مستحق خلافت نہیں سمجھتے"۔ یہ جواب پانے کے بعد عثمان نے کہا "چونکہ حضرت علیؓ نے مجھے والی مقرر کیا ہے اس لیے میں اُن کی خدمت میں ان اُمور کی اطلاع کرتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ جواب آنے تک نماز میں ہی پڑھاؤں گا"۔ طلحہ و زبیر یہ سن کر رک گئے اور عثمان بن حنیف نے حضرت علیؓ کی خدمت میں خط بھیجا۔ اس کو دو ہی تین روز ہوئے ہوں گے بغیر اس کے کہ حضرت علیؓ کے پاس سے کوئی جواب آئے وہ دونوں بزرگوں نے عثمان پر نرغہ کر کے انھیں گرفتار کر لیا اور چاہتے تھے کہ مار ڈالیں مگر انصار کے انتقام کے ڈر سے سر کے بال اور ڈاڑھی مونچھیں بھویں پلکیں سب نوچ لیں اور قید کر دیا۔

اس روایت کے مطابق طلحہ و زبیر اور اہل بصرہ کی گفتگو۔

پھر بصرے پر قابض ہونے کے بعد طلحہ رض و زبیر رض نے لوگوں کے سامنے تقریریں کیں جن میں کہا ہم نے ارادہ کیا تھا کہ امیر المومنین عثمان رض کو راضی کر دیں۔ مگر کمینے اور ذلیل لوگ بردبار شرفا پر غالب آئے اور اُن کو شہید کر ڈالا۔" لوگوں نے طلحہ رض سے پوچھا "ہمارے پاس جو آپ کے خطوط آئے ان کا مضمون تو اس کے خلاف تھا۔" زبیر نے پوچھا "اس بارے میں میرا بھی کوئی خط تمھیں ملا تھا؟" اور بعد ازاں حضرت عثمان رض کی شہادت کے واقعات بیان کیے۔ اور اس کے ضمن میں حضرت علی رض پر اعتراضات بھی کیے۔ بنی عبد القیس کے ایک شخص کو سننے کی تاب نہ رہی۔ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا "اے شخص بس چپ رہ"۔ زبیر خاموش ہو گئے اور اُس شخص نے کہنا شروع کیا۔ "اے گروہ مہاجرین تم وہ لوگ ہو جنھوں نے سب سے پہلے رسول خدا صلعم کی دعوت قبول کی۔ اور یہ تمھاری فضیلت ہے پھر بعد ازاں تمھاری طرح اور لوگوں نے بھی ایمان قبول کیا۔ جس وقت رسولِ خدا صلعم نے وفات پائی تو تم نے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ہم بھی اُس پر راضی رہے اس کو قبول کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حکومت میں برکت عطا کی۔ مگر تم نے اس بارہ خاص میں ہم سے کوئی علاقہ نہ رکھا پھر جب اس شخص نے انتقال کیا تو ایک اور شخص کو اپنا جانشین کر گیا۔ تم نے اُس کے متعلق بھی ہم سے کچھ مشورہ نہیں لیا۔ لیکن ہم راضی رہے اور اُس کی خلافت قبول کر لی۔ جب اس شخص نے سفرِ آخرت کیا تو معاملۂ خلافت کو تمھارے چھ شخصوں پر منحصر کر گیا۔ اور آخر تم نے عثمان رض کو منتخب کر لیا۔ اور بغیر اس کے کہ ہم سے مشورہ کرتے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعد ازاں تمھیں اُن کی بعض باتیں ناگوار گزریں اور بغیر ہم سے پوچھے تم نے انھیں مار بھی ڈالا۔ اُن کے بعد بغیر اس کے کہ ہم سے پوچھو تم نے علی رض کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر اب کونسی بات پیش آئی کہ تم اُن کے مخالف ہو گئے اور ہم سے چاہتے ہو کہ اُن سے لڑیں؟ کیا انھوں نے کسی مالِ غنیمت میں تصرف کیا ہے؟ کوئی ناجائز حرکت اُن سے سرزد ہوئی ہے؟ یا انھوں نے کوئی خلافِ شرع کام کیا ہے کہ ہم تمھارا ساتھ دے کر اُن سے لڑیں؟"۔

بعض لوگوں نے جو خلاف تھے ارادہ کیا کہ اس عبدی شخص کو مار ڈالیں مگر روک دیے گئے۔ لیکن دوسرے دن سارے قبیلہ بنی عبد القیس پر چڑھ آئے۔ اور اُن کے ستر آدمی مار ڈالے۔ عثمان بن حنیف کے پکڑ لینے کے بعد طلحہ و زبیر بصرے میں رہے اور بیت المال اُن کے قبضے میں تھا۔ اُن کے پاس فوج تھی۔ اُن کے رفقا کا گروہ زبردست تھا اور جو لوگ اُن کے

خلاف تھے روپوش ہو گئے۔

حکیم کا سوگرو اسی روایت کے مطابق۔

عثمان بن حنیف کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا کہ اس کو حکیم بن جبلہ نے سُنا تو کہا اگر میں ابن حنیف کی مدد نہ کروں تو سمجھو کہ مجھے خوف خدا نہیں ہے۔ پھر بنی عبد القیس اور اپنے قبیلے کے دوستوں یعنی بنی ربیعہ کو ساتھ لے کر وہ بھنڈار خانے میں پہونچا جہاں حضرت عائشہؓ اور طلحہ زبیر کا قیام تھا۔ اور وہاں غلہ کثرت سے موجود تھا عبداللہ بن زبیر نے ارادہ کیا کہ غلہ کو اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ اتنے میں حکیم پہونچا اور انھوں نے اُس سے کہا کیوں آئے ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟

اس کی اور ابن زبیر کی گفتگو۔

کہا اس غلہ میں سے ہمیں بھی دیجیے۔ اور عثمان کو چھوڑ دیجیے تاکہ جو معاہدہ ہو چکا ہے اُس کے مطابق حضرت علی کے آنے تک وہ دار الامارۃ میں رہیں۔ اور اگر میرے طرفدار کافی تعداد میں موجود ہوتے تو خدا کی قسم میں انھیں باتوں پر بس نہ کرتا بلکہ تم نے جن لوگوں کو قتل کیا ہے اُن کے انتقام میں تم کو قتل بھی کرتا۔ تم نے تو یہاں آکر یہ حال کر دیا کہ گویا ہماری جانیں تم پر حلال ہو گئی ہیں۔ تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ اور کس بنا پر ان لوگوں کو قتل کرتے ہو جن کا خون مباح نہیں ہے"۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا "قتل عثمانؓ کی بنیاد پر"۔ حکیم نے پوچھا "تو جن لوگوں کو تم نے قتل کیا وہ قاتلین عثمانؓ تھے؟ خدا کے غضب سے ڈرو"۔ عبداللہ نے کہا "سُنو۔ ہم نہ تمھیں غلہ دیں گے۔ اور نہ عثمان بن حنیف کو چھوڑیں گے جب تک کہ وہ علیؓ کی بیعت توڑ کر اُن سے بیزاری نہ ظاہر کریں"۔ یہ سُن کر حکیم نے کہا "خداوندا۔ تو عادل اور سچا فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو ہی گواہ رہ"۔ پھر اپنے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا "اب لوگوں سے لڑنا جائز ہونے میں مجھے مطلق شک نہیں ہے۔ جس کو شک ہو واپس چلا جائے"!

اُس کا حملہ۔

یہ کہتے ہی حکیم نے حضرت عائشہ کے گروہ پر حملہ کر دیا۔ ان لوگوں کو حملہ کرتے دیکھ کر طلحہ و زبیر نے کہا "خدائے تعالیٰ کا شکر ہے اُس نے بصرے کے اُن لوگوں کو اکٹھا کر دیا جن سے ہمیں انتقام لینا ہے۔ خداوندا ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ"۔ حکیم کے ساتھ چار سردار تھے چنانچہ خود حکیم طلحہ کے مقابلے پر۔ ذریح زبیر کے مقابلے پر۔ ابن المحرش عبدالرحمن بن عتاب کے مقابلے پر۔ اور حرقوص بن زہیر عبدالرحمن بن حرث کے مقابلے پر جمع ہو گئے۔

اُس کا مارا جانا۔

طلحہ نے تین سو آدمیوں کو لے کر حکیم پر حملہ کیا۔ حکیم رجز پڑھ پڑھ کے تلوار مارتا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے اس کا پاؤں کاٹ ڈالا۔ اور اُس نے وہی پاؤں اٹھا کر اُس شخص پر اس زور سے کھینچ مارا کہ وہ گر پڑا۔ تب قریب جا کے اُسے مار ڈالا۔ اب اسی مقتول کی لاش پر سہارا دیے کھڑا تھا

ایک شخص قریب آیا اور پوچھا "حکیم کیا حال ہے؟" کہا "میں مار ڈالا گیا"! پوچھا کس نے مارا؟ کہا
میرے اسی تکیہ نے"، وہ شخص اُس کو یہاں سے اٹھا لے گیا۔ اور اُس کے ستر رفقا میں پہونچا دیا۔
غرض حکیم اس روایت کے مطابق یوں مارا گیا جس کے مارے جانے کی اصلی حالت ہم
اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ طلحہ و زبیر اس معرکہ میں فتحیاب ہوئے تو ارادہ کیا کہ عثمان بن حنیف
کو مار ڈالیں۔ مگر عثمان نے کہا "مار ڈالنے کو تو مجھے مار ڈالو مگر یاد رکھو کہ میرے بھائی سہیل جو مدینے
میں موجود ہیں بے انتقام لیے نہ رہیں گے۔ یہ سُن کر اُن کو چھوڑ دیا۔ ذریح مع اپنے ساتھیوں کے
مارا گیا۔ اور حرقوص نے چند رفقا کے ساتھ بھاگ کر اپنی قوم میں پناہ لی۔

قاتلین عثمان رض سے انتقام۔

اس فتح کے بعد طلحہ و زبیر کے نقیب نے بصرے میں اعلان کر دیا کہ حضرت عثمان رض پر چڑھ کر
جو لوگ مدینہ گئے تھے اُن میں سے جو کوئی موجود ہو حاضر کیا جائے۔ چنانچہ ایسے تمام لوگ پکڑ پکڑ کے
لائے گئے۔ اور قتل ہوئے۔ اور بجز حرقوص کے اُن میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا۔ حرقوص کی قوم والے
بنی سعد تھے جن کو گذشتہ لڑائی میں سخت صدمہ پہونچا تھا۔ حرقوص کے بارے میں انھوں نے
ایک مدت مقررہ کے لیے ضمانت کر لی۔ اس قبیلے کے لوگ در اصل حضرت عثمان رض کے طرفدار تھے۔

بصرے کے طرفداران علی رض۔

مگر اس موقع پر اسی حرقوص کے خیال سے الگ ہو گئے۔ بنی سعد کی ناراضی نے بنی عبد القیس کو بھی
برافروختہ کر دیا۔ اس لیے کہ لڑائی کے بعد اُن میں کے بھی بہت سے آدمی مدینے پر چڑھ جانے
کے جُرم پر مارے گئے تھے۔ اِن کے علاوہ اور تمام لوگ بھی جو بھاگ کر اُن کے پاس پہونچے
سب نے حضرت علی رض کی طرفداری و اطاعت کو اپنے لیے لازم جانا۔

تقسیم وظیفہ و انعام

اب طلحہ و زبیر نے حکم دیا کہ جو وظیفے اور غلہ وغیرہ لوگوں کو ملا کرتا ہے۔ اُن میں تقسیم کیا جائے
اور جو لوگ اُن کے مطیع و منقاد ہیں اُن کو معمول کے علاوہ بطور انعام کچھ زیادہ دیا۔ بنی عبد القیس
اور بنی بکر بن وائل اُس زیادہ انعام سے محروم رکھے گئے۔ اس سے ناراض ہو کر انھوں نے
بیت المال پر حملہ کر دیا۔ مگر روکے گئے اور اُن میں سے اور چند لوگ بھی مار ڈالے گئے۔ پھر اس
ناکامی کے بعد یہ لوگ بصرے سے نکل کے مدینے کی سڑک پر ٹھہر گئے اور حضرت علی ع کے آنے کا
انتظار کرنے لگے۔

اور شیعوں کو اطلاع۔

اب لشکر ام المومنین بصرے کے اندر اور اس پر حاکم تھا۔ طلحہ و زبیر نے اپنی کارروائیوں
کی اطلاع شام میں جناب معاویہ کو کی۔ اور حضرت صدیقہ نے کوفہ والوں کو لکھا کہ لوگوں کو علی رض کے
مخالف بناؤ۔ اور اس پر آمادہ کرو کہ قاتلین عثمان رض سے اُن کے خون کا انتقام لیں۔" اس کے ساتھ ہی

ام المومنین نے اہل مدینہ واہل یمامہ کو اسی مضمون کے خطوط بھیجے اور اپنی حالات سے اطلاع دی۔

طلحہ و زبیر کے ہاتھ پر بیعت

بصرے کی مذکورہ بالا لڑائی ۳۶ھ میں ۲۵ ربیع الآخر کو ہوئی جس کے بعد بصرے والوں نے طلحہ و زبیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد زبیر نے کہا "بھلا ایسے ایک ہزار سوار نہیں موجود ہیں کہ میں ان کو لے کے علیؓ کے مقابلے پر جاؤں اور قبل اس کے کہ وہ لوگ یہاں تک پہونچیں کسی صبح یا شام میں اُن کا خاتمہ کردوں؟" مگر کسی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر زبیر نے

اس فتنہ سے زبیر کا اندیشہ

کہا "یہی وہ فتنہ ہے جس کا اکثر ہماری صحبتوں میں تذکرہ رہا کرتا تھا"۔ یہ سن کر ان کے غلام نے کہا "آپ اس کو فتنہ بھی بتاتے ہیں اور پھر اُس میں لڑنے کو بھی تیار ہیں"! کہا "کمبخت۔ ہم دیکھتے ہیں مگر ہمارا دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ کوئی معاملہ نہیں پیش آتا جس میں مجھے معلوم نہ ہو جاتا ہو کہ کدھر قدم ڈالنا چاہیے۔ بجز اس معاملے کے۔ اس میں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں فتنہ کی طرف جا رہا ہوں یا فتنہ سے نکل رہا ہوں"۔

تیسری فصل

مدینے سے حضرت علیؓ کی روانگی۔ کوفہ پر قبضہ اور لڑائی سے قبل کے واقعات

حضرت علی رضی کو اطلاع۔ آپ کے رفقا۔ حضرت ام سلمہ کی رفاقت۔ مدینے سے روانگی۔ عبد اللہ بن سلام کا روکنا اور ناکامی۔ ربذہ میں ورود۔ حضرت حسن رضی کے خیالات۔ حضرت علیؓ کا جواب۔ آپ کی سفارت کوفہ میں۔ آپ کا خطبہ۔ ربذہ سے کوچ۔ آپ کا اصلی مقصد۔ بنی طے کا خلوص اطاعت۔ آپ کے لشکر کی شان۔ نئے معاون۔ کوفے کی خبریں۔ ابن حنیف کے حالات کی اطلاع۔ بصرے کی خبریں۔ عثمان بن حنیف کی عاجزی۔ ذی قار میں قیام۔ بصرے کی اور خبریں۔ سفارت کی ناکامی۔ ابو موسیٰ اشعری کی مخالفت۔ کوفے سے سفیروں کی واپسی۔ دوسرے سفیر اشتر اور ابن عباس۔ ابو موسیٰ کی مخالفانہ تقریر۔ یہ سفیر بھی ناکام رہے۔ تیسرے سفیر حضرت حسن رضی اور عمار۔ حضرت حسن رضی کا ارشاد۔ ابو موسیٰ کا جواب۔ عمار کی برہمی۔ اور اس کا انجام۔ حضرت عائشہ کی سفارت کوفہ میں۔ غیر معتمد سفیر۔ ابو موسیٰ کا مسلک۔ حضرت عائشہ کا مخالف سفیر۔ قعقاع کی تقریر۔ عبد الخیر اور ابو موسیٰ میں مباحثہ۔ اس زمانے کے چار فریق۔ ابو موسیٰ کی تائید۔ عمار کی تقریر۔ حضرت حسن رضی کی تقریر۔ حضرت حسن رضی کی تقریر کا اثر۔ اہل کوفہ حضرت علیؓ کے طرفدار ہوگئے۔ اشتر کوفہ میں۔ ان کے داخلے کی شان۔ قصر امارت پر کیونکر قبضہ کیا۔ کوفہ کے یاوران علیؓ۔ ان کے سامنے حضرت علی رضی کی تقریر۔ آپ کے معزز ہمراہی۔ آپ کے سفیر قعقاع۔ قعقاع حضرت عائشہ کی حضور میں۔ امید صلح۔ بصرے کے صلح جو حضرت علی رضی کے پاس۔ حضرت علی رضی کی ایک تقریر۔ مخالفان عثمان رضی سے آپ کی بیزاری۔ دشمنان عثمان رضی کی کانفرنس۔ اشتر کی رائے۔ ابن سوداء کی رائے۔ علبا کا مشورہ۔ ابن سوداء کا جواب۔ عدی کا مشورہ۔ سالم کا خیال۔ شریح کا مشورہ۔ آخری تجویز۔

حضرت علی رضی کو اطلاع۔

حضرت علی رضی کو جیسے ہی خبر ہوئی کہ مکہ معظمہ میں حضرت عائشہ کے ساتھ طلحہ و زبیر بھی شریک ہوگئے۔ اور ہنگامہ آرائی کا بندوبست کر رہے ہیں تو آپ نے شام کا ارادہ ملتوی فرمایا اور

ع گذشتہ فصلوں کی طرح اس فصل کے واقعات بھی علی العموم طبری اور ابن اثیر سے لیے گئے ہیں۔

معززین مدینہ کو جمع کر کے اُن کے سامنے ایک تقریر کی جس میں ان سب واقعات کو ظاہر فرما کے ارشاد فرمایا "معاملہ خلافت کا انجام بھی اسی طرح درست ہوگا جس طرح کہ اس کا آغاز درست ہوا۔ لہٰذا لوگو خدا کی مدد کرو۔ وہ بھی تمھاری مدد کرے گا۔ اور تمھارے معاملے کو سدھار دے گا"۔ مگر آپ کے اس فرمانے کا لوگوں پر زیادہ اثر نہیں پڑا۔ اس لیے کہ بہت کم لوگوں نے آمادگی ظاہر کی۔

آپ کے رفقا

زیاد بن حنظلہ نے لوگوں کی یہ بے پروائی دیکھی تو اظہار افسوس کر کے عرض کیا "امیر المومنین اور کسی کو چاہے لڑائی دشوار معلوم ہو مگر ہم آپ کی رفاقت کے لیے حاضر ہیں"۔ اکابر انصار میں سے بھی چند لوگوں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ابو قتادہ نے کہا "یا امیر المومنین۔ یہ تلوار رسول خدا صلعم نے میری کمر میں باندھی تھی۔ جسے میں نے ایک مدت تک میان میں رکھا۔ اب اس کے باہر نکالنے کا وقت آگیا ہے۔ اور یہ اُن لوگوں پر کھینچے گی جو فلاح اُمت کی پروا نہیں کرتے اور میری التجا ہے کہ حضور سب سے آگے مجھے روانہ کر دیں"۔

حضرت ام سلمہ کی رفاقت۔

اس موقع پر حضرت ام المومنین اُم سلمہ نے فرمایا "اگر خدا کی نافرمانی کا اندیشہ۔ اور یہ خیال نہ ہوتا کہ آپ بھی قبول نہ کریں گے تو میں اس لڑائی میں آپ کے ہمراہ چلتی۔ مگر میرے یہ ابن عم جو خدا کی قسم مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں آپ کے ہمراہ رہیں گے۔ اور لڑائی کے میدانوں میں آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے"۔ علامہ ابن قتیبہ نے السیاستہ والامامہ میں لکھا ہے کہ حضرت ام المومنین اُم سلمہ نے جناب صدیقہ کو ایک ناصحانہ خط بھی بھیجا جس میں اُن کو عورتوں کے شعائر کے خلاف میدان جنگ میں نکلنے اور حضرت علیؓ کی مخالفت سے روکا تھا۔ جناب صدیقہ نے جواب میں اپنی حالت اور نیت کی جانب سے اطمینان ظاہر کیا۔ اور اُن کے مشورے کی پروا نہ کی۔

مدینے سے روانگی۔

غرض حضرت علیؓ ماہ ربیع الاول ۳۶ھ کی آخری تاریخوں میں اسی فوج کو لے کر جو سفر شام کے لیے فراہم کی تھی مدینۂ طیبہ کے باہر نکلے۔ تمام بن عباس کو اور بعض راویوں کے بیان کے مطابق سہیل بن حنیف کو اپنی جگہ مدینے کا والی مقرر کیا اور مکہ کی حکومت پر قثم بن عباس کو مامور فرمایا۔ مدینہ چھوڑتے وقت آپ کو خیال تھا کہ طلحہ و زبیر راستے ہی میں مل جائیں گے جن کو آپ پلٹا لائیں گے اور اس کی نوبت نہ آئے گی کہ وہ لوگ بصرے پہنچ جائیں۔ اور کوفے اور بصرے کے جو لوگ گذشتہ جھگڑے کے وقت مدینے میں آئے تھے اُن میں سے نو سو آدمی آپ کے ہمرکاب تھے۔

عبداللہ بن سلام کا روکنا اور ناکامی۔

مدینے سے باہر قدم نکالا ہی تھا کہ عبداللہ بن سلامؓ نے جو ایک جلیل القدر صحابی تھے آگے

رکاب تھام لی۔ اور عرض کیا "امیر المومنین۔ مدینے سے نہ جائیے۔ آپ یہاں سے چلے گئے تو خدا کی قسم پھر کبھی خلافت یہاں نہ آئے گی۔" جو لوگ حضرت علیؓ کو لیے جاتے تھے اُن کو یہ ناگوار گزرا۔ بیچارے عبد اللہ بن سلام کو بُرا بھلا کہنے اور گالیاں دینے لگے۔ ایک صحابی رسالتؐ کی توہین ہوتے دیکھ کر حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو روکا اور فرمایا "رہنے دو۔ یہ شخص اصحاب رسالتؐ میں سے ہے۔"

ربذہ میں ورود

یہاں سے کوچ کر کے آپ ربذہ میں پہونچے۔ اور سُنا کہ حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ بصرے میں پہونچ گئے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے ربذہ میں قیام کر دیا اور سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس

حضرت حسنؓ کے خیالات۔

تشویش کے موقع پر آپ کے بڑے فرزند حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا "میں نے آپ کو ایک مشورہ دیا آپ نے نہ مانا اور اسی مشورہ نہ ماننے کی وجہ سے کل آپ اس حالت میں مارے جائیں گے جس میں کوئی آپ کا مددگار نہ ہوگا۔" حضرت علیؓ نے ناگواری کے انداز سے فرمایا "تم ہمیشہ لونڈیوں کی طرح روتے ہی رہے۔ تم نے کون بات کہی تھی جو میں نے نہیں مانی؟" حضرت حسنؓ نے کہا "جس دن عثمانؓ کا محاصرہ ہوا ہے میں نے آپ کو صلاح دی تھی کہ مدینے سے نکل کے کہیں باہر چلے جائیے تاکہ آپ کا کوئی تعلق نہ سمجھا جائے۔ پھر جس روز وہ مارے گئے میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ جب تک قبائل عرب کے وفود اور ہر شہر سے بیعت کرنے والے نہ آجائیں آپ بیعت نہ قبول کریں۔ ساتھ ہی آپ کو اس کا اطمینان دلایا تھا کہ سوا آپ کے وہ کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے۔ مگر آپ نے میری بات نہ سُنی۔ پھر جب یہ خبر آئی کہ یہ عورت (اُم المومنین عائشہ صدیقہ) اور یہ دونوں شخص (طلحہ و زبیر) بغاوت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں تو میں نے آپ سے کہا گھر میں خاموش بیٹھے رہیے تاآنکہ لوگ خود ہی عاجز آکر صلح کے خواستگار ہوں۔ اور اس میں میرا مقصد یہ تھا اگر فساد ہو تو اوروں کے ہاتھ سے ہو آپ کو اس میں دخل نہ ہو۔ مگر آپ نے اس کو بھی نہ قبول کیا۔"

حضرت علیؓ کا جواب۔

حضرت علیؓ نے فرمایا "بیٹا وہ جو تم نے کہا تھا کہ میں مدینے سے چلا جاؤں تو اس پر عمل ہونا غیر ممکن تھا۔ اس لیے کہ جس طرح عثمانؓ دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے میں بھی گھرا ہوا تھا۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ بیعت نہ قبول کروں۔ تو سُنو۔ خلافت کا فیصلہ کرنا خاص اہل مدینہ کا حق تھا۔ اور ہمارے لیے مناسب نہ تھا کہ اپنے حق کو ضائع کر دیں۔ جس وقت حضرت رسول خدا صلعم نے وفات پائی ہے میں کسی کو اپنے سے زیادہ اس کا مستحق نہ پاتا تھا۔ مگر لوگوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر جب انھیں خدا نے آغوش رحمت میں لیا تب بھی میں اپنے سے زیادہ کسی میں

خلافت کا استحقاق نہ پاتا تھا۔ مگر عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور میں نے بھی کی۔ بعد ازاں جب عمر جوار رحمت میں گئے تو اس وقت بھی میں اسی خیال میں تھا کہ سب سے بڑا مستحق خلافت میں ہی ہوں مگر عمرؓ چھ ناموں پر قرعہ ڈال گئے جن میں ایک قرعہ میرے نام کا بھی تھا۔ انجام یہ ہوا کہ لوگوں نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور مجھے بھی کرنا پڑی۔ پھر جب یہ ہوا کہ لوگوں نے عثمانؓ پر یورش کی اور انہیں مار ڈالا تو سب نے بغیر کسی ناگواری کے برضا و رغبت میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ لہٰذا اب تو میں ان تمام لوگوں کو ساتھ لے کر جو میرا ہی ساتھ دیں ہر مخالف اور ہر باغی کا مقابلہ کروں گا تا آنکہ خدا اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرے اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ لہٰذا طلحہ و زبیر کے اُٹھ کھڑے ہونے کے وقت بیٹا تمہارا یہ کہنا کہ میں گھر میں بیٹھ رہوں کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ میں اُس پر عمل کروں تو وہ فرض کیسے انجام پائے گا جو اب میرے ذمہ عائد ہو گیا ہے؟ آخر تمہارا مطلب کیا ہے؟ یہ کہ میں چرغ کی طرح منہ چھپا کے بیٹھ رہوں اور لوگ جو چاروں طرف سے گھیرے ہوں کہیں کہ اُس کا کہیں پتہ نہیں ہے پھر اس کے پاؤں کھودے جائیں وہ نکال لیا جائے۔ میں ہی خلافت کے فرائض کی طرف توجہ نہ کروں گا تو کون کرے گا؟ لہٰذا اے میرے فرزند ان باتوں کو چھوڑ دو۔"

یہ جواب بات سن کر حضرت حسنؓ نے پھر کچھ نہیں کہا۔

اب آپ نے ربذہ سے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو کوفہ روانہ کیا اور اُن کے ہاتھ اہل کوفہ کے نام اس مضمون کا خط بھیجا کہ "تم وہ لوگ ہو جن کو میں نے مخالفوں کے مقابلے کے لیے منتخب کیا ہے۔ مگر جو واقعات پیش آ رہے ہیں اُن سے اندیشہ ہے کہ تم کسی فتنہ میں نہ پڑ جاؤ تمہیں دین کا ممد و معاون رہنا چاہیے۔ اور تمہارا فرض ہے کہ لوگوں کو ہماری طرفداری پر آمادہ کرو۔ ہم تو فقط اصلاح چاہتے ہیں تاکہ اُمت محمدی کے لوگ آپس میں پھر بھائی بھائی ہو جائیں۔"

دونوں صاحبوں کی روانگی کے بعد حضرت علیؓ ربذہ ہی میں مقیم رہے اور اس مدت میں آپ نے مدینہ طیبہ سے اسلحہ اور سواری کے جانور منگوا کر لشکر کو زیادہ مضبوط اور درست فرمایا۔ اور ایک دن سب کے سامنے کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی۔ "خدائے بزرگ و برتر نے ہم کو اسلام سے مشرف کیا۔ اس سے

ہمارا مرتبہ بڑھایا۔ اور ذلت، کمی تعداد۔ باہمی بغض و عناد۔ اور رہبانیت کی بلاؤں سے ہمیں آزاد کر کے آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ جب تک خدا کی مرضی تھی لوگوں کی یہی حالت رہی۔ اُن میں حق تھا اور کتاب اللہ ان کی رہبر و پیشرو تھی۔ یہاں تک کہ اس شخص (عثمانؓ) پر ایسے لوگوں کے ہاتھ سے جن میں شیطان نے تفرقہ ڈال دیا تھا مصیبت آ پڑی۔ اور دین میں تفرقہ پڑ گیا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جس طرح

اگلی امتوں میں تفرقہ پڑا اس امت میں بھی پڑے گا۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اس پیش آنے والی بلا سے تمہیں محفوظ رکھے"۔ یہ جملہ دوبار ارشاد ہوا۔ پھر فرمایا "مگر جو کچھ ہونے والا ہے اس سے مفر نہیں۔ لہٰذا آگاہ ہو جاؤ کہ یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے والی ہے۔ اور اس میں سب سے بدتر وہ فرقہ ہوگا جو اگرچہ میرے گروہ میں شامل ہونے کا دعویدار ہوگا۔ مگر میرے عمل پر عمل نہ کرے گا۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھا اور پایا۔ اس لیے لوگو دین کو لازم پکڑو۔ میری ہدایت پر عمل کرو۔ اور یہی ہدایت تمہارے پیغمبر کی تھی۔ اُن کی سُنت پر کاربند رہو۔ جو دشواریاں پیش آئیں اُن سے بچو۔ اور جب تک ان کو قرآن کی روشنی میں پرکھ نہ لو نہ اختیار کرو۔ جو امر قرآن سے ثابت ہو اس کو لازم جانو۔ اور جس امر کے قرآن خلاف ہو اس کو چھوڑ دو بس اسی پر راضی رہو کہ خدا تمہارا پروردگار ہو۔ اسلام تمہارا دین ہو۔ محمد تمہارے نبی ہوں۔ اور قرآن تمہارا امام و قاضی ہو"۔

ربذہ سے کوچ

بعد ازاں جب آپ نے ربذہ سے کوچ کر کے بصرے کی طرف رُخ فرمایا تو رفاعہ بن افع سامنے آئے اور عرض کیا "ہمیں آپ کہاں لیے چلتے ہیں؟" فرمایا "ہم تو اس نیت سے چلے ہیں کہ اگر لوگ ہماری سنیں تو ہم مسلمانوں کی اصلاح کریں"۔ عرض کیا "اور جو وہ لوگ نہ مانیں تو؟" فرمایا "ہم انھیں معذور سمجھ کے چھوڑ دیں گے۔ صبر کریں گے۔ اور اُن کے مزاحم نہ ہوں گے"۔ پوچھا "جو وہ اس پر بھی خاموش نہ رہیں؟" ارشاد ہوا "اس پر بھی انھوں نے نہ مانا مگر ہمارے مزاحم نہ ہوئے تو ہم بھی اُن کے مزاحم نہ ہوں گے لیکن اگر انھوں نے لڑنے ہی کا ارادہ کر لیا تو پھر اس وقت البتہ ہم لڑیں گے"۔ اس جواب پر رفاعہ نے اطمینان ظاہر کیا۔ اور حجاج بن غزیہ انصاری نے اٹھ کر کہا "امیر المومنین جس طرح میں نے آپ کو اپنے قول سے خوش کیا ہے اسی طرح اپنے کام سے بھی خوش کروں گا۔ بہ خدائے لایزال جب سے خدا تعالے نے ہمیں انصار کا لقب دیا ہے ویسی ہی خدا کے دین کی مدد کریں گے"۔

آپ کا اصلی مقصد۔

بنی طے کا اظہار اطاعت

اسی اثناء میں بنی طے کا ایک گروہ آ کے آپ کے لشکر میں شریک ہو گیا اور کسی نے آپ کو خبر دی کہ "اُن میں سے بعض لوگ آپ کے ہمراہ جاں بازی کرنے کو آئے ہیں اور بعض آپ کے آگے سر اطاعت جھکانے کو"۔ فرمایا "خدا دونوں کو جزائے خیر دے۔ مگر خداوند عالم نے جہاد کرنے والوں کو بڑی فضیلت دی ہے"۔ پھر جب وہ لوگ سامنے آئے تو اُن سے پوچھا "کیوں آئے ہو؟" عرض کیا "اس لیے کہ حضور جس امر کو ہمارے حق میں مناسب فرمائیں اس پر عمل کریں"۔ ارشاد ہوا "خدا تم کو جزائے خیر دے۔ تم لوگ برضا و رغبت ایمان لائے تھے۔ مرتدوں پر تم نے جہاد کیا تھا اور

اپنے صدقات سے تم نے مسلمانوں کی کفالت کی تھی"۔ آپ کے یہ الفاظ سُن کر اُن میں سے
سعید بن عُبید طائی سامنے آیا اور عرض کیا "بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے مافی الضمیر کو زبان
سے ادا کر سکتے ہیں مگر بخدا میری یہ حالت ہے کہ جو کچھ دل میں ہے اُس کو زبان سے ادا نہیں کر سکتا۔
تاہم التماس ہے کہ میں کوشش کروں گا اور توفیق دینے والا خداوند کریم ہے ظاہر و باطن میں
آپ کا خیر اندیش رہوں گا۔ آپ کے دشمنوں سے ہر میدان میں لڑوں گا۔ اس لیے کہ بہ لحاظ
فضیلت و قرابت رسول اللہ جو حق آپ کو حاصل ہے آپ کے ہمعصروں سے کسی کو نہیں نصیب ہے"۔
فرمایا "خدا تم پر رحم کرے۔ تمہاری زبان نے جو کچھ ادا کر دیا اس کو تمہارا دل پا بھی نہیں سکا تھا"
اس شخص نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا چنانچہ وہ میدان صفین میں آپ کی جانب سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

آپ کے لشکر کی شان

اب آپ کا لشکر بصرے کی طرف جا رہا تھا۔ مقدمۃ الجیش کے افسر ابولیلیٰ ابن عمرو بن الجراح
تھے۔ جھنڈا آپ کے فرزند محمد بن حنفیہ کے ہاتھ میں تھا۔ خود بنفس نفیس ایک سُرخ رنگ اونٹنی
پر سوار تھے۔ اور ایک کوتل کمیت گھوڑا ہمراہ رکاب تھا۔

نئے معاون

مقام فید میں پڑاؤ ہوا تو بنی اسد اور بنی طے کے اور گروہوں نے حاضر ہو کر اپنے آپ کو
پیش کیا۔ فرمایا "تم لوگوں کے لیے یہی کافی ہے کہ گروہ مہاجرین میں ٹھہرو"۔

کوفے کی خبریں

یہیں عامر بن مطر شیبانی نام کوفہ کا ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا اس سے آپ نے
اہل کوفہ کے حالات دریافت فرمائے۔ اُس نے جو کچھ کیفیت تھی عرض کر دی۔ پوچھا "ابوموسیٰ اشعری
کا کیا حال ہے؟" کہا "اگر آپ نے صلح کی تو آپ کا ساتھ دیں گے۔ اور اگر لڑائی ہوئی تو اُن سے
رفاقت کی اُمید نہ رکھیے"۔ ارشاد ہوا "خدا کی قسم میں تو صلح ہی چاہتا ہوں مگر وہی لوگ مخالفت
کریں تو کیا کیا جائے؟"۔

ابن حنیف کے حالات کی اطلاع

یہاں سے آگے بڑھ کر جب آپ مقام ثعلبیہ میں اُترے تو خبر ملی کہ عثمان بن حنیف کے
ساتھیوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہوا اور خود اُن کی کیا گت بنی۔ آپ نے فوراً تمام ہمراہیوں کو اس
واقعے کی خبر دی اور فرمایا "خداوندا جس آزمایش میں تو نے طلحہ و زبیر کو مبتلا کیا ہے اُس سے مجھے بچا"۔

بصرے کی خبریں

اب آپ مقام اساد میں پہونچے اور سُنا کہ حکیم بن جبلہ کو کیا پیش آیا اور قاتلین عثمان کا کیا حشر
ہوا سُن کر فرمایا "اللہ اکبر! طلحہ و زبیر کو اپنا انتقام مل گیا ہے تو پھر اب مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟
کیا اب بھی میرا پیچھا نہ چھوڑیں گے؟"

عثمان بن حنیف کی حاضری

آگے بڑھ کے آپ ذی قار میں پہونچے تو عثمان بن حنیف حاضر ہوئے اور اس ہئیت سے کہ

چہرے پر کوئی بال باقی نہ تھا۔ سامنا ہوتے ہی انھوں نے عرض کیا "حضور نے مجھے ڈاڑھی مونچھوں والا بھیجا تھا اور اب جو حاضر ہوا ہوں تو ایک بے ریش و بروت امرد ہوں"۔ فرمایا "تم کو اس کا اجر ملے گا۔ رسول اللہ صلعم کے بعد پہلے لوگوں نے دو شخصوں کو خلیفہ بنایا جنھوں نے کتاب و سنت پر عمل کیا۔ بعد ازاں انھوں نے ایک تیسرے شخص کو اپنا حاکم بنایا پھر اس کے متعلق انھوں نے جو چاہا کہا اور جو چاہا کیا۔ اس کے بعد میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور سب کے ساتھ طلحہ و زبیر نے بھی بیعت کی لیکن چند روز بعد وہ بیعت خود ہی توڑ دی۔ اور لوگوں کو میری مخالفت پر ابھارنے لگے کتنی بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے تو مطیع و منقاد تھے مگر میری اطاعت نہیں کرتے۔ حالانکہ خدا کی قسم وہ جانتے ہیں کہ میں مرتبے میں کسی اگلے خلیفہ سے کم نہیں ہوں۔ خداوندا۔ ان لوگوں نے جو گرہ ڈالی ہے اُس کو کھول دے۔ اُس چیز کو پورا نہ ہونے دے جسے انھوں نے اپنے نفسوں کے لیے مضبوط کیا ہے۔ اور اُن کے کاموں کی بُرائی دکھلا دے"۔

ذی قار میں قیام

ذی قار میں آپ ٹھہر گئے اور محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کی واپسی کا انتظار کرنے لگے جن کو کوفہ میں بھیجا۔ اسی اثنا میں جو کچھ واقعات بنی ربیعہ کو پیش آئے تھے آپ نے سُنے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ

بصرے کی اور خبریں۔

بنی عبد القیس بصرے سے باہر نکل آئے۔ یہ آخری خبر سُن کر آپ خوش ہوئے اور فرمایا "تمام بنی ربیعہ میں بنی عبد القیس بہتر ہیں۔ اور ہر بنی ربیعہ والے میں بھلائی ہے"۔ اور اسی موقع پر آپ نے بنی بکر بنی وائل کی تعریف کی اور بنی اسد اور بنی طے کی بھی۔

سفارت کی ناکامی۔

آپ کے دونوں سفیروں یعنی دونوں محمدوں نے کوفہ میں پہنچ کر ابو موسیٰ اشعری کو مجمع عام میں حضرت علیؓ کا خط سُنایا مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ شام ہوئی تو بعض لوگ دار الامارۃ میں ابو موسیٰ کے پاس جمع ہوئے۔ اور پوچھا "آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے"؟ انھوں نے کہا "اب وہ رائے نہیں رہی جو کل تھی۔ اور یہ انجام تمھاری ہی سستی کا نتیجہ ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ ہم گھر میں جا کر بیٹھ رہیں۔ نہ اِدھر ہوں نہ اُدھر۔ اور دوسری یہ کہ میدان میں نکل کر لڑیں پہلی بات آخرت کے کام کی ہے اور دوسری دنیا کے کام کی۔ ان میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو"۔ حضرت علیؓ کے دونوں

ابو موسیٰ اشعری کی مخالفت۔

ایلچی سُن رہے تھے ابو موسیٰ کی اس گفتگو پر انھیں غصہ آگیا۔ اور اُن کو سخت و سُست کہنے لگے۔ مگر ابو موسیٰ کی تقریر ایسا اثر کر چکی تھی کہ کوئی بھی لڑنے اور حضرت علیؓ کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ اور ابو موسیٰ نے دونوں محمدوں کی درشت زبانی کے جواب میں کہا "خدا کی قسم عثمانؓ کی بیعت میری گردن پر بھی ہے۔ اور جن کی طرف سے تم آئے ہو اُن کی گردن پر بھی۔ لہٰذا خونریزی سے

مفر نہیں ہے۔ اور ہم تو جب تک قاتلین عثمانؓ سے چاہے وہ کہیں ہوں فراغت نہ کر لیں گے کسی سے نہ لڑیں گے"۔

کوفہ سے سفیروں کی واپسی۔

اس کارروائی اور ابوموسیٰ کے اس جواب سے مایوس ہو کر دونوں صاحب واپس آ کر حضرت علیؓ سے ذی قار میں ملے اور سرگزشت بیان کی آپ نے اشتر کو بلا کر جو ساتھ تھے کہا "تمہیں ابوموسیٰ سے خوب نپٹو گے۔ عبداللہ بن عباس کو ساتھ لے کر جاؤ اور اس خرابی کو دور کرو"۔

دوسرے سفیر اشتر اور ابن عباس

حکم کے مطابق دونوں صاحب کوفہ میں آ کر ابوموسیٰ سے ملے! اُن سے گفتگو کی۔ اور بعض اہل کوفہ سے اُن کی مخالفت میں مدد مانگی۔ ابوموسیٰ نے اُن کی یہ کارروائی دیکھ کر اہل کوفہ کے مجمع عام میں

ابوموسیٰ کی مخالفانہ تقریر

یہ تقریر کی کہ لوگو۔ اصحاب رسالتؐ جو آپ کی صحبت میں رہے وہی خدا اور رسولؐ کو زیادہ جانتے ہیں ہمارا تم پر حق ہے اور اس حق کو میں نصیحت کے عنوان سے ادا کیے دیتا ہوں۔ صحیح رائے یہ ہے کہ خدائی سلطنت کی سُبکی نہ کرو۔ اور نہ خدا سے لڑنے کی جُرأت کرو۔ جو لوگ مدینے سے آئیں اُن کا خیر مقدم ادا کرو۔ پھر اس کے بعد وہ لوگ جہاں سے آئے ہیں وہیں انہیں واپس بھیج دو تاآنکہ وہ باہم متفق نہ ہو جائیں۔ اس کو وہی لوگ خوب جانتے ہیں کہ امامت کے لیے زیادہ موزوں و مناسب کون ہے یہ کانوں کے پردے پھاڑنے والا ہنگامہ ہے۔ اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے کھڑا ہونے والا سوار سے۔ اور سوار کوشش کرنے والے سے اچھا ہے۔ لہٰذا کوئی چونٹی کا سوراخ بھی ملے تو اس میں چھپ کر بیٹھ رہو۔ تلواریں میان میں کر لو۔ نیزوں پر سے پھل اتار لو۔ کمانوں کی تانتیں کاٹ ڈالو۔ اور جو مظلوم و پریشان حال ملے اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ خرابیاں دور ہو جائیں اور یہ فتنہ دفع ہو"۔ ابوموسیٰ کی یہ تقریر سُن کر ابن عباس اور اشتر دونوں واپس چلے آئے! اور حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع کی۔

یہ سفیر بھی ناکام رہے

تیسرے سفیر حضرت حسنؓ اور عمار

اب آپ نے اپنے فرزند حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کو اس سفارت پر روانہ کیا اور اُن کے روانہ ہوتے وقت عمار کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا "جاؤ اور اس فساد کی اصلاح کرو"۔ دونوں صاحبوں کا کوفہ کی آبادی میں داخل ہوتے ہی مسروق بن اجدع سے سامنا ہوا۔ اس نے سلام کے بعد عمار سے کہا "ابو یقظان۔ بھلا تم نے عثمانؓ کو کیوں مار ڈالا"۔ کہا "اس لیے کہ ہماری آبرو میں فرق آ گیا تھا! اور ہمارے اچھے لوگ مارے پیٹے گئے"۔ یہ سُن کر مسروق نے کہا "اگر خدا کی قسم تم نے اتنا عذاب نہ کیا ہوگا جتنا کہ اس فعل کے پاداش میں تم پر ہوگا۔ اس معاملے میں تم صبر و تحمل سے کام لیتے تو بہتر تھا"۔

اتنے میں ابو موسیٰ آگئے، اور آتے ہی حضرت حسنؓ کو سینے سے لپٹا لیا۔ پھر عمار کی طرف دیکھ کر بولے ابو یقظان اور دشمنوں میں تم بھی شامل ہو گئے؟ اور اپنے نفس کو فاجروں کے پھندے میں ڈال دیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ "میں نہ اس کام میں شریک ہوا اور نہ میں نے اسے بُرا جانا۔" اُن کے یہ الفاظ سنتے ہی حضرت حسنؓ نے فرمایا "تم ان لوگوں کو ہم سے جدا کیوں کئے دیتے ہو؟ خدا کی قسم ہمارا ارادہ اصلاح ہی کا ہے۔ اور امیر المومنین علیؓ ایسے بزرگ نہیں ہیں کہ اُن کا ساتھ دینے میں کوئی خطرہ ہو۔" اس کے جواب میں ابو موسیٰ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ جو کچھ فرمائیں سچ فرماتے ہیں لیکن جس کسی شخص سے مشورہ لیا جائے اس کی حیثیت امانت دار کی سی ہو جاتی ہے۔ میں نے حضرت رسولِ خدا صلعم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے۔ کھڑا ہونے والا چلنے والے سے۔ اور چلنے والا سوار ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھائی بھائی بنا دیا ہے اور ہمارے جان و مال کو ایک دوسرے پر حرام کر دیا۔" یہ تقریر سُن کر عمار کو غصہ آگیا طیش میں ابو موسیٰ کو گالی دے بیٹھے اور اٹھ کر لوگوں سے کہا "لوگو۔ رسولِ خدا صلعم نے اکیلے انھیں کو حکم دیا ہوگا کہ اس فتنہ میں تمھارا بیٹھا رہنا کھڑے ہوتے سے اچھا ہوگا۔" عمار کی یہ درشت زبانی بنی تمیم کے ایک شخص کو ناگوار گزری جو ابو موسیٰ کا طرفدار تھا۔ وہ غصہ میں بھرا ہوا اٹھا۔ عمار کو گالی دی۔ اور کہا "کل تو ہنگامہ کرنے والوں کے ساتھ تھا اور آج آکر ہمارے امیر سے بدزبانی کرتا ہے۔" ساتھ ہی اور لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو برہمی پیدا ہوتے دیکھ کر ابو موسیٰ سب کو سمجھانے اور روکنے لگے۔

اسی اثنا میں زید حضرت عائشہؓ کا خط لیے ہوئے جامع مسجد کے دروازے پر آکے ٹھہرا۔ اس کے پاس حضرت ام المومنین کے دو خط تھے۔ ایک ابو موسیٰ اشعری کے نام اور دوسرا عام اہل کوفہ کے نام۔ دونوں خط کھول کر اُس نے عام لوگوں کو سُنائے۔ بعدازاں اپنی طرف سے کہا انھیں یعنے حضرت عائشہؓ کو تو یہ حکم تھا کہ گھر میں بیٹھیں۔ اور ہمیں حکم ہوا تھا کہ نکلیں اور فتنہ کو دور کریں مگر آج جس بات کا انھیں حکم تھا اس پر عمل کرنے کی وہ ہمیں ہدایت کرتی ہیں۔ اور جس بات کا ہمیں حکم تھا اس کو خود انھوں نے اختیار کر لیا ہے۔" زید کا یہ فقرہ شبث بن ربعی کو ناگوار گزرا۔ کہا "اے عمانی (یہ زید اُن بنی عبد القیس میں سے تھا جو لوگ عمان میں رہتے تھے) فتح جلولا کے وقت تو نے چوری کی تھی جس کے پاداش میں ہاتھ کاٹا گیا۔ آج آیا ہے کہ ام المومنین کی نافرمانی کرے اور اُن کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا ہے؟"

ابو موسیٰ کا جواب

عمار کی برہمی

اور اس کا انجام

حضرت عائشہؓ کی سفارت کوفہ میں۔

غیر معتقد سفیر۔

ابوموسیٰ کا مسلک

لوگوں کی یہ باہمی تقریریں دیکھ کر ابو موسیٰ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "لوگو! میرا کہنا مانو۔ اور عربوں کے لیے ایک پناہ کی جگہ بن جاؤ۔ تاکہ مظلوم تمہارے یہاں پناہ لے۔ اور خوف زدہ کو تمہارے پاس امان مل جائے۔ فتنہ کا معمول ہے کہ آغاز میں مشتبہ نظر آتا ہے مگر تھوڑے ہی زمانے میں روشن ہو جاتا ہے۔ یہ سخت فتنہ ہے۔ جو بوڑھوں کو بچوں کا سا عاجز و بے دست و پا کر دے گا۔ لہٰذا تلواروں کو میان میں کرو۔ نیزوں کو نیچا کر لو۔ کمانوں کی تانت کاٹ ڈالو۔ گھر میں دروازے بند کر کے بیٹھ ہو۔ اور قریش کو باہم فیصلہ کر لینے دو۔ اگر تم نے میرا کہنا مانا تو تمہارے دین و دنیا دونوں بچے رہیں گے۔ اور جو کوئی اس فتنہ کے سمندر میں ہاتھ ڈالے گا بس اس کی شامت آجائے گی۔"

حضرت عائشہؓ کا مخالف سفیر

اب زید نے اٹھ کر اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کے ٹنڈ کو حرکت دی۔ اور کہا اے بنی عبد القیس اگر تم فرات کو جدھر سے بہتا ہے اسی طرف الٹا بہا سکتے ہو تو اس مشورہ پر بھی عمل کر سکو گے شکوں اور شبہوں میں نہ پڑو۔ جو بات سمجھ میں نہ آتی ہو اس کو چھوڑ دو۔ اور امیر المومنین کی طرف چلو۔ ہم سب مل کے ان کے پاس جمع ہوں اور حق کو قائم کریں۔"

اب قعقاع اٹھے اور کہا "لوگو میں تمہیں نیک مشورہ دیتا ہوں تمہارا دوست ہوں! اور چاہتا ہوں کہ تم راہ راست پر رہو۔ لہٰذا وہی کہوں گا جو حق ہوگا۔ امیر نے جو کچھ کہا سچ کہا۔ مگر کاش اس پر عمل بھی ہو سکتا۔ زید خلاف کے دشمنوں میں ہے۔ لہٰذا میں اس کا کہنا ہرگز نہ سنوں گا۔ مگر سچ یہ ہے کہ خلافت کی عمارت کا قائم رہنا ضروری ہے تاکہ ملک کا نظم و نسق درست رہے۔ ظالم ظلم سے روکا جائے۔ اور مظلوم کی داد رسی ہو۔ یہ امیر المومنین موجود ہیں جو خلیفہ منتخب ہوئے اور اپنی طرف بلانے میں حق پر ہیں۔ قطع نظر اس کے وہ اصلاح ہی کی طرف بلاتے ہیں! اس لیے ان کی خدمت میں حاضر ہو اور جو کچھ وہ فرمائیں سنو اور اس پر عمل کرو۔"

عبد الخیر اور ابوموسیٰ میں مباحثہ۔

اس تقریر کے ختم ہوتے ہی عبد الخیر خیوانی نے ابو موسیٰ اشعری سے سوال کیا کہ کیا طلحہ و زبیر نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟ جواب "ہاں کی تھی!" پوچھا "تو کیا کوئی ایسا سخت واقعہ پیش آیا ہے کہ ان کے لیے بیعت کا توڑنا جائز ہو گیا؟" اس کے جواب میں ابو موسیٰ بولے "میں نہیں جانتا"، اور عبد الخیر نے کہا "تو خیر تم کو ہم اس وقت تک کے لیے چھوڑے دیتے ہیں جب تک کہ تم اس کی اصلیت سے آگاہ ہو۔ مگر کیا تمہارے نزدیک کوئی شخص بھی ہے جو اس فتنہ سے بچا ہو؟ لوگوں کے چار گروہ ہو گئے ہیں۔ پہلے علیؓ اور ان کے ہمراہی جو کوفہ کے سامنے آگئے ہیں۔ دوسرے طلحہ و زبیر جو بصرے میں ہیں۔ تیسرے معاویہ اور ان کے رفقا جو شام میں ہیں۔ چوتھا ایک گروہ جو حجاز میں ہے۔

اس زمانہ کے چار فریق۔

نہ وہ مالدار ہیں اور نہ کوئی دشمن اُن کی مدد سے لڑ سکتا ہے۔ ابو موسیٰ نے جوش کے ساتھ کہا اُدر سب سے اچھے یہی لوگ ہیں"۔ عبدالخیر نے جواب دیا کہ "ابو موسیٰ۔ تمھارے دل پر خرابی اور بُرائی غالب آگئی ہے"۔

ابوموسیٰ کی تائید۔

اب سیحان بن صوحان نے اٹھ کر کہا لوگو حکومت کا قائم رہنا لابدی ہے یہی والی لوگ ہیں جو ظلم کو روکتے اور مظلوم کی فریاد کو پہونچتے ہیں۔ تمھارے والی (ابو موسیٰ) چاہتے ہیں کہ تم لوگ انتظار کرو تا آنکہ فیصلہ ہو جائے۔ یہ امت محمدی کے امانت دار ہیں۔ دیندار ہیں اور عالم۔ لہٰذا جو کوئی ان کی رائے پر چلے ہم اسی کے ساتھ ہیں"۔

عمار کی تقریر

یہ رنگ دیکھ کر عمار اٹھے اور کہا حضرت علیؓ رسول اللہ صلعم کے چچا کے بیٹے ہیں وہ تم کو زوجۂ رسولِ خداؐ اور طلحہ و زبیر کے مقابلے پر بلاتے ہیں۔ مجھ کو اقرار ہے کہ عائشہ دنیا اور آخرت دونوں میں رسول اللہ صلعم کی بیوی ہوں گی۔ مگر پھر بھی کہتا ہوں کہ خوب سوچو۔ حق کو دیکھو۔ اور حضرت علیؓ کے ہمراہ رکاب رہ کر اُن کے دشمنوں سے لڑو"۔ اس موقع پر ایک شخص بولا میں اسی کے ساتھ ہوں جس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے بمقابل اُس کے جسے بشارت نہیں دی گئی۔

حضرت حسنؓ کی تقریر۔

حضرت حسنؓ نے اس شخص کو ڈانٹ کے روکا اور فرمایا لوگو۔ امیر المومنین کی دعوت قبول کرو اور اپنے بھائیوں کی طرف چلو عنقریب وہ شخص مل جائے گا جس کے پاس خلافت کے لیے جمع ہونا چاہیے۔ اہل عقل و ہوش کے لیے یہی مناسب ہے کہ آگے یا پیچھے انھیں کا ساتھ دیں۔ اور مسلمانوں کے حق میں یہی مفید بھی ہے۔ لہٰذا ہماری دعوت قبول کرو اور جس مصیبت میں ہم تم مبتلا ہو گئے ہیں اُس کے دور کرنے میں ہمارے مدد و معاون ہو۔ تمھارے امیر المومنین کہتے ہیں کہ "میں نے یہ راستہ اختیار کر لیا خواہ اس میں ظالم ہوں یا مظلوم۔ اور جسے حق کی اعانت منظور ہو خدا کا واسطہ دلا کر اس سے کہتے ہیں کہ ضرور آئے۔ میں مظلوم ہوں تو میری مدد کرے۔ اور اگر ظالم ہوں تو مجھ سے مواخذہ کرے۔ طلحہ و زبیر نے خدا کی قسم سب سے پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر سب سے پہلے مجھے دغا دی۔ میں نے کسی کا مال غصب کر لیا تھا یا کسی شرعی حکم کو بدل دیا تھا جو وہ برسر پرخاش ہیں؟ غرض آؤ۔ اچھے کاموں کو جاری کر دیں اور بُرے کاموں سے لوگوں کو روکو۔

حضرت حسنؓ کی تقریر کا اثر۔

حضرت حسن مجتبیٰ کی اس تقریر نے بڑا اثر کیا۔ لوگ نرم پڑ گئے۔ اُن کی دعوت قبول کر لی۔ اور راضی ہو گئے۔ چنانچہ بنی طے کا ایک گروہ اپنے سردار عدی بن حاتم کے پاس آیا اور کہا آپ کیا کہتے ہیں؟ اور اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا ہم نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

اور وہ ہمیں بھلائی کی طرف اور اس اہم واقعہ میں شریک ہونے کو بُلا رہے ہیں تاکہ ہم خود جمل کے کل واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔" اس درمیان میں ہند بن عمر نے اٹھ کر کہا امیر المومنین نے ہمیں بلایا۔ ہمارے پاس اپنے قاصد بھیجے۔ حتیٰ کہ خود ان کے فرزند تشریف لے آئے۔ لہذا ان کا کہنا مانو۔ چل کے اُن کی مدد کرو۔ اور اپنی رائے سے اُن کو مشورہ دو۔" اس اثنا میں حجر بن عدی نے با آواز بلند کہا "لوگو۔ امیر المومنین کی دعوت قبول کرو۔ چاہیے کہ ہم سب جریدہ یا لدے پھندے چل کھڑے ہوں۔ اور سب سے پہلے میں چلتا ہوں۔"

اہل کوفہ حضرت علیؓ کے طرفدار ہو گئے

اب تمام لوگ حضرت علیؓ کی رفاقت پر آمادہ تھے۔ اور ان کو مستعد دیکھ کر حضرت حسنؓ نے فرمایا "لوگو میں کل جاؤں گا۔ جس کا جی چاہے میرے ساتھ سوار ہو کر چلے۔ اور جس کا جی چاہے کشتیوں پر سوار ہو کر دریا کے راستے سے روانہ ہو۔" نتیجہ یہ ہوا کہ نو ہزار سے زیادہ آدمی حضرت علیؓ کا ساتھ دینے کے لئے روانہ ہو گئے۔ چھ ہزار خشکی کی راہ سے اور دو ہزار چار سو دریا کے راستے سے۔

اشتر کوفہ میں

بعض راویوں کا بیان ہے حضرت علیؓ نے حسنؓ اور عمار کے بعد اشتر کو بھیجا تھا وہ جس وقت پہونچے ہیں لوگ مسجد میں جمع تھے۔ ابو موسیٰ حضرت حسنؓ و عمار میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ ابو موسیٰ لوگوں کو حضرت علیؓ کا ساتھ دینے سے روکتے تھے۔ اور حضرت حسنؓ کہہ رہے تھے کہ "تمھاری مارت حکومت کوفہ ہماری ہے۔ تم اس سے علیحدہ ہو جاؤ اور ہمارے منبر کو چھوڑ دو۔" اسی طرح یہ بھی جھگڑا پیش تھا کہ اشتر پہونچے۔

ان کے داخلے کی شان

اُن کے آنے کی یہ شان تھی کہ آبادی میں داخل ہوتے ہی جس قبیلے کے کسی گروہ کے پاس سے گزرتے اُن لوگوں کو آواز دے کر اپنے ساتھ لیتے اور کہتے "میرے ہمراہ قصر امارت تک چلو۔" چنانچہ ابو موسیٰ تو مسجد میں مناظرہ کرتے رہے اور اشتر ایک بڑے بھاری گروہ کے ساتھ قصر امارت میں (جو بہ حیثیت والی ملک ہونے کے ابو موسیٰ کا مسکن تھا) گھس پڑے اور ابو موسیٰ کے لوگوں کو ہٹانا اور دبانا شروع کیا۔ اور آخر اُن کے تمام غلاموں کو نکال باہر کیا جو غل مچاتے اور دہائیاں دیتے ہوئے مسجد میں ابو موسیٰ کے پاس پہونچے اور فریاد کی کہ اشتر زبردستی قصر امارت میں گھس آئے اور ہمیں وہاں سے مار کے نکال دیا۔" اُن کی فریاد سنتے ہی ابو موسیٰ منبر سے اتر کر قصر امارت میں گئے اور اُن کی صورت دیکھتے ہی اشتر نے ڈانٹنا شروع کیا کہ "تیری ماں مرے جا نکل۔ دور ہو یہاں سے اور سمجھ لے کہ خدا نے تجھے اس گھر سے نکال دیا۔" ابو موسیٰ نے ان لوگوں کی یہ زبردستیاں اور اُن کا یہ رنگ دیکھا تو کہا "اچھا مجھے آج شام تک کے لیے مہلت دو۔ اشتر نے مہلت دی اور کہا مگر خبردار

قصر امارت پر کیونکر قبضہ کیا۔

آج رات کو تم اس حکومت کے مکان میں نہ سونا۔" اس موقع پر بعض لوگوں نے چاہا کہ اندر گھس کے ابو موسی کا مال لوٹیں۔ مگر اشتر نے اس سے روکا اور کہا "خود میں اُن کے مال و اسباب کا ضامن ہوں۔"

کوفہ کے یاوران علیؓ۔

اس واقعہ کے بعد وہ نو ہزار آدمی حضرت علیؓ کی رفاقت کے لیے روانہ ہوئے جن کو حضرت حسنؓ کی تقریر نے جاں نثار خلافت بنا دیا تھا بعض لوگوں کا بیان ہے کہ "ایک اوپر بارہ ہزار آدمی گئے۔" ابو الطفیل کہتے ہیں"۔ مددگاران کوفہ کی یہ تعداد حضرت علیؓ نے پہلے سے بتا دی تھی۔

ان کا شمار۔

چنانچہ جب یہ لوگ آئے تو میں نے بذات خود جا کر گنا۔ اور اتنے ہی پائے جتنے آپ نے فرما دیے تھے۔ نہ ایک زیادہ تھا نہ ایک کم۔ ان میں بنی کنانہ بنی اسد۔ بنی تمیم۔ بنی رباب اور بنی مزینہ سردار معقل بن یسار ریاحی تھے۔ بنی قیس کے سات گروہوں کے سردار سعد بن مسعود ثقفی مختار کے چچا تھے۔ بنی بکر اور بنی تغلب کے سردار دعلہ بن محدوج ذہلی تھے۔ بنی مذحج اور اشعریوں کے سردار حجر بن عدی تھے۔ بنی بجیلہ۔ بنی انمار۔ بنی خشعم اور بنی ازد کے سردار مخنف بن سلیم ازدی تھے۔

ان کے سامنے حضرت علیؓ کی تقریر۔

یہ سب لوگ مقام ذی قار میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ مع چند لوگوں کے جن میں حضرت ابن عباسؓ بھی تھے ان لوگوں سے جا کر ملے۔ مرحبا کہا۔ اور فرمایا "اے اہل کوفہ تم لوگوں کا مقابلہ شاہان عجم سے ہوا۔ اور اُن کے زبردست لشکروں کو تم نے شکست دے دی یہاں تک کہ اُن کا ورثہ تم کو ملا۔ تم نے اپنے مفتوحہ رقبہ کی حفاظت کی۔ اور دشمنوں کے مقابلے میں اکثر لوگوں کی مدد کی میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے کہ ہمارے بھائیوں کے مقابلے میں ہمارا ساتھ دو۔ اگر وہ اس خیال سے باز آجائیں تو یہی ہمارا مقصد ہے لیکن اگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے تو ہم جہاں تک بنے گا نرمی سے اُن کی اصلاح کریں گے۔ اس کے پابند رہیں گے کہ ظلم انھیں کی طرف سے شروع ہو اور صلاحیت کی جو بہترین صورت نظر آئی گی ہم انشاءاللہ تعالیٰ اسی کو اختیار کریں گے۔"

آپ کے معزز ہمراہی۔

کوفے کے یہ سب لوگ آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے! ادھر بنی عبد القیس کا وہ ہزاروں کا گروہ تھا جو بصرے سے آیا تھا اور بصرے کے راستے پر آپ کے ورود کا منتظر تھا۔ آپ کے ساتھ جو کوفے کے سپہگر تھے اُن کے سردار قعقاع بن عمرو۔ سعد بن مالک۔ ہند بن عمرو۔ اور ہیثم بن شہاب تھے اب اس موقع پر جو اہل کوفہ مدد کو آئے اُن کا شمار بھی پرانے رفیقوں سے کم نہ تھا۔ ان کے سردار زید بن صوحان۔ اشتر۔ عدی بن حاتم۔ مسیب بن نجبۃ الفزاری۔ اور یزید بن قیس اور اسی پائے کے اور شجاعان عرب تھے۔

آپ کے سفیر قعقاع

جب یہ سب لوگ ذی قار میں جمع ہو گئے تو حضرت علیؓ نے قعقاع کو بلا کر اہل بصرہ کے پاس بھیجا اور حکم فرمایا کہ ان دونوں شخصوں یعنی طلحہ و زبیر سے ملو۔ انھیں اتفاق و یکجہتی کی طرف بلاؤ۔ اور نااتفاقی کی خرابیاں اُن پر ظاہر کرو"۔ پھر جب وہ چلنے لگے تو روک کر پوچھا "اگر کوئی ایسی بات پیش آئے جس کے متعلق میں نے کوئی ہدایت نہ کی ہو تو تم کیا کرو گے؟" عرض کیا "اول تو ہم آپ کے ارشاد پر عمل کریں گے۔ اور جس امر میں آپ سے کوئی ہدایت نہ ملی ہوگی ہم اجتہاد سے کام لیں گے۔ اور جیسا دیکھتے سنتے رہے ہیں اس کے لحاظ سے جو مناسب جانیں گے کریں گے"۔ حضرت علیؓ اُن کے اس جواب سے مطمئن ہو گئے۔ اور انھوں نے مخالفین کے پڑاؤ کی راہ لی۔

قعقاع کی حضرت عائشہ کی حضوری میں

قعقاع صحابی رسول اللہؐ تھے۔ اور حضرت عمرؓ کے عہد کے کار آزمودہ جوانمردوں میں تھے۔ بصرے میں پہونچتے ہی حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا اور عرض کیا کہ " اے مادر محترمہ حضور اس شہر میں کیوں تشریف لائی ہیں؟" فرمایا "بیٹا میں لوگوں کی اصلاح کے لیے آئی ہوں"۔ عرض کیا تو حضور طلحہ و زبیر کو بھی بلوائیں تاکہ میرے اُن کے درمیان جو گفتگو ہو اُس کو حضور اپنے کانوں سے سنیں"۔ حضرت عائشہ نے دونوں صاحبوں کو فوراً بلوایا۔ اور قعقاع نے وہی سوال جو محبوبۂ رسول خدا صلعم سے کیا تھا اُن سے بھی کیا۔ اور بتا دیا کہ جناب صدیقہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ دونوں صاحبوں نے جناب عائشہ کے جواب کو پسند کیا اور کہا "بیشک ہم دونوں اسی مقصد کے لیے آئے ہیں"۔ اب قعقاع نے دریافت کیا کہ "آپ کے نزدیک اصلاح کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اگر وہ صورت ہماری سمجھ میں آگئی تو ہم خدا کی قسم صلح کے لیے تیار ہیں"۔ دونوں صاحبوں نے کہا "وہ صورت یہ ہے کہ قاتلین عثمانؓ سے انتقام لیا جائے۔ اور اگر اس کام کو ترک کیا گیا تو قرآن کی صریح مخالفت ہوگی"۔ قعقاع نے کہا "بصرے کے قاتلین عثمانؓ کو آپ قتل کر چکے۔ مگر میرے خیال میں ان لوگوں کے قتل کرنے سے پیشتر آپ صلاحیت سے زیادہ قریب تھے۔ آپ نے چھ سو آدمی قتل کیے اور انجام یہ ہوا کہ بصرے کے چھ ہزار آدمی آپ سے ٹوٹ کر علیحدہ ہو گئے جو شہر چھوڑ کے چلے گئے۔ اور آپ نے حرقوص بن زہیر کے پکڑنے کا ارادہ کیا تو چھ ہزار آدمیوں کا گروہ مزاحم ہوا۔ لہٰذا اگر آپ ان لوگوں کو قتل نہ کرتے تو سمجھا جاتا کہ صلح و امن کے خواستگار ہیں۔ اسی طرح اگر اب آپ لڑیں گے تو یہی لوگ جو آپ سے علیحدہ ہو گئے ہیں آپ کے مقابلے پر آئیں گے۔ غرض آپ کی خواہش بمقابل اس طرز عمل کے جس کو آپ پسند نہیں فرماتے زیادہ سخت ہے"۔ اس امر کو قعقاع نے زیادہ زور دے کے اور خوب وضاحت سے بیان کیا تو

حضرت اُم المومنین بولیں "اچھا تو تمھارے نزدیک کون تدبیر مناسب ہے؟" کہا "میرے نزدیک تو اصلی تدبیر خاموشی اور سکون ہے۔ ملک میں جب سکون پیدا ہو جائے گا تو جو لوگ مجرم ہیں وہ خود ہی پریشان ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ نے امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اس کو بھلائی، روشنی اور رحمت الٰہی جانیے۔ اور یہی خون عثمانؓ کے انتقام ملنے کی اصلی صورت ہے لیکن اگر آپ نے جھگڑے اور ضد سے کام لیا اور اس تدبیر کو نہ مانا تو امن و امان کی برکت اُٹھ جائے گی۔ اور آپ کو اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوگی" پھر قعقاع نے کہا "قتل عثمانؓ کا جو واقعہ پیش آچکا ہے وہ ایک شخص کا ایک شخص کو مار ڈالنا نہیں ہے۔ اور نہ ایک قبیلے یا ایک گروہ کا ایک شخص کو قتل کرنا ہے۔ پھر بھلا اس کا انتقام کیسے لیا جا سکتا ہے؟" یہ تقریر سن کر سب نے کہا "تم نے معقول بات بتائی اور جو کچھ کہا خوب کہا۔ لہٰذا واپس جاؤ، اور اگر علیؓ نے بھی آکر یہی کہا جو تم کہہ رہے ہو تو انشاء اللہ صلح ہو جائے گی"۔ سفارت کا حق ادا کرنے کے بعد قعقاع حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ حالات بیان کیے تو آپ نے اُن کی کارروائی کو پسند فرمایا اور سب لوگوں کے دلوں میں صلح کی امید پیدا ہو گئی۔ چنانچہ جو لوگ صلح کے آرزومند تھے خوش ہوئے مگر وہ جو شورش اور فتنے کے خواستگار تھے ان کے دلوں میں تشویش پیدا ہو گئی۔

امید صلح

بصرے کے صلح جو حضرت علیؓ کے پاس

بصرے کے جو لوگ علیحدہ ہو گئے تھے وہ قعقاع کی واپسی سے پہلے حضرت علیؓ کے لشکر میں آ گئے تاکہ اہل کوفہ کی رائے دریافت کریں۔ اور اُن کو بتائیں کہ ہم لوگ صلح کے طالب ہیں۔ کوفہ والوں نے اُن کی رائے سن کر اپنا بھی وہی خیال ظاہر کر کے اُن سے اتفاق کیا اور ان کو بارگاہ خلافت میں لے گئے ان اہل بصرہ نے آپ کو اپنے حال اور خیال سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں میں ایک شخص تھا جریر بن شرس حضرت علیؓ نے اُس سے طلحہ و زبیر کے حالات دریافت فرمائے اور اُس نے اُن کی ذرا ذرا سی باتیں بھی بیان کر دیں۔ اور اسی سلسلہ میں کہا "زبیر کہا کرتے ہیں کہ ہم نے مجبور ہو کر بیعت کی"۔ اور طلحہ تمثیل کے طور پر جو اشعار پڑھا کرتے تھے وہ پڑھ کے سنائے اور حضرت علیؓ نے بھی اُن شعروں کے جواب میں چند شعر پڑھ دیے۔

حضرت علیؓ کی ایک تقریر

اس کے بعد جب اہل کوفہ و بصرہ ہم خیال ہو گئے۔ اور قعقاع نے بھی واپس آکر اپنی کارگزاری عرض کر دی تو حضرت علیؓ نے عام لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی۔ اس میں پہلے خدا کی حمد و ثنا کی۔ پھر عہد جاہلیت اور اس کی شقاوت کا اور عہد اسلام اور اس کی سعادت کا ذکر فرمایا۔ پھر کہا "رسول خدا صلعم کے بعد اُمت کے حال پر خدا کی رحمت اُمت کے اتفاق اور خلیفہ کے طرز عمل سے وابستہ ہے"۔ بعد ازاں آپ نے حضرات خلفائے ثلاثہؓ کا سبق کا ذکر فرمایا۔ پھر اس سانحہ جانگزا کا

تذکرہ کیا جو حضرت عثمانؓ کو پیش آیا۔ اور فرمایا بعض لوگ دنیا کے طالب ہوئے اور خدا نے جو نعمت و فضیلت اُن خلیفہ کو دی تھی اس پر حسد کیا اور چاہا کہ اسلام اور اس کے معاملات کو پھر گذشتہ حالات پر کھینچ لے جائیں۔ مگر خدا کی جو مرضی ہے وہ پوری ہو کے رہے گی۔" پھر ارشاد ہوا "لوگو۔ میں کل یہاں سے کوچ کروں گا۔ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ لیکن خبردار اُن لوگوں میں سے ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ چلے جنھوں نے عثمانؓ کی مخالفت میں کوئی حصّہ لیا ہے۔ بُرے لوگوں کو چاہیے کہ مجھ سے علٰحدہ ہو جائیں۔"

مخالفانِ عثمانؓ سے آپ کی بیزاری۔

آپ کی یہ تقریر سُن کر لوگ جن میں علباء بن ہیثم عدی بن حاتم۔ سالم بن ثعلبہ شریح بن اوفی اور اشتر اور چند لوگ تھے۔ جو حضرت عثمانؓ پر نرغہ کر کے آگئے تھے۔ یا جنھوں نے ان لوگوں کے جانے کو پسند کیا تھا جمع ہوئے۔ پھر مصر والے بھی اُن میں شریک ہو گئے۔ اور ابن سوداء اور خالد بن ملجم بھی اس گروہ میں موجود تھے۔ ان سب نے اس پر غور کرنا شروع کیا کہ "اب ہمیں کیا رائے اختیار کرنی چاہیے۔" اور بعض نے بعض سے کہا یہ علیؓ ہیں جو خدا کی قسم کتاب اللہ کو انتقام عثمانؓ کا دعویٰ کرنے والوں سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اُن کے لشکر میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو عثمانؓ پر یورش کر کے گئے تھے۔ جو لوگ عثمانؓ کے خلاف نہ تھے ابھی تو کم ہیں مگر اُن کا گروہ بڑھے گا۔ پھر جب سارے مسلمان علیؓ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے اُس وقت تباؤ کیا ہوگا۔ تم لوگ خدا کی قسم دودھ کی مکھی کی طرح نکال کے پھینک دیے جاؤ گے۔" اشتر نے کہا "ہم لوگوں کے بارے میں طلحہ و زبیر کی جو رائے ہے وہ تو معلوم ہی ہے۔ مگر حضرت علیؓ کی رائے آج تک نہیں معلوم لیکن اور سب لوگ واقعی ہماری مخالفت میں یک زبان ہیں۔ اس لیے اگر صلح ہو گئی تو یقیناً اُس کے انجام میں ہم سب مارے جائیں گے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تلوار لے کے اٹھیں اور علیؓ و طلحہ و زبیر کو بھی وہاں پہونچا دیں جہاں عثمانؓ ہیں۔ اس واقعہ سے ایک ایسا ہنگامہ پیدا ہو گا کہ جب تک ہمارے ساتھ رضامندی ظاہر نہ کی جائے گی مٹائے سے نہ مٹے گا۔ عبداللہ بن سوداء نے کہا "تم نے یہ اچھی رائے نہیں دی۔ اے قاتلین عثمانؓ۔ اس میدان ذی قار میں تمھارا شمار دو ہزار پانچ سو یا چھ سو آدمیوں کا ہے۔ اور طلحہ اور اُن کے گروہ والے تقریباً پانچ ہزار ہیں جن کو تم سے لڑنے کی دُھن ہے۔" یہ سُن کر علباء بن ہیثم بولا "ہم کو چاہیے کہ یہاں سے پلٹ چلیں اور ان لوگوں کو تنہا چھوڑ دیں۔ جس سے ان کی قوت کم ہو گی اور دشمن کی طاقت بڑھ جائے گی لیکن ہمارے جانے پر بھی ان کی تعداد زیادہ رہی تو یقیناً نفیں خواہ مخواہ اُن سے صلح کر لیں گے۔ مگر

دشمنانِ عثمانؓ کی کانفرنس۔

اشتر کی رائے

ابن سوداء کی رائے۔

علباء کا مشورہ

یہ امر ہمارے مقاصد کے خلاف ہے اس لیے مناسب رائے یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو چھوڑ دیں اور کسی شہر میں چل کے بیٹھ رہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس ایسے اور لوگ جمع ہو جائیں جن سے ہم کو تقویت ہو اور ان لوگوں کے ہاتھ سے نجات ملے۔ علبا و کا یہ بیان سُن کر ابن سوداء بولا تم نے یہ غلط رائے دی۔ لوگ تو خدا سے چاہتے ہیں کہ تم لوگ الگ ہو جاؤ۔ اور اُن لوگوں کے ساتھ نہ رہو جن کے دامن میں اس خون کا دھبہ نہیں ہے۔ مگر یاد رکھو کہ اگر تم ان سے جدا ہوئے تو یہ لوگ تمھیں چُن چُن کے مار ڈالیں گے۔" عدی نے کہا میں بخدا نہ اس تجویز سے راضی ہوں اور نہ اس کے خلاف مجھے لوگوں کے تردد پر تعجب آتا ہے۔ اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اگر لوگوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ اندیشہ کیا جاتا ہے تو ہمارے پاس گھوڑے اور اسلحہ موجود ہیں۔ اُس وقت اگر تم لوگ بڑھوگے تو تمھارے ساتھ ہم بھی بڑھیں گے۔ اور رکوگے تو رک جائیں گے۔" یہ سن کر ابو سوداء بولا۔ تم نے البتہ ٹھیک بات کہی۔ سالم بن ثعلبہ بولا۔ اور کسی کو چاہے دنیا کی ہوس ہو مجھے نہیں ہے۔ میں کل اگر مقابلے کو نکلا تو پھر زندہ نہ واپس آؤں گا۔ واللہ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ تم ان لوگوں کا سر کاٹ لوگے جن کا فیصلہ بغیر تلوار کے نہیں ہو سکتا۔ ابن سوداء نے اس خیال کی داد دی۔ اور شریح بن اوفی نے کہا "اپنے معاملات کی پہلے سے اصلاح کر لو۔ جس امر میں جلدی کی ضرورت ہو دیر نہ لگاؤ۔ ہماری حالت اور لوگوں کے مقابلے میں نہایت نازک ہو رہی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ باہم صلح ہو جانے کے بعد ہماری کیا حالت ہو گی۔" آخر ابن سوداء بولا۔ لوگو تمھاری فلاح اسی میں ہے کہ لڑائی ہو۔ لہٰذا کل جس وقت دونوں لشکروں کا سامنا ہو تم فوراً لڑائی چھیڑ دو اور کسی کو ادھر توجہ کرنے کا موقع ہی نہ دو پھر تم جن لوگوں کے ساتھ ہو گے انھیں اس سے مفر نہ ہو گا کہ اپنا بچاؤ کریں۔ اور خدا نہ کرے کہ علیؓ یا طلحہ یا زبیر یا اُن کے ساتھ والے اُن میں سے کوئی بھی اس تجویز کی طرف مائل ہو جو تمھارے مقاصد کے خلاف ہے۔ لہٰذا دیکھتے رہو کہ لوگوں کی کیا رائے قرار پائی ہے۔ اور صلح کی مخالفت کرتے رہو۔ مگر اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔

ابن سوداء کا جواب۔

عدی کا مشورہ

سالم کا خیال

شریح کا مشورہ

آخری تجویز

چوتھی فصل

قتال جنگ جمل اور طلحہؓ و زبیرؓ کو شکست

ذی قار سے روانگی۔ حضرت علیؓ کے لشکر کی ترتیب۔ حضرت عائشہؓ کے لشکر کی ترتیب۔ میدان جنگ۔ جو لوگ ام المومنین کو چھوڑ کر حضرت علیؓ سے مل گئے۔ حضرت علیؓ کی کوشش صلح۔ حضرت زبیر کا انتظار صلح۔ طلحہ و زبیر دونوں صلح کے امیدوار ہیں۔ حضرت علیؓ لڑائی سے بچنا چاہتے ہیں۔ دونوں طرف کے نیک نفس جنت میں جائیں گے! اس اندیشے سے بچنے کی احتیاط۔ پیام صلح۔ احنف بن قیس۔ اُس کی سرگذشت اس کی زبانی! احنف حضرت علیؓ کی خدمت میں۔ اس کی علحدگی۔ میدان جنگ میں علیؓ طلحہ و زبیر کی ملاقات۔ حضرت علیؓ کا اعتراض۔ حضرت طلحہ سے گفتگو۔ حضرت زبیر سے گفتگو۔ رسول اللہ صلعم کی پیشین گوئی۔ حضرت زبیر کی لڑائی سے دست کشی۔ عبداللہ بن زبیر کا ان کو پھر آمادہ کرنا۔ زبیر کی علحدگی کا دوسرا سبب نصرانی الاصل کعب کی بدنیتی۔ بعض طرفداران ام المومنین۔ قبائل کی فرودگاہیں۔ لشکر عائشہ کی تعداد آپ کی طرف سے پیام صلح۔ لشکر علیؓ کی فرودگاہیں باہمی میل جول۔ حضرت علیؓ کے لشکر کی تعداد۔ یکایک صلح ہو گئی۔ فتنہ انگیزوں نے بلا اجازت لڑائی چھیڑ دی۔ طلحہ و زبیر کی حیرت۔ منافقوں کی چالاکی۔ حضرت علیؓ کی تیاری اور حیرت۔ دونوں طرف کے اصول جنگ۔ حضرت عائشہ کا میدان میں آنا۔ زبیر و عمار کا مقابلہ۔ جناب عائشہ کی طرف شکست۔ اس کا باعث زبیر کی واپسی۔ اور شہادت۔ قاتل کا انجام۔ حضرت زبیر کی تلوار۔ حضرت طلحہ کی شہادت۔ مرتے وقت حضرت علیؓ کی بیعت۔ اور اپنی حالت پر افسوس۔

ذی قار سے روانگی۔

دوسرے روز علی الصباح حضرت علیؓ نے میدان ذی قار سے کوچ کیا۔ اور سارا لشکر آپ کے ساتھ تھا۔ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ بصرے کے بنی عبدالقیس بھی ہمراہ ہو گئے۔ چلتے چلتے آپ نے مقام زاویہ میں پڑاؤ ڈالا۔ اور وہاں سے چلے تو بصرے کا رخ کیا۔

حضرت علیؓ کے لشکر کی ترتیب

بصرے کے قریب پہونچے تو آپ نے آٹھ جھنڈے اور اُن کے لیے آٹھ سردار منتخب فرمائے پہلا علم سعد بن قیس ہمدانی کو دیا۔ اس کے نیچے قبائل حمیر و ہمدان تھے۔ دوسرا علم زیاد بن نضر حارثی کو عطا ہوا۔ اُن کے ماتحت بنی مذحج اور اشعری لوگ تھے۔ تیسرا نشان عدی بن حاتم کو مرحمت ہوا۔

اُن کے ساتھ سارے بنی طے تھے۔ چوتھا جھنڈا اسعد بن مسعود ثقفی مختار کے چچا کو عنایت ہوا اُن کے ہمراہ بنی قیس بنی عبس اور بنی ذبیان تھے۔ پانچواں نشان حجر بن عدی کندی کو عطا ہوا اُن کے علم کے نیچے بنی کندہ اہل حضر موت بنی قضاعہ اور بنی مہرہ تھے۔ چھٹا محنف بن سلیم ازدی کو دیا۔ اُن کے تحت میں بنی ازد، بنی بجیلہ، بنی خثعم اور بنی خزاعہ تھے۔ ساتواں علم محندوج ذہلی کے ہاتھ میں دیا۔ اُن کے ہمراہ بنی بکر بنی تغلب اور بنی ربیعہ کے گروہ تھے۔ آٹھواں علم حضرت عبداللہ بن عباس کو دیا۔ اُن کے ہمراہ قریش و انصار اور تمام اہل حجاز تھے۔ آپ کے میمنہ کے افسر اشتر اور میسرہ کے عمار بن یاسر تھے۔

حضرت عائشہؓ کے لشکر کی ترتیب

آپ کے قریب آپہونچنے کا حال سُن کر اُدھر طلحہ و زبیر نے اپنے لشکر کو یوں ترتیب دیا کہ سب سے بڑا علم عبداللہ بن حزام بن خویلد کے ہاتھ میں آیا۔ سواروں کے سردار محمد بن طلحہ اور پیدلوں کے عبداللہ بن زبیر تھے۔ بنی ازد کا جھنڈا کعب بن سور کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ میمنہ پر تھے۔ قریش اور بنی کنانہ کا علم عبدالرحمن بن عتاب بن اسید کے ہاتھ میں اور بنی تمیم کا ہلال بن وکیع دارمی کے ہاتھ میں تھا۔ اور یہ دونوں میسرہ پر تھے۔ اور ان دونوں کے اعلیٰ افسر عبدالرحمن بن حرث بن ہشام تھے۔ ان کے علاوہ بنی قیس کا جھنڈا مجاشع بن مسعود کے ہاتھ میں بنی تیم الرباب کا عمرو بن یثربی کے ہاتھ میں۔ انصار اور ثقیف اور ایک گروہ قیس کا علم عبداللہ بن عامر بن کریز کے پاس خزاعہ کا علم عبداللہ بن خلف خزاعی کے ہاتھ میں بنی قضاعہ کا عبدالرحمن بن جابر راسبی کے ہاتھ میں۔ بنی مدحج کا ربیع بن زیاد حارثی کے ہاتھ میں اور بنی ربیعہ کا عبداللہ بن مالک کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ سے جو فرضہ میں تھا چل کھڑے ہوئے۔ اور حضرت ام المومنین اُن کے ساتھ تھیں۔

میدان جنگ۔

جس مقام پر بعد کے زمانے میں عبیداللہ بن زیاد نے ایک قصر تعمیر کرا دیا تھا وہاں اسلام کے دونوں نامہربان بھائیوں کا سامنا ہوا۔ اور وسط عہ ماہ جمادی الآخری ۳۶ھ میں دونوں گروہ ایک دوسرے کے مقابل اتر پڑے۔ شقیق بن ثور نے جو حضرت عائشہ رضؓ کے گروہ میں تھا

جو لوگ ام المومنین کو چھوڑ کر حضرت علیؓ سے جا ملے۔

عمر بن مرحوم عبدی کے پاس کہلا بھیجا کہ میدان میں نکلو اور جیسے ہی نکلنا ہم کو اپنے ساتھ لے کر علیؓ کے لشکر میں داخل ہونا۔ چنانچہ وہ دونوں قبائل بنی عبدالقیس اور بنی بکر بن وائل کو ساتھ لے کر

عہ اخبار الطوال مصنفہ ابی حنیفہ دینوری۔ صفحہ ۱۴۷ و ۱۴۸

عہ ابی حنیفہ دینوری جمعرات کا روز اور ۱۰ جمادی الآخری کی بتاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کے لشکر سے نکلے۔ اور حضرت علیؓ کے پیروؤں میں جا ملے۔ اور اکثر لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ دونوں گروہ جس کے ساتھ ہوں گے وہی فتحیاب ہوگا۔

حضرت علیؓ کی کوشش صلح۔

دونوں لشکر تین روز تک آمنے سامنے پڑے رہے اور کسی طرف سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی حضرت امیر المومنین علیؓ کی یہ حالت تھی کہ برابر مراسلت فرماتے۔ اور حریفوں کو اپنی طرف بلاتے اور حضرت علیؓ کے لشکر کے کچھ لوگ جو آگے بڑھ گئے تھے وہ واپس آ کر آپ کے علم کے نیچے جمع ہوتے جاتے تھے۔

حضرت زبیر کا انتظار صلح۔

حضرت صدیقہ کا لشکر جیسے ہی یہاں اترا۔ ابو الجربا نے حضرت زبیر سے کہا "مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ علیؓ کے کل ہمراہی یہاں جمع ہوں ایک ہزار سواروں کو آپ ان کے مقابلے پر بھیجدیں"۔ زبیرؓ نے جواب دیا لڑائی کے معاملات کو ہم بھی جانتے اور سمجھتے ہیں مگر لڑنے سے پہلے ہم ان لوگوں کو اپنی طرف بلانا چاہتے ہیں۔ یہ بالکل نئی قسم کی لڑائی ہے ایسا واقعہ آج سے پیشتر کبھی نہیں پیش آیا تھا۔ اس میدان کے لڑنے والوں میں سے جو شخص خدا کے سامنے کوئی عذر نہ لے جائے گا روز جزا کو اس کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا ان لوگوں کی سفارت ابھی ابھی ہمارے پاس سے واپس گئی ہے جس سے صلح کی امید ہوتی ہے۔ لہٰذا تم اس مژدہ صلح کو سنو۔ خاموش رہو اور صبر کرو"۔

طلحہ و زبیر دونوں صلح کے امیدوار ہیں۔

صبرہ بن شیمان نے آ کے طلحہ و زبیر سے کہا "لڑائی کے لیے علیؓ سے کچھ مہلت حاصل کر لیجیے۔ اس لیے کہ معرکہ آرائی میں رائے صائب بمقابل سختی کرنے کے زیادہ سود مند ہوا کرتی ہے"۔ دونوں نے فرمایا "یہ ایسی لڑائی ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسی صورت نہیں پیش آئی تھی اس کے متعلق نہ قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی اور نہ کوئی حدیث موجود ہے۔ ایک گروہ ہماری تحریک کو ناجائز بتاتا ہے۔ ایک گروہ جس میں ہم ہیں کہتا ہے کہ نہ ہمارے لیے دست بردار ہو جانا مناسب ہے نہ دیر لگانا۔ علی کہتے ہیں کہ قاتلین عثمان کو چھوڑنا بڑا ہے لیکن اور باتیں جو اس سے بھی بڑی ہیں ان کے مقابلے میں اس کا اختیار کر لینا انسب ہے عنقریب حق ہم پر روشن اور آشکار ہو جائے گا۔ اور مسلمانوں کو بعض ایسے احکام ملے ہیں جو سود مند ہونے میں اس جھگڑے سے زیادہ عام ہیں"۔

حضرت علیؓ لڑائی سے بچنا چاہتے ہیں۔

ادھر حضرت علیؓ خطبہ کہنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے کہ اعور بن بنان منقری نے اٹھ کر درخواست کی ہمیں اہل بصرہ کے مقابلے پر بڑھائیے"۔ فرمایا "میں تو آگ کو بجھانا اور صلاح چاہتا ہوں"

شاید خداوند عالم اُمت محمدی سے تفرقہ کو دور کردے اور یہ لڑائی رُک جائے"۔ اعور نے پوچھا "اور اگر وہ لوگ نہ مانیں"۔ ارشاد ہوا "سنو۔ جبتک وہ لوگ نہ بولیں گے میں بھی نہ بولوں گا"۔ پوچھا "اور جو وہ خاموش بھی نہ بیٹھنے دیں"۔ فرمایا "اُس وقت ہم فقط اپنی جانوں کو اُن کے ہاتھ سے بچائیں گے"۔ آخر اعور نے پوچھا "تو کیا ہم پر اُن کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے اُن پر ہیں؟" فرمایا "بیشک"۔

دونوں طرف کے نیک نفس جنت میں جائیں گے۔

اسی طرح ابوسلامہ دالانی نے حضرت علیؓ سے پوچھا یا حضرت۔ یہ لوگ جو اس خون کے دعویدار ہیں اگر ان کی نیت بخیر ہو اور خلوص عقیدت سے عثمانؓ کے خون کا انتقام چاہتے ہوں تو اُن کے لیے خدا کے سامنے کافی عذر ہوگا؟ فرمایا "بیشک ہوگا"۔ اس نے سوال کیا "اور آپ اگر اس لڑائی میں تاخیر فرمائیں تو کیا آپ کے لیے بھی اس میں کافی عذر پیدا ہو جائے گا"۔ فرمایا "ہاں ہو جائے گا۔ جس امر میں پورا علم نہ ہو اُس میں وہی طرز عمل مناسب ہوا کرتا ہے جس میں زیادہ وسعت ہو اور جس کے اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط عمل میں لائی گئی ہو"۔ اس نے پوچھا "اور کل لڑائی چھڑنے کے بعد ہمارا اور ان کا کیا حال ہوگا؟" ارشاد ہوا "مجھے امید ہے کہ دونوں طرف جو شخص خالصۃً للہ ارادۂ خیر سے مارا جائے گا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا"۔

اس اندیشے سے بچنے کی احتیاط۔

اس کے بعد آپ نے خطبہ میں فرمایا "لوگو! اپنے ان حریفوں کے متعلق اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو۔ اور خبردار ہم سے آگے نہ بڑھ جانا۔ آج جو کوئی عداوت کے جذبات سے کام لے گا کل خدا اُس کا دشمن ہوگا"۔

پیام صلح۔

پھر آپ نے حکیم بن سلامہ اور مالک بن حبیب کی معرفت طلحہؓ و زبیرؓ کے پاس کہلا بھیجا "اگر آپ لوگ اسی خیال پر ہیں جس پر آپ نے قعقاع کو رخصت کیا تھا تو ابھی لڑائی سے ہاتھ روکیے تاکہ ہم یہاں قیام کر کے اس امر میں غور کریں"۔

احنف بن قیس۔

احنف بن قیس اور قبیلہ بنی سعد والے لڑائی کے لیے تیار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان لوگوں نے حرقوص بن زہیر کو بچایا تھا اور بصرے والوں سے علٰحدہ ہو کر چلے آئے تھے خود احنف نے حضرت عثمانؓ کے شہید ہو جانے کے بعد مدینہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس لیے کہ حج کو گیا تھا وہاں سے واپس آکر مدینہ میں پہنچا تو دیکھا کہ لوگ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس نے بھی بیعت کر لی اور کہتا تھا کہ میں نے اُس وقت بیعت کی جب مدینے کے اندر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور حضرات طلحہؓ و زبیرؓ سے مل لیا۔ میں

اس کی شرکت اس کی زبانی۔

حج کے لیے جاتے وقت جب مدینہ میں گزرا تو عثمانؓ محصور تھے۔ لہٰذا ان سب صاحبوں سے مل کر ان کے خیالات دریافت کیے اور کہا کہ عثمانؓ مجھے بچتے نہیں نظر آتے۔ اگر وہ نہ بچے تو ان کے بعد آپ مجھے کس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ سب نے کہا کہ علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد واپسی میں جب مدینے میں گزر ہوا تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ مارے جا چکے اور لوگ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ میں نے بھی فوراً جا کے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اپنے وطن بصرے میں چلے آیا۔ اور دیکھا کہ تمام انتظامات درست ہو گئے۔ اسی اطمینان میں تھا کہ یکایک ایک شخص نے آ کر کہا عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ آئے ہیں اور تمھیں بُلاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیوں آئے ہیں؟ کہا عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے اور علیؓ سے لڑنے کو۔ اسی امر میں وہ تم سے مدد مانگتے ہیں۔ اُن کا یہ پیام آتے ہی ایک نہایت خطرناک معاملہ میری نظر کے سامنے ہو گیا۔ اور دل میں کہا ایک طرف تو ام المومنین اور حواری رسول اللہ صلعم کی نافرمانی سخت معصیت ہے۔ دوسری طرف ابن عم رسول اللہ صلعم سے لڑنا اُس سے زیادہ معصیت ہے۔ مگر گیا کرتا اُن حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے مختلف باتوں کا حکم دیا۔ اور میں نے کہا "یا جناب ام المومنین اور اے حضرات طلحہؓ و زبیرؓ آپ کو میں خدا کا واسطہ دلا کر پوچھتا ہوں کہ بتائیے میں نے آپ سے نہیں پوچھ لیا تھا کہ کس کے ہاتھ پر بیعت کروں اور آپ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم دیا تھا؟" انھوں نے کہا "ہاں ہم نے تم کو اس کا حکم دیا تھا۔ لیکن اب علیؓ نے معاملات کو بدل دیا۔" میں نے کہا تو سنئے میں صاف عرض کیے دیتا ہوں۔ جب تک ام المومنین آپ کے ساتھ ہیں میں آپ سے لڑوں گا نہ ابن عم رسول اللہ صلعم سے جن کے ہاتھ پر آپ ہی کے حکم سے بیعت کر چکا ہوں بلکہ میں سب سے الگ ہو جاؤں گا" اس کی اُن لوگوں نے اجازت دی۔ چنانچہ میں اپنے چھ ہزار کے گروہ کو لے کر الگ ہو گیا۔ اور "جلجا" نام ایک مقام میں جا کے قیام کیا جو بصرے سے دو فرسخ پر تھا۔ پھر جب حضرت علیؓ تشریف لائے تو احنف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری قوم کے جو لوگ بصرے میں ہیں ان کا خیال ہے کہ کل جب آپ کو فتح حاصل ہو گی اور آپ بصرے پر قابض ہوں گے تو ہماری قوم والوں کے ساتھ یہ سلوک کریں گے کہ ان کو قتل کریں گے اور اُن کی عورتوں کو لونڈیاں بنائیں گے؟" آپ نے فرمایا "مجھ سے شخص سے ایسا اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ کافر و مرتد کے سوا کسی کے ساتھ بھی ایسا سلوک جائز ہے؟ اور یہ لوگ تو مسلمان ہیں"۔ احنف نے عرض کیا تو پھر میرے متعلق آپ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار فرمائیں۔ یا تو میں آپ کی رفاقت اختیار کر کے اپنے

احنف حضرت علیؓ کی خدمت میں۔

جھنڈے کے نیچے لڑوں یا دس ہزار تلواروں کو آپ کی مخالفت سے روک دوں[1]۔" آپ نے فرمایا "اور اس کا کیا علاج ہوگا کہ تم اپنے لوگوں سے کہہ چکے ہو کہ لڑائی سے الگ رہیں"۔ عرض کیا خدا سے وفاداری کرنا لڑنے ہی میں ہے"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "تو پھر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم دس ہزار تلواروں کو روکو"۔ آپ کا یہ ارشاد سن کر وہ واپس چلا گیا اور اپنے رفقا کو اس پر آمادہ کرنے لگا کہ لڑائی سے الگ تھلگ رہیں۔ چنانچہ پہلے اس نے بنی خندف کو پکارا، پھر بنی تمیم کو آواز دی۔ دونوں گروہوں میں سے تھوڑے تھوڑے آدمی لڑائی سے دست بردار ہو کر اس کے ساتھ ہو گئے۔ پھر بنی سعد کو پکارا اور سارے بنی سعد لڑنے والوں میں سے نکل آئے۔ ان سب لوگوں کو لے کر وہ حضرت علیؓ کی فوج سے الگ ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔ پھر جب لڑائی ہوئی اور حضرت علیؓ فتحیاب ہوئے تو اور سب لوگوں کی طرح اس نے اور اس گروہ نے بھی حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

احنف کی علیحدگی

جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا تھے۔ حضرت زبیر بن عوام گھوڑے پر سوار صفوں سے نکل کر میدان جنگ میں آ گئے۔[2] لوگوں نے حضرت علیؓ کو بتایا کہ "وہ دیکھیے زبیر نکلے ہیں"۔ آپ نے ادھر ادھر نظر دوڑا کے فرمایا "ان میں بمقابل ان کے رفیق طلحہ کے زیادہ صلاحیت ہے"۔ یہ فرمایا ہی تھا کہ طلحہ بھی نکل کر میدان میں آ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے بھی گھوڑے کی باگ اٹھا دی۔ اور ان کے اس قدر قریب پہونچ گئے کہ دونوں حریفوں کے گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں۔ پاس جا کر حضرت علیؓ نے فرمایا "تم نے گھوڑے اور اسلحہ تو فراہم کر لیے مگر خدا کے سامنے پیش کرنے کے لیے کوئی عذر بھی پیدا کیا؟ خدا سے ڈرو۔ اور تمھاری مثال اس عورت کی سی نہ ہو جائے جس نے سوت کات کے تیار کیا اور پھر جو کچھ کاتا تھا اس کو خود ہی توڑ کے رکھ دیا۔ کیا میں تمھارا دینی بھائی نہ تھا کہ میرا خون تم پر اور تمھارا مجھ پر حرام ہو یا کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے جس کے باعث میرا خون تم پر حلال ہو گیا ہے؟" طلحہ نے کہا "تم نے عثمانؓ کے خلاف شورش پیدا کرائی"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "روز قیامت کو خدا لوگوں کے حق کو پورا کرے گا۔ طلحہ! تم عثمانؓ کے خون کا انتقام چاہتے ہو

میدان جنگ میں علی طلحہ و زبیر کی ملاقات۔

حضرت علیؓ کا عام اعلان عفو۔

حضرت طلحہ سے گفتگو۔

---

[1] ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاسۃ میں احنف کے یہ الفاظ لکھے ہیں "یا میں دو سو آدمیوں کے ساتھ آ کر آپ کا ساتھ دوں یا چار ہزار تلواروں کو آپ کی مخالفت سے روک دوں"۔ الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۹۲

[2] ابو حنیفہ دینوری کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ خود میدان میں آئے اور حضرت زبیر کو بلوایا۔ دیکھو اخبار الطوال صفحہ ۱۴۹۔

خدا لعنت کرے قاتلین عثمانؓ پر۔ اور اے طلحہ تم رسول خدا صلعم کی محبوبہ کو لے کر آئے ہو کہ اُن کو ساتھ لے کر لڑو۔ مگر اپنی بیوی کو گھر سے نہیں نکالا۔ اور کیا تم نے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی؟" طلحہ نے کہا "ہاں کی مگر اس وقت جب تلوار میری گردن پر رکھ دی گئی"۔

حضرت زبیرؓ سے گفتگو

اب حضرت علیؓ جناب زبیر کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا "تم میدان میں کس لیے آئے ہو؟" کہا "اس لیے کہ میں تمھیں خلافت کے لیے موزوں نہیں سمجھتا۔ اور نہ تمھیں ہم لوگوں سے زیادہ اس کا استحقاق حاصل ہے"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "کیا عثمانؓ کے بعد میں اس کا اہل نہ تھا؟ ہم لوگ تمھیں خاندان عبدالمطلب میں شمار کرتے تھے یہاں تک کہ تمھارا بیٹا بڑا ہو کر بُرا ثابت ہوا۔ اور اُس نے ہمارے تمھارے درمیان تفرقہ ڈال دیا۔ اس کے سوا چند اور خیالات ظاہر کیے اور فرمایا "تمھیں وہ دن یاد ہے جس روز رسول خدا صلعم کے ہمراہ تم بنی غنم میں گئے تھے وہاں آنحضرت میری طرف دیکھ کر ہنسے اور تم بھی میری طرف دیکھ کر ہنسے اور کہا ابن ابی طالب اپنی نخوت سے باز نہیں آتے اس پر حضور رسالتؐ مآب نے فرمایا ان میں نخوت نہیں ہے۔ تم کبھی ان سے لڑو گے۔ مگر تمھاری زیادتی ہوگی۔ اور تم ہی ان کے حق میں ظالم ہو گے"۔ زبیرؓ نے قبول کیا کہ بیشک آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا تھا۔ مگر مجھے یاد نہ تھا ورنہ میں ہرگز تمھارے مقابلے پر نہ آتا۔ اور اب میں خدا کی قسم ہرگز نہ لڑوں گا"۔ اس گفتگو کے بعد حضرت علیؓ میدان سے واپس آئے اور اپنے یہاں لوگوں سے بیان فرمایا کہ زبیرؓ نے تو عہد کر لیا کہ اب نہ لڑیں گے۔

رسول اللہ صلعم کی پیشین گوئی۔

حضرت زبیر کی لڑائی سے دست کشی۔

حضرت زبیر جو میدان سے واپس گئے تو سیدھے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "مجھے بجز آج کے کبھی کوئی ایسا موقع نہیں پیش آیا تھا کہ اپنی حالت کو پہچانتا نہ ہوں"۔ حضرت ام المومنین نے پوچھا "تو کیا ارادہ ہے" کہا "یہ کہ سب کو چھوڑ کے چلا جاؤں"۔ یہ الفاظ سن کر اُن کے فرزند عبداللہ نے کہا "خوب۔ آپ نے دونوں لشکروں کو لاکے ایک دوسرے کے مقابل

عبداللہ بن زبیر کا اپنے پدر بزرگوار کو ابھارنا۔

ملے یہ گفتگو بہت مختلف فیہ ہے۔ ابن قتیبہ کے بیان کے مطابق یوں ہے کہ حضرت علیؓ نے طلحہؓ و زبیرؓ سے کہا "عائشہؓ سے جا کے خدا اور رسول کا واسطہ دلا کر پوچھو (۱) قریش میں کوئی بھی بہ لحاظ میرے خدا اور رسولؐ کے تعلقات اور سب سے پہلے ایمان لانے کے مجھ پر فوقیت رکھتا ہے؟ (۲) میں نے اپنے نیزے اور تلوار سے رسول اللہ صلعم کو کفار عرب سے بچایا یا نہیں (۳) میں عثمانؓ کے خون سے بری الذمہ ہوں (۴) اور میں نے کسی کو اپنی بیعت کرنے پر مجبور نہیں کیا؟ (۵) میں نے تم دونوں کی بہ نسبت عثمانؓ کو اچھی صلاح دی"۔ اس پر طلحہ نے سخت کلامی کی اور زبیر نرم ہو گئے۔ اور پھر حضرت علیؓ واپس گئے۔ دیکھو الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۶۳

کھڑا کر دیا۔ اور بعض لوگوں میں لڑائی بھی ہوگئی۔ جب یہاں تک نوبت پہونچ چکی تو آپ چاہتے ہیں
چھوڑ کے چلے جائیں! معلوم ہوتا ہے ابن ابی طالب کے جھنڈے دیکھ کر آپ ڈر گئے"۔
ان باتوں نے پھر ان کو لڑائی پر آمادہ کیا مگر کہا میں تو حلف اٹھا چکا ہوں کہ علیؓ سے نہ لڑوں گا۔
بیٹے نے کہا "تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیجیے"۔ چنانچہ زبیر نے اس قسم کے کفارے میں اپنے
غلام "مکحول" یا "جرجس" کو آزاد کر دیا۔

زبیر کی علحدگی کا دوسرا سبب۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زبیر کے لڑائی سے دست بردار ہونے کا باعث یہ ہوا کہ انھوں نے
سنا عمار بن یاسرؓ حضرت علی کے ساتھ ہیں اور ڈرے کہ ایسا نہ ہو عمار اس لڑائی میں مارے جائیں
اس لیے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے عمار سے فرمایا تھا کہ "تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا"۔

نصرانی الاصل کعب کی دغلی۔

حضرت عائشہ نے مسجد حدان میں نزول اجلال فرمایا جو بنی اسد کی آبادی میں واقع تھی
اس قبیلہ کے سردار صبرہ بن شیمان تھے۔ کعب بن سور نے ان سے کہا "حریف لشکروں کا جب
سامنا ہو جاتا ہے تو وہ قابو میں نہیں رہتے۔ اور ان کی حالت کف بھرے ہوئے سمندر کی سی ہوتی ہے
جس کی موجیں کسی کے روکے نہیں رکتیں۔ لہذا تمھارے لیے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
میرا ساتھ دو۔ اپنے گروہ کو لے کر میدان جنگ سے چلے جاؤ۔ میرے نزدیک صلح نہ ہوگی۔ اور
ایسی حالت میں بنی مضر اور بنی ربیعہ کو آپس میں لڑنے دو۔ دونوں گروہ بھائی بھائی ہیں۔ صلح
کر لیں تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اور لڑیں تو ان کو کمزور پا کر کل ہم ان پر حاکم ہوں گے"۔ یہ کعب
اسلام لانے سے پیشتر نصرانی تھا۔ لہذا صبرہ نے اس کی گفتگو سن کر کہا "معلوم ہوتا ہے ابھی
تم میں نصرانیت کے جذبات باقی ہیں۔ مجھے مشورہ دیتے ہو کہ لوگوں کی اصلاح کے لیے جو یہ
کوشش ہو رہی ہے اس سے الگ ہو جاؤں! اور صلح نہ ہو تو ام المومنین محبوبۂ رسول خداؐ اور طلحہ و زبیر
کی رفاقت چھوڑ دوں! اور خون عثمانؓ کا انتقام لینے سے باز آ جاؤں! خدا کی قسم یہ مجھ سے
نہ ہوگا"۔ چنانچہ انھوں نے قبائل یمن کو لڑائی میں ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔

مضر طرفداران ام المومنین۔

منجاب بن راشد کل بنی رباب کے ساتھ حضرت عائشہ کے ساتھ تھا۔ بنی رباب کے
تحت میں بنی عدی۔ بنی تیم۔ بنی ثور۔ بنی عکل۔ بنی عبد مناف بن اد۔ بنی ضبہ بن اد تھے۔ اسی طرح
آپ کے ہمراہ ابو الجرباء بنی عمرو بن تمیم کے ساتھ۔ اور ہلال بن وکیع بنی حنظلہ کے ساتھ۔

۱؎ بعض مورخین کا بیان ہے کہ حضرت زبیر نے دوبارہ لڑنے کو نہیں قبول کیا اور اسی وقت میدان سے روانہ ہو گئے۔

صبرہ بن شیمان بنی ازد کے ساتھ۔ مجاشع بن مسعود سلمی بنی سلیم کے ساتھ۔ زفر بن حرث بنی عامر و بنی غطفان کے ساتھ۔ خریت بن راشد بنی ناجیہ کے ساتھ تھے۔ اور قبائل یمن کے افسر ذوالاجرہ حمیری تھے۔

قبائل کی فرودگاہیں

جیسے ہی طلحہ و زبیر بڑھے تمام مضری لوگ اُن کے قریب اُترے۔ مضریوں سے ذراہٹ کر بلندی پر بنی ربیعہ نے پڑاؤ ڈالا۔ اُن سے ذراہٹ کر نشیب کی طرف اہلِ یمن اترے۔ اور اُن سب کو یقین تھا کہ صلح ہو جائے گی۔ حضرت عائشہ اُس وقت تک حدان میں تھیں۔ اور سارا لشکر اپنے سرداروں کے زیر علم مقام زابوقہ میں تھا۔ اور ان سب کی مجموعی تعداد تیس ہزار سپہگروں کی تھی۔ حضرت صدیقہ کی طرف سے حکیم اور مالک یہ پیام لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہم اس عہد پر قائم ہیں جو قعقاع سے طے ہو چکا ہے۔

لشکر عائشہ کی تعداد

آپ کی طرف سے پیام صلح۔

حضرت عائشہ کے مقابل حضرت علیؓ آگے اُترے اور لشکر کے اترنے کی یہ شان تھی کہ بنی مضر کے مقابل بنی مضر، بنی ربیعہ کے مقابل بنی ربیعہ، اہل یمن کے مقابل اہل یمن ٹھہرے۔ اس لیے کہ ان سب قبائل کے گروہ دونوں جانب موجود تھے۔ اگرچہ یہ لوگ دشمنوں کی شان سے ایک دوسرے کے مقابل ٹھہرے ہوئے تھے۔ مگر دونوں طرف سے نکل نکل کے اپنے حریف بھائیوں سے ملتے جلتے اور بجز صلح کے کسی بات کا ذکر نہ آتا۔ حضرت علیؓ کے زیر علم بیس ہزار جوانمرد تھے۔

لشکر علیؓ کی فرودگاہیں۔

باہمی میل جول۔

حضرت علیؓ کے لشکر کی تعداد

حضرات علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اپنے لشکروں سے نکل کے ملے اور صلح پر اتفاق ہو گیا اور دونوں فریقوں کے نزدیک صلح سے بہتر کوئی بات نہ تھی۔ چنانچہ اسی تجویز کو طے کر کے تینوں صاحب اپنے اپنے لشکروں میں واپس گئے۔ اور شام کے وقت حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا۔ اور صلح ہونے کی خبر اپنی فوج کے تمام سرداروں کو کر دی۔ اِدھر طلحہؓ و زبیرؓ نے بھی اپنے لشکر کے افسروں کو صلح کی اطلاع دی۔ چنانچہ دونوں طرف کے لوگ رات کو ایسے اطمینان سے سوئے کہ اس زمانے میں کسی رات کو ایسا اطمینان نہ نصیب ہوا تھا۔

کلیتہً صلح ہو گئی

مگر جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف ہنگامہ کیا تھا اُن کے حق میں اس سے بدتر اور اس سے زیادہ تکلیف کی کوئی رات نہیں گذری تھی۔ انھیں اپنی ہلاکت سامنے نظر آتی تھی۔ رات بھر مشورہ کرتے رہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اور آخر اس پر سب نے اتفاق کیا کہ ہمیں لڑائی چھیڑ دینی چاہیے۔ چنانچہ صبح کو منہ اندھیرے مسلح ہو کر نکلے۔ اور قبل اس کے کہ لشکر کو خبر ہو ان فتنہ اندازوں میں سے جو مضری تھے لشکر صدیقہؓ کے مضریوں پر، جو بنی ربیعہ

فتنہ انگیزوں نے [illegible]

میں سے تھے اُن کے بنی ربیعہ پر۔ اور جو تمیمی تھے اُن کے ہمینوں پر جا پڑے اور خونریزی شروع کر دی۔ حضرت علیؓ کی طرف سے یہ یورش دیکھ کر اہل بصرہ یعنے حضرت عائشہؓ کے لشکر میں برہمی پیدا ہو گئی۔ لوگ اپنے اپنے سرداروں کی طرف دوڑے۔ طلحہ و زبیر نے اسی وقت بنی ربیعہ پر جو میمنہ میں تھے عبدالرحمٰن بن حرث کو اور میسرہ پر عبدالرحمٰن بن عتاب کو سردار مقرر کر دیا۔ خود

طلحہ و زبیر کی حیرت

قلب فوج میں ٹھہرے اور حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا؟ یا تو صلح کی گفتگو ہو رہی تھی یا یکایک لڑائی چھیڑ دی گئی۔ لوگوں نے اُن سے آکر کہا "اہل کوفہ یعنے لشکر علیؓ نے ہم پر شبخون مارا۔ اور دونوں صاحب بولے "ہم تو پہلے سے جانتے تھے کہ علیؓ بے خونریزی کیے نہ رہیں گے۔ اور وہ ہرگز ہماری موافقت نہ کریں گے"۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ کے سپہگروں نے حملہ کر کے حضرت علیؓ کی طرف کے ان فتنہ جو حملہ آوروں کو پیچھے ڈھکیل کر اُن کے لشکر میں کر دیا۔

مفتنوں کی چالاکی

حضرت علیؓ اور دیگر معززین کوفہ نے جو لڑائی کا ہنگامہ سُنا تو پریشان ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ پیروان ابن سبا کا مفتنی گروہ تھا۔ یہ لوگ جس طرح بنے دونوں لشکروں کو لڑانا چاہتے تھے انھوں نے اپنے ایک گروہ کے ایک شخص کو حضرت علیؓ کے خیمے کے قریب کھڑا کر دیا تھا کہ آپ کچھ پوچھیں تو واقعات کی اطلاع اپنے مقصد کے مطابق دیا کرے۔ آپ نے جیسے ہی پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ اس نے بڑھ کے عرض کیا "ہم لوگ غافل تھے کہ مخالفوں کے ایک گروہ نے یکا یک ہم پر شبخون مارا۔ ہم نے ان سب کو مار کے ہٹا دیا۔ مگر جب تعاقب کرتے ہوئے ان کے لشکر کے قریب پہونچے تو سب کو حملے کے لیے تیار پایا۔ فوراً پلٹے۔ مگر وہ سب لوگ ہم پر آپڑے اور لڑائی چھڑ گئی"۔

حضرت علیؓ کی تیاری اور حیرت۔

یہ حال سنتے ہی حضرت علیؓ نے میمنہ کے سردار کو میمنہ پر۔ میسرہ کے افسر کو میسرہ پر بھیجا اور فرمایا "میں جانتا تھا کہ طلحہ و زبیر بے خونریزی کیے نہ مانیں گے۔ اور ہم سے اتفاق نہ کریں گے۔" اب حضرت علیؓ نے اپنی طرف کے لوگوں کو دیکھا کہ برابر بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ پکار پکار کے کہنا شروع کیا کہ "روکو روکو" مگر سبائی لوگ کسی طرح نہ رکتے تھے۔

دونوں طرف کے اصول جنگ۔

اس فتنہ میں سب لوگوں کی یہ رائے تھی کہ جب تک دوسری جانب سے پہل نہ ہو لڑائی اپنی طرف سے نہ چھیڑی جائے اور مقصد یہ تھا کہ خدا کے سامنے یہ حجت پیش کی جا سکے کہ ہم نے لڑائی نہیں شروع کی۔ ساتھ ہی یہ بھی طے ہو گیا تھا کہ نہ کوئی بھاگنے والا قتل کیا جائے نہ کسی زخمی پر ہتھیار چلایا جائے۔ نہ کسی مقتول کا لباس و سامان جنگ اُتارا جائے اور نہ بعد

فتح بصرے پر تاخت و تاراج کی جائے۔

حضرت عائشہ کی میدان میں آمد۔

کعب بن سور نے جو دیکھا کہ بازار قتال گرم ہو گیا تو دوڑتا ہوا حضرت اُم المومنین عائشہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے مادر مہربان۔ خبر لیجیے۔ لوگ بجز لڑائی کے کچھ نہیں مانتے۔ شاید حضور کی محمل دیکھ کر لوگ صلح کر لیں۔" آپ فوراً ناقہ مبارک پر سوار ہوئیں۔ جاں نثار فرزندوں نے حفاظت کے لیے محمل کے اوپر چاروں طرف زرہیں اُتار اُتار کے ڈال دیں[1] اور اس شان سے آپ بصرے کی آبادی سے نکل کر اس میدان میں پہونچیں جہاں ہنگامہ جدال گرم تھا مگر لڑنے والوں کا شور و غوغا سُنا نو رُک گئیں۔

زبیر و عمار کا مقابلہ۔

اب میدان بخوبی گرم تھا۔ زبیر معرکہ آرائی کے لیے میدان میں آئے تو عمار بن یاسر اُن کے مقابلے کو نکلے اور آتے ہی اُن پر حملہ کر دیا۔ عمار برابر نیزے سے حربے کر رہے تھے۔ مگر زبیر اُن کا حربہ روکتے اور اپنی طرف سے حربہ نہ کرتے۔ بار بار کہتے "اے ابو الیقظان (یہ عمار کی کنیت تھی) کیا مجھے مار ڈالو گے؟" اور عمار جواب دیتے "نہیں، اے ابو عبداللہ (یہ حضرت زبیر کی کنیت ہے) نہیں"۔ زبیر جو عمار پر حملہ نہ کرتے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت رسول خدا صلعم کو عمار سے ایک بار یہ فرماتے سنا تھا کہ "تم کو ایک گروہ باغی قتل کرے گا"۔ اس ارشاد رسالت کا دھڑکا نہ لگا ہوتا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عمار کا کام تمام کر دیتے۔

خود قعقاع کہا کرتے کہ جمل اور صفین کی قلب فوج کی لڑائیوں سے زیادہ مشابہ سعر کے میں نے زندگی میں نہیں دیکھے۔ ہم اپنے نیزوں سے دشمنوں کو روکتے اور اُن کی نیچے کی نوکوں کو زمین پر ٹیک کے سہارا دیے ہوئے تھے۔ دشمنوں کے نیزوں کی ایسی کثرت تھی کہ اگر کوئی چاہتا تو نیزوں ہی نیزوں پر قدم رکھتا ہوا چلا جاتا۔ عبداللہ بن سنان کاہلی کہتے ہیں کہ "اس لڑائی میں پہلے ہم نے تیر برسانا شروع کیے۔ جب تیر نہ رہے تو نیزہ بازی شروع کی۔ یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ گئے جو کہیں ہمارے اور کہیں مخالفوں کے سینوں میں اٹک کے رہ گئے۔ اب ہم نے تلواریں کھینچیں جو شپاشپ چل رہی تھیں۔ اور اُن سے ایسی آوازیں نکلتی تھیں کہ معلوم ہوتا دھوبی کپڑوں کو پاٹوں پر مار رہے ہیں۔

[1] بعض مورخین کہتے ہیں کہ آپ کی محمل فولادی پتر جڑ کے مضبوط کی گئی تھی۔ مگر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ اس پر زرہیں ڈالی دی گئیں۔

جناب عائشہؓ کی طرف شکست۔

حضرت عائشہ اپنی اونٹنی پر سوار ٹھہری ہوئی تھیں کہ ایک سخت ہنگامہ سُنا۔ پوچھا "یہ کیا ہے؟" کسی نے کہا "فوج کا شور و غل" پوچھا "اس میں بھلائی ہے یا بُرائی؟" جواب ملا "بُرائی" ادھر یہ الفاظ جناب صدیقہ کے کان میں آئے اور ادھر میدان میں آپ کی فوج کو شکست ہو گئی۔

اس کا باعث۔

شکست کا باعث یہ ہوا کہ حضرت صدیقہ کی طرف کے اصلی مرد میدان حضرات زبیرؓ و طلحہؓ تھے۔ زبیر کو عمار کے حملے روکتے روکتے اور اس اندیشے سے خوف کھاتے کہ عمار کا قاتل باغی ہو گا حضرت رسول اکرم صلعم کا وہ ارشاد یاد آیا جو حضرت علیؓ نے یاد دلایا تھا کہ "تم علیؓ سے لڑو گے اور تم ہی ظالم ہو گے۔ فوراً لڑائی سے منہ پھیر دیا! اپنے غلام کو حکم دیا کہ میں

زبیر کی واپسی۔

چلتا ہوں تو میرا اسباب لے کر آجانا"۔ اور یہ بصرے کی آبادی سے گذر کر ایک ندی کی طرف چلے جو "وادی سبع" کے نام سے مشہور تھی۔ راستے میں ان کا گزر احنف بن قیس کے مسکن کی طرف سے ہوا جو دونوں گروہوں سے الگ ہو گیا تھا۔ احنف نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کوئی ہے جو ان کی خبر لے آئے کہ کیوں جاتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں؟" عمرو بن جرموز بولا۔ "اس خدمت کو میں انجام دوں گا" اور فوراً گھوڑا اڑھا کے زبیر کے گھوڑے سے ملا دیا۔ حضرت زبیر نے پلٹ کے اُسے دیکھا۔ پوچھا "کیوں کیا ہے؟" کہا "میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں" حضرت زبیر کا ایک غلام عطیہ ہمراہ تھا بولا "اگر یہ شخص تو مسلح ہے"! حضرت زبیر بولے "اکیلے ایک شخص سے تو کیوں ڈرتا ہے؟" اب سب آگے بڑھے تھوڑی دور چل کے حضرت زبیر نے کہا "نماز کا وقت آگیا؟" ابن جرموز نے بھی یہی کہا کہ "ہاں نماز کا وقت آگیا" اس کے بعد نماز کے لیے دونوں

اور شہادت۔

گھوڑوں سے اُترے تو ابن جرموز پیچھے ہو گیا۔ زرہ کی بندش کے مقام میں نیزہ مار کے ایک ہی وار میں آپ کو شہید کر ڈالا۔ پھر آپ کا گھوڑا آپ کے ہتھیار اور آپ کی انگوٹھی لے کر چلتا بنا۔ اور اس کے آنے کے بعد غلام نے حضرت زبیر کی لاش کو وہیں وادی سبع میں دفن کر دیا۔

قاتل کا انجام۔

عمرو بن جرموز یہاں سے چلا تو احنف کے پاس پہونچا اور لوگوں کو اپنی کارگزاری کی خبر کی۔ احنف نے کہا "میں نہیں کہہ سکتا کہ تم نے یہ اچھا کام کیا ہے یا بُرا"۔ تب وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حاجب کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ قاتل زبیر باریابی کا امیدوار ہے۔ آپ نے

حضرت زبیر کی تلوار۔

سنتے ہی دربان سے فرمایا۔ "اسے آنے کی اجازت دو۔ اور دوزخی ہونے کی خبر سُنا دو" اُس نے حاضر ہو کر زبیر کی تلوار نذر کی۔ آپ نے لے لی۔ اور اُس کو غور سے ملاحظہ کر کے فرمایا "کتنی مدت تک اس تلوار کے ذریعے سے زبیرؓ نے حضرت سرور عالم کی مصیبتیں دور کی ہیں۔ پھر ہنگامہ کے

فرو ہوجانے کے بعد وہ تلوار حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیج دی۔

حضرت طلحہ کی شہادت۔

اُدھر حضرت طلحہ کا یہ حال ہوا کہ ران پر ایک ناگہانی تیر پڑا جس نے پاؤں کو گھوڑے کے پیٹ میں سی دیا۔ تیر کھاتے ہی آپ نے غل مچایا خدا کے بندو۔ یہاں آؤ۔ یہاں آؤ۔ اور صبر سے کام لو۔ صبر سے کام لو۔" فوراً اتفاق سے جو حضرت علیؓ کے رفقا میں تھے آ گئے اور ران کی حالت دیکھ کر کہا "اے ابو محمد۔ آپ تو زخمی اور نبرد آزمائی سے معذور ہیں۔ خون پاؤں سے جاری تھا اور کہہ رہے تھے کہ "خداوندا عثمانؓ کے لیے میری جان قبول کر لے تاکہ تو راضی ہو جائے۔" پھر جب موزہ خون سے بھر گیا اور بھاری ہو گیا تو اپنے غلام سے کہا "میرے پیچھے گھوڑے پر سوار ہو لے اور مجھے پکڑے اور کسی مکان کے اندر لے چل تاکہ گھوڑے سے اتروں۔ ایک اُجاڑ مکان میں اُس نے لے جا کر اتار دیا۔ اور وہیں اُن کا انتقال ہوا۔

مرتے وقت حضرت علی کی بیعت۔

کہتے ہیں کہ حضرت علی کے رفیقوں میں سے کوئی شخص اُدھر سے گزرا طلحہؓ نے اُس سے پوچھا "تم امیر المومنین کے رفقا میں ہو؟" اُس نے کہا "جی ہاں" کہا "ہاتھ بڑھاؤ کہ تمھارے ہاتھ پہ میں علی کی بیعت کر لوں۔ اُس نے ہاتھ دیا اور آپ نے بیعت کر لی جس کا باعث یہ تھا کہ حضرت رسول خدا صلعم کے اس وعید سے خائف تھے "مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ عَلٰى رَقَبَتِهٖ بَيْعَةٌ لِاِمَامٍ فَمَاتَ مِيْتَةً الْجَاهِلِيَّةِ" جو کوئی مر گیا اور اُس کی گردن پر کسی امام کی بیعت نہ ہوئی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔"

اور اپنی حالت پہ افسوس۔

جب انتقال ہو گیا تو لوگوں نے بنی سعد کے محلے میں دفن کر دیا۔ مرتے وقت فرمایا "کسی کا خون اس طرح ضائع نہ ہوا ہوگا جس طرح میرا خون ضائع ہوا۔" کہتے ہیں کہ اُن پر مروان کا تیر پڑا تھا اور بعض راویوں کا خیال ہے کہ نہیں کسی اور کا تھا۔

پانچویں فصل

جنگ جمل کا اختتام و انجام

حضرت صدیقہ کا میدان میں آنا۔ آپ پر دشمنوں کا نرغہ۔ آپ بھاگے ہوؤں کو للکارتی ہیں
آپ کے للکارنے کا اثر۔ حضرت علیؓ کی معرکہ آرائی۔ اُمّ المومنین کی ہیبت۔ یزید بن صوحان کا مارا جانا۔
سخت ترین معرکہ کارزار۔ حضرت عائشہ کی سپہ سالاری۔ آپ کے جاں نثاروں کا غلبہ۔ ایک بہادر کی
غلط فہمی۔ حضرت عائشہ کا جوانمردوں کو جوش دلانا۔ محمل پر نرغہ۔ ناقۂ مبارک کے آگے کا معرکہ۔
عمار اور ابن یثربی کا مقابلہ۔ ابن یثربی کا قتل۔ اور جاں بازیاں۔ بہادر حرث ضبی۔ اس کا شعار
اور بہت سے ناقے پر قربان ہونے والے۔ محمد بن طلحہ کی شہادت۔ بہت سے قاتلوں کا مقتول۔
بہت سے مقتولوں کا قاتل۔ حریم رسالتؐ کی شمع کے اور پروانے۔ عدی بن حاتم کی ناکامی۔ عبداللہ
بن زبیر کا میدان میں آنا۔ اُن کا اور اشتر کا مقابلہ۔ اور دونوں کا بچ جانا۔ اس جنگ میں اشتر
کے کارنامے۔ اور شریف شہدائے غبار گیر۔ نامور زخمی۔ ناقہ کی کوچیں کاٹنے کا حکم۔ حضرت علیؓ کی
طرف کے نقصانات۔ ایک لڑنے والے کا جوش۔ اشتر کے حملے کا پست ہو جانا۔ قعقاع کا
قریب سے ناقہ تک پہنچنا اور کوچیں کاٹنا۔ محمل کو ناقہ سے جدا کرنا۔ طرفدارانِ عائشہؓ کی شکست۔ حضرت عائشہ
اور اُن کے بے مہر بھائی۔ تین بھائیوں کا ملنا دوسری روایت سے۔ عمار و حضرت عائشہؓ کی گفتگو۔
حضرت علیؓ سے گفتگو۔ ایک گستاخ کو گستاخی کی سزا۔ کیا چیز آپ کو سب سے زیادہ ناگوار ہوئی۔
حضرت علیؓ کو بھی آپ کی توہین گوارا نہ تھی۔ بصرے میں آپ کی اقامت گاہ۔ زخمیوں کا اٹھانا
اور شہدا کا دفن۔ مقتولین پر حضرت علیؓ کے خیالات۔ اُن کی نماز جنازہ۔ اُن کا مال و اسباب۔
مقتولین کی تعداد۔ اختلاف بارگاہِ مرتضوی میں۔ آپ کا دخول بصرے میں۔ سب لوگوں نے آپ کی
بیعت کر لی۔ حضرت علیؓ اور ابوبکرہؓ۔ ابن عباس کو والی بصرہ۔ اور زیاد کو مہتمم خزانہ کیا۔ مسلمانوں کے
تین گروہ۔ شیعیان علیؓ۔ شیعیان عثمانؓ۔ قاعدین۔ آپ حضرت عائشہ کے پاس۔ حضرت علیؓ کا حلم۔
حضرت عائشہ کا احترام۔ حضرت عائشہ نے بھی دونوں فریقوں کو ناجی بتایا۔ صدیقہ کی
مدینے جانے کی تیاری۔ رخصت ہونا۔ اطاعت کا عہد کرنا۔ زور آگوید عبداللہ بن زبیر عتبہ بن ابی سفیان

عبدالرحمن و یحییٰ فرزندان حکم۔ ابن عامر۔ مروان۔

حضرت صدیقہ کا میدان میں آنا

جب فتح و شکست کا فیصلہ ہو گیا۔ زبیرؓ و طلحہ میدان میں باقی نہ رہے اور حضرت اُم المومنین کے طرفدار میدان چھوڑ کے بھاگنے لگے تو حضرت عائشہ نے کمال شجاعت و مردانگی کے ساتھ کعب بن سور سے فرمایا۔ میرے ناقہ کا راستہ چھوڑ دو"۔ پھر قرآن مجید کا ایک نسخہ اس کے ہاتھ میں دے کر فرمایا "تم اسے ہاتھ میں لئے کھڑے ہو۔ اور اس کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ کعب نے فوراً اس حکم پر عمل کیا۔ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے لشکر والوں نے جن میں آگے آگے سبائی لوگ تھے۔ کعب پر اور حضرت اُم المومنین پر یورش کی۔ سبائیوں نے ایک ساتھ تیر اندازی کر کے تیروں کا مینہ برسا دیا۔ کعب کو جو قرآن ہاتھ میں اٹھائے ہوئے تھا شہید کر ڈالا۔ اور جناب صدیقہؓ کی محمل مبارک پر تیروں کی بارش کی۔

آپ پر تیروں کا مینہ

آپ بھاگے ہوؤں کو للکارتی ہیں

جناب عائشہ کی آواز بہت بلند تھی۔ جوش و خروش کے ساتھ فرما رہی تھیں "باقی ماندہ فرزندو باقی ماندہ فرزندو۔ اللہ اللہ کرو۔ خدا کو اور روز جزا کو یاد کرو"۔ پھر جب دیکھا طرفداران علیؓ بڑھتے چلے آتے ہیں اور ان کی طرف سے سخت یورش ہو رہی ہے تو چلائیں "لوگو۔ قاتلین عثمانؓ پر اور ان ظالموں کے مددگاروں پر لعنت بھیجو"۔ یہی بددعا کرتی ہوئی آپ بڑھیں اور آپ کے جاں نثار ہمراہی بھی برابر یہی نعرے مار رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے جو یہ کلمات سنے تو خود بھی جوش و خروش سے فرمانے لگے "خدا قاتلین عثمانؓ پر لعنت کرے"۔

اسپ بھی جو بہادر محبوبۂ رسول خدا صلعم نے دیکھا کہ دشمن بڑھتے چلے آتے ہیں اور شورش سے باز نہیں آتے تو عبدالرحمن بن عتاب اور عبدالرحمن بن حرث بن ہشام کے پاس کہلا بھیجا کہ تم لوگ اپنی جگہ پر قدم جمائے رہو۔ اور بنفس نفیس لوگوں کو لڑنے اور حملہ کرنے کے لیے للکارنے لگیں۔ آپ کی آواز نے بھاگنے والوں کے دلوں میں تازہ جوش پیدا کر دیا۔ جو بھاگ رہے تھے رک گئے۔ اور ایک چشم زدن میں لڑائی کا رنگ بدل گیا یا تو اہل بصرہ یعنے آپ کے طرفداروں کو شکست ہوتی تھی یا یکایک بصرے کے مضریوں نے کوفے کے مضریوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ اُن کے قدم کو لغزش ہو گئی۔ یا تو وہ بڑھ بڑھ کے للکار رہے تھے یا بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹے۔ اور الٹے پاؤں بھاگے۔

آپ کے للکارنے سے لڑائی کا رنگ اٹھ

حضرت علی کی معرکہ آرائی

حضرت علیؓ نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھا تو خود بڑھ کے حملہ کیا۔ اپنے فرزند محمد کی گردن پر ہاتھ رکھ کے انھیں آگے ڈھکیلا۔ جھنڈا انھی فرزند کے ہاتھ میں تھا۔ اور فرمایا "بڑھو"۔ مگر

وہی قدم بڑھے تھے کہ جاں نثاران صدیقہؓ کی جاں بازی نے نیزوں اور برچھیوں کا ایسا گھنا خار دار جنگل سامنے کر دیا کہ کسی کو ایک قدم بڑھانے کی بھی مجال نہ تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے جھنڈا فرزند کے ہاتھ سے لے لیا۔ فرمایا "بیٹا تم میرے آگے رہو" اور بڑھ بڑھ کے کوفے کے مضریوں کو للکارنے لگے۔ انھوں نے جان پر کھیل کے ایسا سخت حملہ کیا کہ ناقۂ عائشہ کے آگے خون کا دریا بہا دیا اور اس کے قریب تک پہنچ گئے۔

ام المومنین کی ہیبت۔

مگر حضرت اُم المومنینؓ کی کچھ ایسی ہیبت تھی کہ دونوں طرف سے لوگ خاموش کھڑے ہو گئے۔ کسی کو ہتھیار چلانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حضرت علیؓ کے ہمراہ اس موقع پر مضریوں کے علاوہ جاں نثاروں کا ایک اور گروہ تھا جس کے سردار زید بن صوحان تھے۔ بہادری کی یہ سخت ترین آزمایش گاہ دیکھ کر اُن کے دلوں میں بھی ایک ولولہ پیدا ہوا۔ اپنے سردار سے اجازت مانگی کہ ہم بھی بڑھ بڑھ کے معرکہ آرائی کریں۔ مگر کسی نے پکار کے کہا "تم لوگ اپنی ہی قوم میں رہو تمھیں اس معاملہ سے کیا تعلق؟ نہیں دیکھتے کہ مقابلے پر خاندان مُضر کے لوگ ہیں۔ سامنے ناقۂ عائشہؓ ہے اور موت کا سامنا ہے"۔ زید نے کہا مرنا جینے سے بہتر ہے۔ اور میں موت ہی کا طالب ہوں"۔

زید بن صوحان کا مارا جانا۔

یہ کہہ کر انھوں نے جوش و خروش سے حملہ کر دیا۔ مگر حملہ ناکام رہا۔ زید اور اُن کے بھائی سیحان دونوں حضرت عائشہ کی اونٹنی کے آگے مارے گئے۔ اور تیسرے بھائی صَعصعہ نے اُن کے غم میں مرثیہ خوانی کی۔

سخت ترین معرکہ۔

مگر اب نہایت ہی سخت لڑائی ہو رہی تھی۔ حضرت علیؓ نے یہ حالت دیکھی تو بنی ربیعہ اور اہل یمن کے پاس کہلا بھیجا "جو لوگ تمھارے مقابلے پر ہوں اُن پر حملہ کرو تاکہ جو ہنگامۂ محشر ناقۂ صدیقہ کے آگے بپا ہے دیگر اطراف میں بٹ جائے"۔ اس موقع پر ہمراہیان علیؓ میں سے ایک شخص نے جو بنی عبد القیس میں سے تھا کہا "ہم تم کو کتاب اللہ کی طرف بلا رہے ہیں"۔ اس جواب میں کہا گیا "جو شخص خود کتاب اللہ پر قائم نہ ہوا اور خدا کی مقرر کی ہوئی حدوں کو جاری نہ کرتا ہو وہ بھلا قرآن کی طرف کیا بلائے گا"۔ اور کعب بن سور جو حضرت صدیقہ کی طرف سے کتاب اللہ کی جانب بلا رہا تھا اس پر بنی ربیعہ نے ایک ساتھ ہزاروں تیر برسا دیے۔ اور اُسے شہید کیا گیا۔ کعب کے مارے جانے کے بعد مسلم بن عبد اللہ عجلی ناقۂ مبارک کے آگے اکھڑا ہوا۔ تیروں کی بوچھاڑ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اسی اثنا میں حضرت علیؓ کی طرف کے یمنیوں نے حضرت عائشہ کی طرف کے یمنیوں کو اپنے تیروں کی بوچھاڑ سے چھید ڈالا۔ اس لیے کہ کوفہ والوں کو لڑائی کے سوا

اور کوئی بات منظور نہ تھی۔ اور وہ لوگ خود حضرت عائشہؓ کی ذات پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔

حضرت عائشہ کی سپاہ کا حملہ۔

یہ دیکھ حضرت عائشہ نے اپنے جان نثاروں کو آواز دی۔ وہ فوراً لڑ بھڑ کر آگے آ گئے۔ اس کے بعد فوراً ہٹے اور بڑھ کے پھر سخت خونریزی کرنے لگے۔ اب ہر جانب سخت حملے ہو رہے تھے بصرے کے یمنیوں نے حضرت عائشہ کی طرف سے بڑھ کے ایسا سخت حملہ کیا کہ کوفے کے یمنیوں کو فاش شکست دے دی۔ مگر وہ لوگ پھر پلٹے اور اس کوشش میں یکے بعد دیگرے ان کے دس علمبردار مارے گئے۔ جن میں سے پانچ بنی ہمدان میں سے اور پانچ دیگر قبائل یمن میں سے تھے۔ آخر میں یزید بن قیس نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا اور آخر تک اسی کے ہاتھ میں رہا۔ جو برابر جوش کے ساتھ رجز کے اشعار پڑھ رہا تھا۔

آپ کے جان نثاروں کا غلبہ۔

یہی حال حضرت علیؓ کی طرف کے بنی ربیعہ کا ہوا جو میسرہ پر تھے۔ ان کے جھنڈے کو پہلے زید نے پھر ابو عبیدہ بن راشد نے اٹھایا اور دونوں مارے گئے۔ ابو عبیدہ جھنڈے کو ہاتھ میں لیے تھے اور کہتے تھے "خداوندا۔ ہم گمراہ تھے تو نے ہدایت کی۔ اور ایسے فتنے میں ڈالا جس کے متعلق ہم آخر تک شک میں رہے"۔ آخر جب وہ بھی مارے گئے تو ان کے گروہ کی حالت نہایت نازک ہو گئی۔ یہاں تک کہ یہ لوگ جو حضرت علیؓ کے میمنہ پر تھے پسپا ہو کر قلب سے جا ملے۔ اور حضرت عائشہؓ کے میسرہ والے جو ان کے مقابل تھے اور ان پر یورش کر رہے تھے ان کا تعاقب کرتے ہوئے جا پہونچے۔ اور حضرت علیؓ کی فوج قلب پر حملے کرنے لگی۔ اور یہی حالت حضرت عائشہ کے میسرہ والوں نے حضرت علیؓ کے میمنہ والوں کی کر دی۔

ایک بہادر کی غلط فہمی

بہادران بنی مضر نے دونوں پہلوؤں پر یہ حالت دیکھی تو پکار پکار کے ایک دوسرے سے کہنے لگے "لوگو جب صبر کی تاب نہ رہے تو کنارے ہو جاؤ"۔ مگر لڑنے والے لڑائی کی دھن میں اس قدر مدہوش ہو رہے تھے کہ اس کا مطلب یہ سمجھے کہ حریفوں کے اطراف یعنے ہاتھ پاؤں پر وار کرو۔ اس غلط فہمی نے لڑائی کا اشتداد اور بڑھا دیا۔ اور معرکہ کارزار نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسی لڑائی دیکھی گئی تھی اور نہ بعد دیکھی گئی۔ اور نہ کبھی کسی لڑائی میں اس کے ختم ہونے کے بعد میدان میں اتنے کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں دیکھے گئے۔ عبدالرحمن بن عتاب کا پہلے ہاتھ کٹا پھر مارے گئے۔

حضرت عائشہ کا جوانمردوں کو جوش دلانا۔

عین اس معرکہ آرائی کے وقت حضرت عائشہؓ نے محمل میں سے جھانک کر بائیں طرف دیکھا اور پوچھا "ادھر کون لوگ ہیں؟" صبرہ بن سیحان نے عرض کیا "آپ کے فرزندان ازد" فرمایا

اے آلِ غسان ایسا کرو کہ آج کے دن کی آبرو رہ جائے۔ تمہاری شجاعت ہم ہمیشہ سے سُنتے آئے ہیں"۔ اُن کی تعریف میں ایک پرانا شعر زبان پر لائیں جس کے سنتے ہی بنی ازد کی یہ حالت ہوئی کہ دوڑ دوڑ کے ناقۂ عائشہ کی مینگنیاں اٹھاتے تھے سونگھتے تھے۔ اور کہتے تھے "یہ ہماری ماں اور مہربان کی اونٹنی کی مینگنیاں ہیں جن میں مشک کی خوشبو آتی ہے"۔ اس کے بعد حضرت اُم المومنین نے اپنی طرف جھانک کے دیکھا اور پوچھا "ادھر کون لوگ ہیں؟" آواز آئی "آپ کے فرزندان بنی بکر بن وائل"۔ فرمایا "تمہاری شان میں کہنے والا یہ کہہ گیا ہے"۔ (پھر ان لوگوں کی شجاعت کا ایک شعر پڑھا) اور فرمایا "تمہارا بنی عبدالقیس کا مقابلہ ہے۔ جیسی شجاعت آج تک دکھا چکے ہو اس سے زیادہ دکھاؤ"۔ اب آپ نے اُس گروہ کی طرف توجہ فرمائی جو آپ کے ناقے کے آگے جانبازی کا جوہر دکھا رہا تھا۔ پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" جواب ملا "ہم بنی ناجیہ ہیں"۔ فرمایا "واہ واہ! یہ بطحی کی قریشی تلواریں ہیں۔ ایسی جلادت و شجاعت سے لڑو کہ تمہارا نام رہ جائے"۔ اتنے میں بنی ضبہ والوں نے آپ کو گھیر لیا۔ اور آپ نے کمال فصاحت سے فرمایا "ان میں دہکنے والی چنگاریاں ہیں"۔ جب یہ لوگ میدان میں بڑھے تو بنی عدی بن شہاب بھی آکر اُن کے گروہ میں شریک ہو گئے۔ اور ناقۂ مبارک کے گرد اُن کی کثرت ہوئی جناب صدیقہ نے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" جواب ملا "ہم لوگ بھی بنی عدی ہیں۔ اور اپنے بھائیوں کی لڑائی میں شریک ہو گئے ہیں"۔ یہ لوگ آپ کے ناقے کے پاس آکر ڈٹ گئے۔ نہایت ہی جوش سے حملے کرنے لگے۔ اور اظہار جانبازی میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا۔ یہاں تک کہ پینترے بدلنے اور اسلحہ کے سنبھالنے کے لیے بھی قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔

جب لڑائی کی یہ شدت نظر آئی اور دونوں طرف کے لشکروں کو سخت نقصان پہونچ چکا تو حضرت علیؓ کے لشکر والوں نے محمل پر تیروں کی بوچھار شروع کی۔ اور ایک دوسرے سے کہا اس اونٹنی کو مار کے گرانا چاہیے۔ جب تک یہ کھڑی ہے یہی حالت رہے گی۔ طرفداران جناب صدیقہ کے سخت حملوں سے بچنے کے لیے حضرت علیؓ کے میمنہ اور میسرہ دونوں نے قلب میں آکر پناہ لی تھی۔ اور لڑائی کا سارا زور ناقۂ مبارک کے سامنے تھا۔

اس وقت آپ کے ناقے کی مہار عمیرہ بن یثربی کے ہاتھ میں تھی جو بصرے کے قاضی تھے۔ یہ اور ان کے بھائی عبداللہ دونوں اس معرکے میں موجود تھے۔ حضرت علیؓ نے کہا ناقۂ عائشہ پر کون حملہ کرے گا؟ ہند بن عمرو جملی مرادی نے یہ خدمت اپنے ذمے لی وہ جیسے ہی حملہ کر کے بڑھا ابن یثربی کا سامنا ہو گیا۔ دونوں نے ایک ساتھ حریف پر تلوار ماری مگر ابن یثربی کی تلوار

محمل پر زغہ۔

ناقۂ مبارک کے آگے کا معرکہ۔

کام کر گئی۔ اور ہند مارا گیا۔ پھر علباء بن ہیثم حملہ کر کے آیا اور وہ بھی ابن یثربی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ سیحان حملہ کر کے آیا اور وہ بھی مارا گیا۔ اس کے بھائی نے اس کے غم میں مرثیہ پڑھا اور ابن یثربی نے رجز خوانی سے اپنا جوش شجاعت ظاہر کیا۔ اُن کے اشعار جو سُن کر عمار بن یاسر کو طیش آگیا کہا تم پناہ کی جگہ میں ہو۔ اور تم تک پہونچنا دشوار ہے۔ بڑے بہادر ہو تو اپنے گروہ سے نکل کر میرے سامنے آؤ۔ یہ غیرت دلانے والا فقرہ سنتے ہی ابن یثربی نے اونٹنی کی باگ ایک اور شخص کے ہاتھ میں دی جو بنی عدی میں سے تھا اور آگے بڑھ کر عمار کو بلایا۔ عمار فوراً آ کے اُن کے مقابل ہوئے جن کی عمر اس وقت نوے برس سے زیادہ تھی۔ ایک پوستین پہنے ہوئے تھے۔ اور کمر میں پٹی کی جگہ کھجور کی رسی بندھی تھی۔ بظاہر اُن میں لڑنے کا دم نہ تھا۔ اور لوگوں نے اِن کو ایک زبردست حریف کے مقابل دیکھا تو بے اختیار سب کی زبان سے نکلا ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ اور اکثر نے کہا معلوم ہوتا ہے ان کا بھی وہی حال ہونے والا ہے جو اوروں کا ہوا۔ ابن یثربی نے اُن پر تلوار کا وار کیا جس کو انھوں نے ڈھال پر لیا۔ ڈھال کچھ ایسی وضع کی تھی اور اس پر ایسا زبردست ہاتھ پڑا تھا کہ تلوار ڈھال میں پیوست ہو گئی۔ ابن یثربی اُسے کھینچ کھینچ کے چھڑا رہے تھے کہ عمار نے اُن کی پنڈلیوں پر تلوار کا زبردست ہاتھ مارا اور انھیں کھڑے ہونے کے قابل نہ رکھا۔ آخر عمار ابن یثربی کو گرفتار کر کے حضرت علیؓ کے سامنے لے گئے۔ ابن یثربی نے آپ کے سامنے جا کے جان بخشی کی التجا کی اور جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا تین آدمیوں کے مار ڈالنے کے بعد جان بخشی کی تمنا؟ اور آخر آپ کے حکم سے اسی وقت اُن کی گردن ماری گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میدان میں عمیرہ نہیں بلکہ اُن کا بھائی عمرو بن یثربی مارا گیا۔ عمیرہ مدت تک زندہ باقی رہے جن کو معاویہ نے اپنے عہد میں قاضی بصرہ مقرر کیا تھا۔

عمار اور ابن یثربی کا مقابلہ

ابن یثربی کا قتل

ابن یثربی مارے جا چکے تو اس عدوی شخص نے جو ناقۂ عائشہ کی مہار تھامے ہوئے تھا مہار اپنے ایک ہم قبیلہ کے ہاتھ میں دی اور خود میدان میں آیا۔ اس کے مقابلے پر ربیعۂ عقیلی رجز پڑھتا ہوا آیا۔ لڑائی ہوئی اور دونوں نے اس زور سے ایک دوسرے پر تلواریں ماریں کہ دونوں گرے اور اسی جگہ مر گئے۔ اب اس عدوی کی جگہ پر حضرت عائشہ کی طرف سے حرث ضبی میدان میں آیا۔ اس سے زیادہ جان باز اور بہادر جوانمرد اس میدان میں نہیں دیکھا گیا۔ پہلے وہ ناقۂ اُم المومنین کی مہار ہاتھ میں لیے تھا۔ اور للکار للکار کے لوگوں سے کہتا تھا ہم بنی ضبہ ہیں جب تک کھوپڑیوں کو گرتے نہ دیکھ لیں جن سے خون کے سرخ لوتھڑے ٹپک رہے ہوں ہم بھاگنا

اور جان بازی

بہادر حرث ضبی

اس کا شعار

نہیں جانتے۔ اے ہماری مادر محترمہ۔ اے عائشہؓ۔ آپ ہرگز اندیشہ نہ کریں۔ کیونکہ آپ کے سب فرزند بہادر و جاں باز ہیں۔ اے ہماری والدۂ مکرمہ۔ اے زوجۂ رسول محترمؐ اور اے اس مبارک ہدایت پانے والے کی بیوی!

غرض لڑائی ابھی رنگ پر تھی۔ اور ناقۂ عائشہؓ کے سامنے دونوں طرف کے لوگ کٹ رہے تھے۔ ناقے کی مہار چالیس آدمیوں نے باری باری سے تھامی اور چالیسوں مارے گئے۔

اور بہت سے ناقے پر قربان ہونے والے۔

بعض راویوں کا بیان ہے کہ ناقۂ عائشہؓ کی مہار کو ستر آدمیوں نے لیا۔ سب قریش میں سے تھے اور سب مہار تھامے ہوئے مارے گئے۔ خود حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں جب تک بنی ضبہ کی آواز میں آنا موقوف نہ ہوئیں میری اونٹنی مضبوطی کے ساتھ اپنی جگہ پر قدم جمائے کھڑی تھی۔ اسی دوران میں حضرت طلحہؓ کے فرزند محمدؒ نے مہار ہاتھ میں لی اور بارگاہ محترمہ میں عرض کیا۔ اے مادر مہربان! مجھے کیا حکم ہوتا ہے؟ فرمایا "تم بہتر بیٹے آدم ہو اگر اس مہار کو چھوڑ دو۔" مگر اس حکم کی تعمیل اُن کو گوارا نہ ہوئی۔ اور جو کوئی اُن پر حملہ کرتا اس پر وہ بھی حٰم لاینصرون کہہ کر حملہ کرتے۔ یکایک اُن پر بہت سے آدمی ٹوٹ پڑے۔ اور ان کو قتل کر ڈالا ان میں سے ہر ایک کو یہ دعویٰ تھا کہ میں ہی نے قتل کیا ہے۔

محمد بن طلحہ کی شہادت۔

اس کے بعد عمرو بن اشرف نے بڑھ کر مہار ہاتھ میں لی۔ اس کی جوانمردی کی یہ حالت تھی کہ مخالفوں میں سے جو قریب آتا اُسے مار کے ڈال دیتا۔ آخر حارث بن زہیر ازدی رجز پڑھتا ہوا اس کے سامنے آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ یہ دونوں وار کاری ثابت ہوئے اور دونوں حریف ایک ہی جگہ گر کے ٹھنڈے ہو گئے۔

بہت سے مقتولوں کا قاتل۔

اب بڑے بڑے جاں باز سورماؤں نے ناقۂ عائشہؓ کو اپنے حلقے میں لے لیا۔ اور جو شخص اس کی مہار ہاتھ میں لیتا مارا جاتا۔ اور ناقے کی مہار اور علم وہی جاں باز لیتا جو سارے گروہ میں زیادہ بہادر اور نامور ہوتا۔ مہار کو ہاتھ لگاتے ہی وہ نعرہ مارتا کہ میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں۔" اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ کی طرف کا جو شخص اِدھر کا قصد کرتا مارا جاتا۔ ایسا کاری زخم کھاتے واپس جاتا کہ پھر اُسے میدان میں قدم رکھنا نصیب نہ ہوتا۔ چنانچہ عدی بن حاتم طائی نے ناقۂ عائشہؓ کے محافظوں پر حملہ کیا تو اُن کی ایک آنکھ جاتی رہی۔

حریم رسالتؐ کی شمع کے اور پروانے

عدی بن حاتم کی ناکامی۔

عین اسی حالت میں حضرت عبداللہ بن زبیر جناب ام المومنینؓ کی طرف سے معرکہ آرائی کرنے کو آئے۔ خاموش کھڑے تھے کہ حضرت صدیقہؓ نے پوچھا "یہ کون ہے؟" عرض کیا "آپ کا بھانجا۔" فرمایا "افسوس ہے اسماء کے حال پر۔" (حضرت اسماء جناب عائشہؓ کی بہن اور

عبداللہ بن زبیر کا میدان میں آنا۔

عبداللہ بن زبیر کی والدۂ محترمہ تھیں) اتنے میں اشتر ابن زبیر کے مقابلے پڑ گیا۔ دونوں حریفوں نے ایک ہی وقت ایک دوسرے پر وار کیا۔ عبداللہ کی تلوار سے اشتر کو خفیف سا چرکا لگا اور اشتر کی تلوار عبداللہ کے سر کو گہرا کاٹ گئی۔ مگر عبداللہ نے زخم کو نہ مانا۔ اشتر سے لپٹ گئے۔ اور دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ ابن زبیر نے اشتر کو زمین پر گرا دیا سینہ پر چڑھ بیٹھے۔ اور چلائے "لوگو مجھے اور مالک دونوں کو مار ڈالو" ان کے حریف اشتر کا اصلی نام مالک تھا۔ مگر اس سے بہت کم لوگ آگاہ تھے کہیں حضرت عائشہ کے طرفداروں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ عبداللہ کا مطلب مالک سے اشتر ہے تو اسی وقت اس کو مار ڈالتے۔ مگر کسی نے نہ پہچانا۔ دونوں دیر تک زمین پر پڑے لڑتے رہے۔ اور آخر دونوں طرف کے لوگوں نے آ کر انھیں چھڑا دیا۔

ان کا اور اشتر کا مقابلہ۔

اور دونوں کا بچ جانا۔

مالک اشتر نے اس میدان میں اپنے یہ کارنامے بیان کیے ہیں کہ "پہلے میرا سامنا عبدالرحمن بن عتاب سے ہوا جو زبردست شمشیر زن تھا۔ مگر میں نے اُسے قتل کیا۔ پھر اسود بن علاف کا سامنا ہوا۔ اُسے میں نے بہت ہی سخت اور نہایت بہادر پایا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ سے میں اپنے آپ کو بچاتا تھا۔ اور دل میں کہتا تھا کہ کاش اس کا سامنا نہ ہوا ہوتا۔ اس سے جان بچی تو جندب بن زہیر غامدی کا مقابلہ ہوا۔ اس کو میں نے اپنی تلوار سے قتل کیا۔ اسی اثنا میں دیکھا کہ دشمنوں کی طرف قریش کا جھنڈا عبداللہ بن حکیم بن حزام کے ہاتھ میں ہے۔ اور عدی بن حاتم سے اس سے لڑائی ہو رہی ہے۔ میں فوراً عدی کی طرفداری میں جا پہونچا اور ہم دونوں نے اُسے مار کے گرا دیا۔"

اس جنگ میں اشتر کے کارنامے۔

ناقۂ عائشہ کی مہار اسود بن ابی البختری نے لی جو معززین قریش میں سے تھا۔ دشمنوں نے نرغہ کر کے اُسے بھی مارا۔ پھر بنی ازد کے ناموروں میں سے عمرو بن اشرف نے مہار پکڑی اور مع اپنے گھرانے کے تیرہ بہادروں کے مارا گیا۔

اور شریفانِ شہداءِ مہار گیر

مروان بن حکم بھی حضرت عائشہ کی طرف سے زخمی ہوا۔ مگر کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ اسی کے تیر سے شہید ہوئے۔ عبداللہ بن زبیر کو نیزوں اور تیروں کے سینتیس زخم آئے وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے جمل کا سا معرکہ نہیں دیکھا۔ دونوں لشکر یہاں باہم پرتلے ہوئے تھے اور ہم میں سے کسی کو کسی طرح شکست نہ ہوتی تھی۔ سیاہ اور برہنہ پہاڑوں کی طرح ہم دونوں حریف اپنی جگہ پر قائم تھے۔ اور جو شخص ناقۂ عائشہ کی مہار ہاتھ میں لیتا مارا جاتا۔ جب دیر تک یہ حالت قائم رہی تو علیؓ نے پکار کے کہا ناقے کی کونچیں کاٹو۔ تم نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو سب لوگ منتشر

ناموروں زخمی۔

ناقے کی کونچیں کاٹنے کا حکم۔

ہو جائیں گے۔" اتنے میں ایک شخص نے بڑھ کے اونٹنی کو تلوار مار دی۔

حضرت علی کی طرف کے نقصانات۔

حضرت علیؓ کی طرف بنی ازد کا جھنڈا پہلے مخنف بن سلیم کے ہاتھ میں تھا۔ وہ مارا گیا تو صقعب اور اس کے بھائی عبداللہ بن سلیم نے لیا اور دونوں مارے گئے پھر علاء بن عروہ نے اس جھنڈے کو بلند کیا اور اس کے ہاتھ میں تھا کہ فتح ہوگئی۔ اسی طرح آپ کی طرف بنی عبدالقیس کا جھنڈا پہلے قاسم بن سلیم کے ہاتھ میں تھا۔ وہ مارا گیا اور اس کے ساتھ دو بھائی زید و سیحان بھی مارے گئے جو صوحان کے بیٹے تھے۔ تب اُس کو چند اور لوگوں نے سنبھالا۔ وہ بھی مارے گئے بعدازاں منقذ بن نعمان نے لے کر اپنے بیٹے مرہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور لڑائی ختم ہونے تک اسی کے ہاتھ میں رہا۔ یونہیں جناب علی مرتضیٰؓ کی جانب بنی بکر بن وائل کا جھنڈا حرث بن حسان ذہلی کے ہاتھ میں تھا۔ اُس نے جھنڈا ہاتھ میں لیتے ہی بڑھ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا "اے گروہ بنی بکر۔ تمہارے مالک یعنی علیؓ سے زیادہ کسی کا مرتبہ حضرت رسول خدا صلعم کے نزدیک نہ تھا۔" یہ کہتے ہی بڑھ کے لڑنے لگا۔ اور مع اپنے بیٹے اور پانچ گھر والوں کے مارا گیا۔ اُس کے گروہ میں سے کچھ لوگ بنی محدوج کے اور پینتیس بنی ذہل کے مارے گئے۔ حرث نے میدان میں جاتے وقت اپنے بھائی سے کہا "ہماری لڑائی کیسی اچھی تھی۔ خدا کرتا ہم حق پر ہوتے۔" اس نے جواب دیا "ہم حق ہی پر ہیں۔ لوگ داہنے بائیں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور ہم نے اہل بیت نبیؐ کو پکڑ لیا ہے۔" اس کے بعد دونوں بھائی مارے گئے۔

ایک لڑنے والے کا جوش۔

حضرت عائشہؓ کے طرفداروں میں سے عمیر بن اہلب ضبّی زخمی پڑا تھا۔ حضرت علیؓ کے طرفداروں میں سے ایک شخص کا اُدھر گزر ہوا۔ اس نے عمیر کو تڑپتے اور زمین پر پاؤں رگڑتے دیکھا۔ اور اُس کی زبان سے حضرت عائشہؓ کی حمایت اور اپنی قومی شجاعت کی تعریف کے اشعار سُنے تو کہا "اس وقت کلمۂ شہادت پڑھو۔" اُس نے کہا "کیا کہتے ہو؟ میں بہرا ہوں۔ سر قریب لاؤ تو سنوں۔" اور جیسے ہی اُس شخص نے سر نزدیک کیا۔ عمیر نے اُس کے کان پر ایسی جھپٹ ماری کہ جڑ سے کاٹ لیا۔

اشتر کے حوصلے کا پست ہوجانا قعقاع کا حملہ۔

اشتر جب ناقۂ عائشہؓ کے آگے معرکہ آرائی کر کے واپس گیا تو قعقاع نے اُس سے پوچھا "پھر میدان میں جاؤ گے؟" جب اُس سے کچھ جواب نہ ملا تو کہا "اشتر سنو۔ ہم میں ایک سے ایک بڑھا ہوا جوانمرد موجود ہے۔" اور یہ کہہ کر خود حملہ کر دیا اُس وقت حضرت صدیقہؓ کی اونٹنی کی مہار زفر بن حرث کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہی پچھلا شخص ہے جس نے مہار ہاتھ میں لی

کیونکہ اب بنی عامر کے تمام نامور بہادر ختم ہو چکے تھے۔ اور سب اُس محترم اونٹنی کے آگے ڈھیر تھے۔ زفر اشعار رجزیہ پڑھ رہا تھا کہ قعقاع نے جواب میں ایک شعر پڑھا۔ اور اس پر حملہ کر دیا۔ تمام بنی عامر ان کی روک تھام کو آ گئے اور انھیں ہٹا دیا۔ یہ دیکھ کر قعقاع نے اپنی طرف کے ایک شخص بجیر بن دلیجہ سے کہا "اپنے لوگوں سے کہدو قبل اس کے کہ ان لوگوں کو یا اُم المومنین کو کوئی صدمہ پہونچے اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں یعنے اس کے پاؤں قلم کر دیں۔ یہ تجویز سُنتے ہی اُس نے بنی ضبہ اور اُن کے سردار عمرو بن دلیجہ سے پکار کے کہا "میں تمھارے پاس آنا چاہتا ہوں"۔ عمرو نے کہا "آؤ"۔ بجیر نے پوچھا "تو مجھے واپسی تک امان ہے؟" جواب ملا "ہاں" اور اس کو قریب آنے کی اجازت دی گئی۔ بجیر اس فریب سے حضرت اُم المومنین کے ناقے کے پاس پہونچا۔ اور تلوار کے ایک زبردست ہاتھ سے اس کا ایک پاؤں قلم کر دیا۔ پاؤں کے کٹتے ہی اونٹنی ایک پہلو پر گری۔ اور بڑے زور سے چلائی۔ حامیان ناقہ سناٹے میں آ گئے۔ اور قعقاع نے موقع پا کر نعرہ لگایا کہ "جو لوگ اونٹنی کے گرد ہیں اُن کے لیئے امان ہے"۔ سنتے ہی سب لوگ الگ ہو گئے۔ اور قعقاع اور زفر نے مل کر اونٹنی کا تنگ کاٹ کے محمل کو جس میں حضرت عائشہؓ رونق افروز تھیں اُٹھا کر الگ رکھدیا۔ اُس پر اس کثرت سے تیر پڑے تھے کہ اُس کی شکل ساہی کی سی ہو گئی تھی۔ جہاں محمل رکھی تھی معلوم ہوتا کہ ایک ساہی منھ اندر سمیٹ کر بیٹھ گئی ہے اور اپنے کانٹے کھڑے کر دیے ہیں۔

اس کے بعد قعقاع و زفر نے محمل کو اپنے حلقہ میں کر لیا اور طرفداران عائشہؓ جو جاں نثاری کے لیئے گرد ہجوم کیے ہوئے تھے بھاگ گئے۔ اور حضرت علیؓ کے حکم سے چاروں طرف پکار دیا گیا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو۔ زخمیوں پر ہتھیار نہ چلاؤ۔ اور گھروں کے اندر نہ گھسو۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے چند لوگوں کو حکم دیا کہ محمل کو لاشوں کے درمیان سے اٹھا کر علیحدہ رکھ دیں۔ پھر محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ ایک خیمہ کھڑا کر کے حضرت اُم المومنین کو اُس میں اُتاریں اور فرمایا "دیکھو کہیں ان کے زخم تو نہیں آیا"۔ محمد نے محمل کے اندر ہاتھ ڈالا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا "یہ کون ہے؟" کہا "جس پر آپ کو اپنے تمام گھرانے والوں سے زیادہ غصہ ہے"۔ پوچھا "بنی خثعم والی کا بیٹا؟" کہا "ہاں" (محمد بن ابی بکر کی والدہ اسما بنت عمیس بنی خثعم کی بیٹی تھیں) فرمایا "اُس خدا کا شکر ہے جس نے تجھے معاف کیا"۔

قریب سے ناقہ عائشہؓ تک پہونچنا

اور اس کی کوچیں کاٹنا

محمل کو ناقہ سے جدا کرنا

طرفداران عائشہؓ کو شکست

اُن کو امان

حضرت عائشہؓ اور اُن کے بھائی سے مہربانی

اس کے بعد محمد بن ابی بکرؓ نے خود دیکھ کر حضرت علیؓ کو اطلاع دی کہ جناب عائشہؓ کی ایک کلائی میں ایک تیر سے خراش آگئی ہے جو زرہوں میں سے گزر کے اندر پہونچ گیا تھا۔

بعض روایتوں کا منشا دوسری روایات سے

بعض راویان تاریخ کا بیان ہے کہ جیسے ہی حضرت عائشہؓ کی اونٹنی گری محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر نے محمل کو اس کی پیٹھ سے کھول کے الگ رکھا۔ اور محمد نے محمل میں اپنا سر ڈالا۔ جناب صدیقہؓ نے پوچھا کون ہے؟ کہا "تمھارا نیک بھائی"۔ فرمایا "نیک نہیں ناسپاس بھائی"۔ محمد نے پوچھا "بہن آپ کو کوئی صدمہ تو نہیں پہونچا؟" بولیں "تمھیں اس سے کیا؟" کہا "جب گمراہی ہو تو کون خبر لے؟" فرمایا "یہ گمراہی نہیں ہدایت ہے"۔

عمار و حضرت عائشہؓ کی گفتگو

اب عمار نے عرض کیا "مادر محترم اپنے فرزندوں کے لڑنے کی شان دیکھ لی؟" فرمایا "میں تمھاری ماں نہیں ہوں"۔ عمار نے کہا "آپ چاہیں پسند فرمائیں یا نہ فرمائیں مگر ماں ضرور ہیں"۔ بولیں "تم کو اپنے فتحیاب ہونے پر ناز ہے۔ مگر جس شان سے تم نے بغاوت کی تھی اُسی طرح فتحیاب بھی ہوئے۔ مگر افسوس میں خدا کی قسم کھا کے کہتی ہوں کہ جس شخص کی یہ وضع ہو وہ ہرگز فتحمند کیے جانے کا مستحق نہیں ہے"۔

رو گنگ حضرت علیؓ سے

اب آپ کی محمل ایسے مقام پر لے جا کے رکھی گئی جہاں قریب کوئی شخص نہ تھا۔ اور خود حضرت علیؓ نے قریب آ کے کہا "اے والدہ محترمہ کیسا مزاج ہے؟" جواب دیا "اچھی ہوں"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "خدا آپ کے گناہ معاف کرے"۔ بولیں "اور تمھارے بھی"۔

ایک گستاخ کو گستاخی کی سزا

عین اسی موقع پر اعین بن ضبیعہ مجاشعی نمودار ہوا۔ ابھی وہ دور تھا کہ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا "اُدھر ہی۔ اُدھر ہی۔ خدا تجھ پر لعنت کرے"۔ وہ دریدہ دہنی سے بولا "مجھے تو یہاں بجز حمیراء کے کوئی نہیں نظر آتا"۔ حضرت عائشہؓ کو رسول اللہ صلعم نے حمیراء لقب دیا تھا۔ آپ نہایت گوری چٹی اور سرخ و سپید تھیں۔ اس لیے آنحضرتؐ محبت سے آپ کو حمیراء کہا کرتے جس کے معنی سرخ رنگ والی کے ہیں۔ اور کوئی آپ کو اس لقب سے یاد کرنے کا مجاز نہ تھا۔ یہ گستاخ شخص آپ کے اس لقب کو زبان پر لایا تو اس کی اس گستاخی پر آپ نے بد دعا کی کہ "خدا تیری رسوائی کو طشت از بام، تیرے ہاتھ کو قطع، اور تیرے ستر کو فاش کرے"۔ حضرت رب العزت نے زوجۂ محترمۂ رسالتؐ کی یہ آرزو پوری کر دی۔ اور چند روز بعد جب اعین بصرے میں قتل

---

۵ اخبار الطوال صفحہ ۱۵۳

ہوا ہے تو اس کے کپڑے اُتار لیے گئے۔ ہاتھ کاٹا گیا۔ اور لاش بنی ازد کے گھوڑے پر برہنہ ڈال دی گئی۔

کیا چیز آپ کو سب سے زیادہ ناگوار ہوئی۔

اب بعض لوگ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں قعقاع بھی تھے۔ انھوں نے فرزندوں کی طرح ادب سے سلام کیا۔ آپ نے پوچھا میں نے میدان میں دو شخصوں کو لڑتے دیکھا تھا جو لڑتے تھے اور یہ رجز اُن کی زبان پر تھا۔ اپنے ان رجز خوانوں کو تم پہچانتے ہو؟ پھر اس رجز کے جو الفاظ آپ نے سنائے اُن میں آپ کی نسبت "بیٹوں کی چھوڑتی ہوئی ماں" کے الفاظ استعمال کیے گئے تھے۔ قعقاع نے کہا "ہاں پہچانتا ہوں"۔ "لیکن اچھا ہوتا کہ ان الفاظ کے سننے سے بیس برس پہلے میں مر گئی ہوتی"۔ اس کے بعد قعقاع نے یہ واقعہ حضرت علیؓ سے بیان کیا تو ارشاد ہوا "وہی یہ نہیں کہتی ہیں بلکہ میں بھی کہتا ہوں کہ کاش ان الفاظ کے استعمال ہونے سے بیس سال پیشتر میں مر گیا ہوتا"۔ اور اس واقعہ کے بعد اکثر حضرت علیؓ کی زبان پر دو شعر رہتے جن کا مفہوم یہ تھا کہ "مسلمانوں کے آپس میں لڑنے اور مضریوں کے مضریوں کے ہاتھ سے مارے جانے پر افسوس ہے"۔

حضرت علیؓ کو بھی آپ کی تمنا گوارا نہ تھی۔

جب رات ہوئی تو محمد بن ابی بکر حضرت عائشہؓ کو بصرے میں لے گئے۔ اور عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر میں حمنہ بنت حرث کے پاس اُتارا۔

بصرے میں آپکی اقامت گاہ

اسی رات کو زخمی لاشوں میں سے جن جن کو نکال لے گئے۔ اور لوگوں کو اجازت دی گئی کہ دونوں طرف کے شہداء کو دفن کریں۔ چنانچہ لوگ آ آ کر دفن کرنے لگے۔ اور اسی کے اہتمام میں حضرت علیؓ تین روز تک بصرے کے باہر پڑے رہے۔ مقتولین کے دفن ہونے سے پہلے آپ نے میدان میں ایک چکر لگایا۔ جب کعب بن سور کی لاش پر پہونچے تو فرمایا "دیکھتے ہو کہ ایسا لائق و دانا شخص ان نالائقوں کے ساتھ میدان میں آیا"۔ جب عبدالرحمن بن عتاب کی لاش کے پاس سے گزرے تو فرمایا "یہ ان لوگوں کا سردار تھا۔ باغی اس کو لیے لیے پھرتے تھے"۔ جب حضرت طلحہؓ کی لاش پر پہونچے تو فرمایا "ابو محمد۔ مجھے تمھاری حالت پر افسوس ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خدا کی قسم مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ قریش کے لوگوں کو مقتول پڑا ہوا دیکھوں"۔ پھر اُن کے متعلق ایک شعر پڑھا۔ غرض آپ جس شخص کی لاش کے پاس سے گزرتے اور اُس میں کوئی خصوصیت یا خوبی ہوتی تو فرماتے "اِن کو ہنگامے کے سوا اور کوئی چیز میدان میں نہیں لائی۔ ورنہ یہ تو نیک اور عابد و زاہد مشہور رہے"۔

زخمیوں کا نکلوانا اور شہداء کا دفن

مقتولین پر حضرت علیؓ کے خیالات۔

حضرت طلحہؓ کے بیٹے موسیٰ بصرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ سے ملے آپ نے فرمایا "مجھے امید ہے کہ میں اور تمھارے والد ان لوگوں میں ہوں گے۔ جن کی نسبت خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے "ہم نے ان کے دلوں کا کھوٹ نکال ڈالا۔ وہ بھائی بھائی ہیں اور آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں"۔ پھر شام کو بصرے میں داخل ہوئے تو ابن الکوا حاضر ہوا اور کہا "امیر المومنین آپ نے شہر میں آنے میں کیسی دیر لگا دی" فرمایا "میرے پاس میرا بھتیجا آیا ہوا تھا"۔ پوچھا "کون؟" فرمایا "طلحہؓ کے بیٹے موسیٰؓ" اس نے کہا "اگر وہ آپ کے بھتیجے ہیں تو ہماری شامت آگئی"۔ آپ نے ناراضی کے ساتھ فرمایا "کمبخت نہیں جانتا کہ اہل بدر سے خدا نے کیا نہیں کہہ دیا کہ تمھارا جو جی چاہے کرو۔ تمھارے گناہ معاف کر دیے گئے۔ یہ سن کر ابن کوا نے عرض کیا۔ "امیر المومنین کس بنیاد پر آپ نے یہ سفر اختیار کیا جس میں آپ لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑاتے اور اپنی سطوت قائم کرتے ہیں۔ کیا یہ آپ کی رائے تھی جس کی بنا پر آپ نے امت میں تفرقہ ڈالا۔ جداگانہ دعویٰ کیا اور یہ خیال کیا کہ قرابت رسول خدا صلعم کے باعث خلافت کے سب سے زیادہ مستحق آپ ہیں اگر یہ آپ کی رائے ہو تو ہم قبول کرنے کو حاضر ہیں۔ اور اگر رسول اللہ صلعم نے آپ کو صراحۃً اپنا جانشین مقرر فرمایا ہے تو آپ سے زیادہ کس کا اعتبار ہو سکتا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا میں سب سے پہلے رسول اللہ صلعم پر ایمان لایا۔ لہٰذا سب سے پہلے جھوٹ بولنے والا نہ ہوں گا خدا کی قسم رسول اللہ صلعم نے مجھ کو ہرگز ولیعہد نہیں بنایا۔ مگر ہوا یہ کہ جب لوگوں نے عثمانؓ کو مار ڈالا تو میں نے اپنے معاملہ پر غور کیا۔ نظر آیا کہ جن دو خلیفوں نے خلافت سنبھالی تھی مر گئے۔ اور وہ بھی ولیعہد نہ تھے اور اب جس شخص کو مسلمانوں نے مشورہ کر کے خلیفہ کیا تھا مار ڈالا گیا۔ اور اس کی ذمہ داری میری گردن پر آگئی۔ اسلیے کہ اس نے بھی کسی کو ولی عہد نہیں مقرر کیا تھا"۔ ابن الکوا نے کہا آپ نے سچ فرمایا اور نیکو کاری ظاہر کی۔ مگر یہ تو بتائیے کہ آپ نے طلحہؓ و زبیرؓ سے لڑائی کیوں اختیار کی جو ہجرت اور مشورہ خلافت میں آپ کے ساتھ تھے؟ فرمایا اس لیے کہ انھوں نے حجاز میں میرے ہاتھ پر بیعت کی اور عراق میں آکر مخالف ہو گئے۔ اور اگر ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ وہ ایسا کرتے تو وہ بھی ان سے لڑتے۔

ا؎ السیاستہ والامامہ صفحہ ۶۹ -

اُن کی نمازِ جنازہ

اب لوگ رصافہ میں نمازِ جنازہ کے لیے جمع ہوئے اور حضرت علیؓ نے دونوں طرف کے مقتولین پر نماز پڑھی۔ پھر جتنے کٹے ہوئے اعضا ملے اُن سب کو ایک جگہ جمع کر کے ایک بڑی قبر میں دفن کروا دیا۔ مخالفین کے لشکر میں جو کچھ سامان ملا اس کو اکٹھا کر کے آپ نے بصرے کی جامع مسجد میں بھجوا دیا کہ جو کوئی اپنی چیز کو پہچانے لے جائے۔ بجز اسلحے کے کہ وہ خزانہ خلافت میں داخل کر دیے گئے۔

اُن کا مال و اسباب۔

مقتولین کی تعداد۔

مقتولین کی تعداد دس ہزار آدمیوں کے قریب تھی جن میں آدھے حضرت علیؓ کی طرف کے لوگ تھے اور آدھے حضرت عائشہؓ کی طرف کے۔ بعض لوگ مقتولین کی تعداد کچھ اور بتاتے ہیں۔ بنی ضبّہ میں سے ایک ہزار آدمی مارے گئے۔ اور بنی عدی میں سے ستّر قاریانِ قرآن حضرت عائشہؓ کی محمل کے گرد قتل ہوئے۔ جو غیر قاری تھے ان کا شمار ان کے علاوہ ہے۔

احنف بارگاہِ مرتضوی میں۔

جب ان سب کاموں سے فراغت ہو چکی تو احنف بن قیس اور اُن کے ہمراہی جو لڑائی سے الگ رہے تھے اور کسی طرف شریک نہ ہوئے تھے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کی صورت دیکھتے ہی فرمایا "تم نے دیکھ لیا؟" احنف بولا "میں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ اور آپ ہی کے حکم سے کیا۔ لہٰذا اب آپ نرمی اختیار کریں۔ کیونکہ جس راستے پر آپ چل رہے ہیں نزدیک کا نہیں دور کا ہے۔ اور گزری ہوئی کل سے زیادہ آپ کو آئندہ کل میں ہماری ضرورت پڑے گی۔ لہٰذا میرا احسان مانیے کل کے لیے۔ میری دوستی کی قدر کیجیے۔ اور کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالیے جو مجھے ناگوار ہو۔ میں ہمیشہ آپ کا مشیر خیر رہوں گا۔"

آپ کا داخلہ بصرے میں۔

بعد ازاں دوشنبہ کے روز حضرت علیؓ بصرے کے اندر داخل ہوئے۔ اور سیدھے جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ شہر کے لوگ جوق جوق اپنے جھنڈے اُٹھائے ہوئے آئے۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی حتّٰی کہ زخمیوں اور امان پانے والوں نے بھی بیعت کر لی۔

سب لوگوں نے بیعت کر لی۔

پھر منبر پر کھڑے ہو کے آپ نے ایک تقریر کی[1]۔ امان پانے والوں میں عبدالرحمٰن بن ابوبکرہؓ بھی تھے۔ انھوں نے حاضر ہو کر بیعت کی تو آپ نے پوچھا "اُن گھر میں بیٹھ رہنے والے اور انجام بیں بزرگ (یعنی تمھارے والد) کا کیا حال ہے؟" عرض کیا "خدا کی قسم وہ بیمار اور آپ کی خوشنودی کے خواستگار ہیں۔" یہ سنتے ہی آپ اُن کے ساتھ اُن کے والد ابوبکرہؓ کی

حضرت علیؓ اور ابوبکرہؓ

---

[1] اخبار الطوال صفحہ ۱۵۳

عیادت کو تشریف لے گئے۔ اور جیسے ہی سامنا ہوا فرمایا "تم مجھے چھوڑ کر الگ بیٹھ رہتے پھر ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کے فرمایا "یہی تمہارا عذر ہے؟" ابو بکرہؓ معذرت خواہ ہوئے۔ اور آپ نے اُن کا عذر قبول فرمایا۔ پھر انھیں کو والی البصرہ مقرر کرنا چاہا۔ مگر انھوں نے عذر کیا۔ اور عرض کیا کہ آپ ہی کے خاندان میں سے کسی شخص کو اس خدمت پر مقرر ہونا چاہیے تاکہ لوگ خاموشی کے ساتھ اُن کی اطاعت کریں اور ایسے شخص کو بھی میں بتائے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام لیا۔ اور آپ نے بھی اس تجویز کو قبول فرما لیا۔ پھر ابو بکرہؓ کے گھر سے واپس آ کر آپ نے زیاد کو خراج اور بیت المال کا افسر مقرر فرمایا۔ اور ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ اُس کے مشورے کو سُنیں اور اس پر عمل کریں۔ زیاد بھی گذشتہ لڑائی میں دونوں فریقوں سے الگ رہا تھا۔

ابن عباسؓ والی البصرہ

اور زیاد کو مہتمم خزانہ کیا۔

مسلمانوں کے تین گروہ۔

شیعیان علیؓ۔

چنانچہ اسی وقت سے مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے۔ اوّل وہ لوگ جو حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے۔ اور اُن کا غالب گروہ چاہتا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے خون سے درگزر کیا جائے اور جو لوگ آپ پر یورش کر کے گئے تھے اُن سے کوئی بازپرس نہ ہو۔ یہ لوگ شیعیان علیؓ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ دوسرا گروہ اُن لوگوں کا تھا جو حضرت معاویہ کے ساتھ اور بڑے جوش و خروش سے دعویٰ کر رہے تھے کہ کل مخالفین عثمانؓ چن چن کر قتل کیے جائیں۔ ان لوگوں نے شیعیان عثمانؓ کے لقب سے شہرت پائی۔ تیسرا گروہ ان لوگوں کا جو حضرت رسالت صلعم کی ایک پیشین گوئی کی بنا پر اس زمانے کو فتنوں اور ہنگاموں کا زمانہ خیال کرتے اور اعتقاد رکھتے کہ کسی جنگجو گروہ کا ساتھ دینا حرام ہے۔ اس زمانے میں صراط مستقیم پر وہی ہے جو کسی کا ساتھ نہ دے اور دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ رہے۔ یہ لوگ قاعدین یعنی گھر میں بیٹھ رہنے والوں کے لقب سے یاد کیے گئے اور اس میں بہت سے اکابر صحابہ شامل تھے۔ اور اس عقیدے پر زیاد بھی تھا۔

شیعیان عثمانؓ

قاعدین

آپ حضرت عائشہؓ کے پاس

ان انتظامات کے بعد حضرت علیؓ جناب اُم المومنینؓ کے پاس گئے وہ جیسا کہ بیان ہو چکا عبداللہ بن خلف کے مکان میں تھیں۔ بصرے میں سب سے بڑا یہی مکان تھا۔ یہاں عورتیں خلف کے بیٹوں عبداللہ اور عثمان پر رو رہی تھیں۔ جن میں سے پہلا حضرت عائشہؓ کی طرف اور دوسرا حضرت علیؓ کی طرف مارا گیا تھا۔ عبداللہ کی بیوی صفیہ سر پر خمار باندھے رو رہی تھی۔ جیسے ہی اُس نے حضرت علیؓ کی صورت دیکھی کہنے لگی "اے علیؓ! اے دوستوں

کے قاتل اے جماعت کو توڑنے والے۔ خدا تمھارے بچوں کو یتیم کرے جس طرح تم نے عبداللہ کے بچوں کو یتیم کیا ہے"۔ حضرت علیؓ نے کمال حلم سے ان فقروں کو سُنا اور کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ حضرت عائشہؓ کو سلام کیا۔ اُن کے پاس جا کے بیٹھے اور فرمایا کہ صفیہ نے میرا سامنا کیا حالانکہ میں نے اُس کو بچپن میں دیکھا تھا۔ پھر اس کے بعد کبھی نہیں دیکھا"۔ اس کے بعد آپ وہاں سے اُٹھ کر روانہ ہوئے تو صفیہ نے پھر انھیں کلمات کا اعادہ کیا۔ جس پر آپ نے خچر کو روک لیا۔ اور فرمایا "تم چاہتی ہو کہ میں اس دروازے کو کھولوں اور اس کے اندر جو ہے اس کو قتل کروں؟ لوگوں نے بتایا کہ اس میں چند زخمی ہیں مگر آپ نے توجہ نہ کی اور خاموش ہے اس معاملہ میں آپ کا مسلک یہ تھا کہ نہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے اور نہ کسی زخمی پر ہتھیار چلایا جائے۔ نہ کسی کو ستر کھول کے برہنہ کیا جائے۔ اور نہ کوئی مال لوٹا جائے۔

حضرت علیؓ کا حلم

آپ حضرت عائشہؓ کے پاس سے نکل کے واپس جا رہے تھے کہ ایک ازدی شخص ملا اور کہنے لگا "خدا کی قسم اس عورت کا ہم پر کچھ زور نہ چلا"۔ اس کے یہ کلمات سُنتے ہی آپ کو غصہ آگیا۔ فرمایا "رہنے دے۔ کسی عورت کی بے حرمتی نہ کر۔ کسی گھر میں نہ گھس اور نہ کسی عورت کو بُرا بھلا کہہ۔ چاہے وہ تجھے گالیاں دے۔ اور تیرے حاکموں اور نیکوں کو بُرا بھلا کہے۔ عورتیں نازک مزاج ہوتی ہیں۔ ہمیں مشرکہ عورتوں پر بھی دست درازی و زبان درازی کرنے سے روکا جاتا تھا یہ تو مسلمان عورتیں ہیں"۔

حضرت عائشہؓ کا احترام

آگے بڑھے تو ایک اور شخص آیا اور عرض کیا "امیرالمومنین اس دروازے پر دو شخص جا کے کھڑے ہوئے اور ایک عورت سے اُلجھنے لگے جو صفیہ سے بھی زیادہ حضور کو بُرا بھلا کہہ رہی ہے"۔ آپ نے گھبرا کے پوچھا "شاید وہ عائشہؓ ہوں گی"۔ اُس نے کہا "جی ہاں"۔ ان دونوں شخصوں میں سے ایک نے یہ کہا کہ "ہماری ماں کو ہم سے یہ معاوضہ ملا کہ ہم سب نے انھیں چھوڑ دیا"۔ اور دوسرے نے کہا "اماں جان توبہ کیجیے آپ غلطی پر تھیں"۔ یہ سنتے ہی آپ نے قعقاع کو بھیجا کہ ان دونوں شخصوں کو پکڑ لائیں۔ وہ اپنے ایک گروہ کے ساتھ گئے اور ان دونوں کو لا کے حاضر کر دیا۔ وہ بنی اسد میں سے تھے اور آپس میں بھائی بھائی تھے۔ ایک کا نام عجلان تھا اور دوسرے کا سعد۔ آپ نے اُن دونوں کے کپڑے اُتروا کر سو سو کوڑے لگوائے۔

حضرت عائشہؓ نے بھی مرنے والوں کو نام بنام پوچھا

اِدھر حضرت عائشہؓ کی یہ حالت تھی کہ "پوچھا اس لڑائی میں دونوں طرف سے کون کون

لوگ مارے گئے"۔ لوگوں نے نام لینا شروع کیے۔ اور آپ جس کا نام سنتیں چاہے اپنی طرف مارا گیا ہو یا حضرت علیؓ کی طرف فرماتیں "خدا اُس پر رحمت کرے" کسی نے عرض کیا "یہ کیا ہے؟" فرمایا "رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ فلاں اور فلاں جنت میں ہیں"۔ اور ارشاد فرمایا کہ "ان میں سے جس کا دل صاف ہو اور اس نے خالصتہً للہ کام کیا ہو مجھے اُمید ہے کہ خدا اُس کو جنت میں داخل کرے گا"۔

صدیقہؓ کی مدینہ جانے کی تیاری۔

بعد ازاں حضرت علیؓ نے جناب عائشہؓ کے لیے سواری، زاد راہ۔ اور سامان سفر کا بندوبست فرمایا۔ آپ کے ہمراہیوں میں سے جتنے آدمی زندہ بچے تھے اُن کو ہمراہ کیا بجز ان کے جنھوں نے بصرے میں رہنا اختیار کر لیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کی ہمرکابی کے لیے بصرے کی چالیس بیبیاں انتخاب کیں۔ اور آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر ہمراہ ہوئے۔ جب کوچ کرنے لگی ہیں۔ حضرت علیؓ باہر آکر کھڑے ہو گئے۔ اور اور بہت سے لوگ بھی موجود تھے۔ حضرت عائشہؓ

رخصت ہونا

گھر سے باہر نکلیں۔ اور سب کو رخصت کرتے وقت فرمایا "میرے فرزندو۔ تم باہم مخالفت نہ کرو۔ میرے اور علیؓ کے درمیان خدا کی قسم پہلے سے وہ خیالات چلے آتے تھے جو ایک عورت اور اُس کے دیوروں میں ہوا کرتے ہیں۔ اور باوجود میری ناراضی کے ان کا شمار نیک نفس لوگوں میں ہے"۔ آپ کی یہ تقریر سُن کر حضرت علیؓ نے فرمایا "خدا کی قسم انھوں نے سچ فرمایا۔ اس کے سوا اور کوئی بات میرے ان کے درمیان نہیں ہے مگر یہ دنیا و آخرت میں ہمارے پیغمبر صلعم کی بیوی ہیں"۔

اطاعت کا عہد کرنا۔

روانہ ہونے کو تھیں کہ عمار بن یاسر نے کہا "اس سفر کے بعد اب تو یقین ہے کہ آپ نے جو عہد کیا ہے۔ اُس پر قائم رہیں گی"۔ فرمایا "میں جانتی ہوں کہ تم بہت بڑے حق گو ہو۔ عمار نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے یہ بات نکلوا دی۔

روانگی۔

بصرے سے ہفتے کے روز یکم رجب ۳۶ھ کو آپ روانہ ہوئیں۔ اور کئی میل تک آپ کے فرزندوں یعنے نیکوکار لوگوں نے آپ کی مشایعت کی۔ یہاں سے آپ راہ راست مکہ معظمہ میں تشریف لے گئیں اور حج کے وقت تک وہیں قیام رہا۔ پھر حج کر کے مدینہ منورہ کی راہ لی۔

عبد اللہ ابن زبیرؓ

اسی سلسلہ میں چند مشہور شکست یابان جمل کا حال بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے عبد اللہ بن زبیر جو زخموں سے چور تھے شکست کھا کے بھاگ کر بصرے کی آبادی میں گئے اور وزیر نام ایک ازدی شخص کے گھر میں پناہ لی۔ پھر اُس سے کہا کہ حضرت ام المومنین کو

میرے یہاں موجود ہونے کی خبر کر دو۔ مگر اس طرح کہ محمد بن ابی بکر نہ جانیں۔" اُس نے جناب صدیقہؓ کو خبر کی۔ آپ نے فرمایا "محمد کو بلاؤ"۔ اُس نے عرض کیا کہ عبداللہ نے تاکید کی ہے کہ محمد کو خبر نہ ہونے پائے۔ آپ نے اس کی کچھ پروانہ کی۔ اور محمد بن ابی بکر کو بلا کے حکم دیا کہ اس شخص کے ساتھ جاؤ۔ اور اپنے بھانجے کو میرے پاس لے آؤ۔ محمد فوراً جا کے اُن کو لے آئے۔ اور محمد و عبداللہ دونوں بصرے میں آپ کے ساتھ مقیم رہے اور پھر مدینہ طیبہ کی راہ لی۔

عقبہ بن ابی سفیان اور عبدالرحمن و یحییٰ فرزندان حکم

عقبہ بن ابی سفیان اور حکم کے دو بیٹے عبدالرحمن اور یحییٰ میدان جمل سے بھاگنے۔ تو شہروں شہروں پھر رہے تھے اور کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ اتفاقاً عصمۃ بن اُبیر تیمی ملا اور پوچھا کیا تم کسی کی پناہ چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا "جی ہاں" اُس نے اُن کو اپنے یہاں ٹھہرایا اور جب تک اُن کے زخم اچھے ہو جائیں اپنے پاس رکھا۔ بعد ازاں چار سو سوار ہمراہ کر کے انھیں شام میں پہونچا دیا جوان کو دومۃ الجندل میں چھوڑ کے واپس آ گئے۔

ابن عامر۔

اسی طرح ابن عامر میدان چھوڑ کے بھاگے تو ان کو بنی حرقوص کے ایک شخص نے اپنے گھر میں پناہ دی بعد ازاں شام میں بھیج دیا۔

مروان۔

مروان بن حکم کو مالک بن مسمع نے اپنے یہاں پناہ دی تھی۔ چنانچہ مروان کی نسل کے خلفائے اموی نے اپنے عہد میں اُس کا حق ادا کیا۔ اور اسے دولتمند بنا دیا۔ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مروان حضرت عائشہؓ کے ساتھ عبداللہ بن خلف کے مکان میں ٹھہرا تھا۔ آپ کے ساتھ ہی یہاں سے روانہ ہوا۔ مگر جب آپ نے مکہ کا رُخ فرمایا تو وہ سیدھا مدینہ طیبہ میں چلا گیا۔

چھٹی فصل

جنگ جمل اور جنگ صفین کے درمیان کا زمانہ

تقسیم انعام۔ پیروان ابن سبا۔ اہل مدینہ کو اطلاع۔ سبائیوں کی نافرمانی۔ حسکہ اور عمران سیستان میں۔ اُن کی سرکوبی۔ ممالک مقبوضہ۔ خلافت کی حالت۔ محمد بن حذیفہ اور محمد بن ابی بکر۔ قیس بن سعد۔ محمد بن حذیفہ کا قتل۔ ولایت قیس۔ خربتا کے شیعیان عثمان رضؓ۔ معٰویہ اور قیس۔ معٰویہ کا خط قیس کے نام۔ قیس کا جواب۔ معٰویہ کا دوسرا خط۔ قیس کا آخری خط۔ معٰویہ کی چالاکی۔ حضرت علیؓ کا تردد۔ قیس کی جگہ محمد بن ابی بکر کا تقرر۔ قیس مدینے میں۔ حضرت علیؓ کی خدمت میں۔ محمد بن ابی بکر حاکم مصر۔ اہل خربتا سے جھگڑا۔ خراسان کا بندوبست۔ عمرو بن عاص۔ اُن کا بیٹوں سے مشورہ لینا۔ معٰویہ سے حالات سے آگاہ ہو جانا۔ اُن کا خاموشی کا زمانہ۔ بیٹوں سے مشورہ لینا۔ معٰویہ سے جا ملنا۔ جریر بن عبد اللہ۔ اُن کی سفارت۔ جواب میں تاخیر۔ شرجبیل بن سمط کا مشورہ معٰویہ کو۔ شام والوں کی حالت۔ جریر کی واپسی۔ اُن میں اور اشتر میں نزاع۔ اور ان کا معٰویہ سے جا ملنا۔ حضرت علیؓ کی روانگی۔ عمرو بن عاص کی کارگزاری۔ لشکر شام کی ترتیب۔ اور روانگی۔ طلیعۂ مرتضوی اور دوسرے حصے۔ حضرت علیؓ رقہ میں۔ پل تیار ہوا۔ فرات کے پار۔

حضرت علیؓ کو جب اہل بصرہ کی بیعت سے فراغت ہوئی تو آپ نے بیت المال کا جائزہ لیا۔ چھ لاکھ سے زیادہ رقم موجود تھی۔ اس کو اپنے ہمراہیوں میں تقسیم فرما دیا۔ ہر شخص کو پانچ پانچ سو ملے اور یہ انعام دیتے وقت آپ نے اُن سے ارشاد فرمایا "اگر خدا نے تم کو اہل شام کے مقابلے میں کامیاب کیا تو اتنا ہی انعام اور ملے گا"۔ یہ امر پیروان ابن سبا کو جو آپ کے ہمراہ تھے ناگوار گزرا۔ اور وہ لوگ پیٹھ پیچھے پردے پردے میں اعتراض کرنے لگے۔ یہ لوگ فتنہ جو اور دنیا طلب تھے۔ چنانچہ فتح جمل کے بعد آپ نے لوٹنے سے ان کو منع فرمایا تو اس پر بھی وہ معترض ہوئے اور آپ کے منہ پر کہنے لگے "اگر ان لوگوں کا مال ہم پر حرام ہے تو اُن کے خون کو بھی حرام ہونا چاہیے"۔ حضرت علیؓ نے اُن کے

تقسیم انعام

پیروان ابن سبا

اس خیال فاسد کی تردید فرمائی۔

اہل مدینہ کو اطلاع

یہ عجیب بات ہے کہ اہل مدینہ کو جو منزلوں دور تھے اُسی دن شام سے پہلے اس لڑائی کی خبر ہو گئی۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ مدینے کے باہر ایک تالاب کے اوپر سے ایک گِدھ گزرا۔ اور کوئی چیز اس کے پنجے سے چھوٹ کے گر پڑی۔ لوگوں نے اُٹھا کر دیکھا تو ایک کٹا ہوا ہاتھ تھا جس کی انگلی میں انگوٹھی تھی۔ اور اس پر عبد الرحمٰن بن عتاب کا نام کندہ تھا۔ اسی طرح بصرے اور مکہ معظمہ کے درمیان کی آبادیوں میں بھی تمام لوگوں کو اس معرکے کی خبر ملی۔ کیونکہ گِدھ کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں میدان سے لے جا کے جا بجا گراتے تھے۔

سبائیوں کی نافرمانی

حضرت علیؓ کا ارادہ تھا کہ بصرے میں چند روز ٹھہر کے معاملات کی اصلاح کریں مگر سبائی لوگوں نے روانگی کی جلدی کی۔ یہاں تک کہ بغیر آپ کی اجازت کے کوچ کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے بھی اُن کے پیچھے پیچھے کوفے کی راہ لی کہ کسی بُری نیت سے جاتے ہوں تو اس سے روکے جائیں۔

حسکہ اور عمران سیستان میں

جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی طرف کے جاں بازوں میں حسکہ بن عتاب حبطی اور عمران بن فضیل برجمی بھی تھے۔ وہ دونوں میدان جنگ سے بھاگے تو عرب قلندروں کا بھیس کیا اور مشرق کی راہ لی۔ جاتے جاتے سیستان پہونچے سیستان والے مسلمانوں کی اس باہمی خونریزی کے زمانے میں موقع پا کر برگشتہ و باغی ہو گئے تھے مگر عربوں سے جو سابقے پیشتر پڑ چکے تھے اُن کا ایسا رعب بیٹھا ہوا تھا کہ ان درویش صورت مغرور عربوں کے پہونچتے ہی اُن کے آگے سر اطاعت جھکا دیا اور حسکہ وغیرہ اُن سے بہت کچھ مال و دولت وصول کر کے شہر زرنج کے باہر اُتر پڑے۔ زرنج کے مرزبان (عجمی حاکم) نے خوف زدہ ہو کر اظہار اطاعت کیا۔ اور وہ شہر پناہ کے اندر داخل ہو کے شہر پر قابض ہو گئے۔

اُن کی سرکوبی

یہ واقعات حضرت علیؓ کے گوش گزار ہوئے تو آپ نے عبد الرحمٰن بن جرو طائی کو اُن کا فتنہ مٹانے کے لئے روانہ کیا۔ مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ عبد الرحمٰن مذکور حسکہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔ تب جناب علی مرتضیٰؓ نے حضرت عبد اللہ بن عباس کو حکم فرمایا کہ ان بیباک مغرورین کے مقابلے پر کسی قابل شخص کو والی سیستان مقرر کر کے روانہ کریں انھوں نے ابن کاس عنبری کو بھیجا جس نے جاتے ہی حسکہ کو قتل کیا اور

سیستان بھی قلمرو خلافت میں شامل ہو گیا۔

ممالک مشتبہ خلافت کی حالت۔

اب ممالک عرب وفارس حضرت علیؓ کے قبضے میں تھے۔ مگر علاقہ الجزیرہ و شام و فلسطین ومصر کی حالت مشتبہ تھی۔ شام میں جناب معٰویہ کی سطوت قائم تھی۔ اور الجزیرہ و فلسطین کے والی اُن کے زیر اثر تھے۔ مصر میں طوائف الملوکی سی ہو رہی تھی۔ وہاں کے لوگ حضرت عثمانؓ کی زندگی میں محمد بن حذیفہ کے بہکانے سے نرغہ کرکے آئے تھے۔ وہاں کے والی عبداللہ بن ابی سرح اِس باغی وسرکش گروہ کی روک تھام کے لئے مصر سے چلے آئے تو اُن کی غیبت میں محمد بن حذیفہ نے سارے ملک پر قبضہ کر لیا۔ اور ابن ابی سرح مجبور ہوئے کہ فلسطین ہی میں ٹھہر کر آیندہ حالت کا انتظار کریں۔ محمد بن حذیفہ کو بھی وہاں زیادہ رہنا نہ نصیب ہوا۔ اُن کو حضرت عثمانؓ نے پال کے بڑا کیا تھا۔ اور ہر قسم کی مرحمت وشفقت فرماتے رہے تھے۔ اس کا معاوضہ اُنھوں نے یہ کیا کہ سب سے بڑے دشمن خلیفۂ مظلوم کے وہی تھے۔ اور مصر میں اُن کی مخالفت میں جو کچھ ہنگامہ بپا ہوا اس کے بانی وہ اور محمد بن ابی بکر تھے۔ عبداللہ بن ابی سرح نے حضرت عثمانؓ کو ان دونوں کے حالات سے مطلع کیا تو آپ ایسے رحمدل وبردبار خلیفہ تھے کہ عبداللہ کو جواب میں تحریر فرمایا "محمد بن ابی بکر کو تو اس لئے معاف کرنا چاہیے کہ ابوبکرؓ کے فرزند اور عائشہؓ کے بھائی ہیں۔ اور محمد بن حذیفہ کو اس لئے کہ میرے بھائی کا بیٹا اور میرے آغوش کا پلا ہوا ہے۔ اور قریش کے اکھاڑے کا ایک نہار پٹھا ہے"۔ اس پر جل کے عبداللہ نے لکھا "جی ہاں وہ قریش کا پٹھا ہے۔ مگر اب پر پرزے نکال رہا ہے"! اس کے بعد بھی حضرت عثمانؓ نے ابو حذیفہ کی استمالت کی کوشش کی تو اس نے زیادہ مخالفت کرکے شورش کی آگ اور بھڑکا دی۔

محمد بن حذیفہ اور محمد بن ابی بکر۔

قیس بن سعد

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اور جنگ جمل سے پہلے حضرت علیؓ نے مصر کی اصلاح کے لئے معززین انصار میں سے قیس بن سعد کو والی مصر مقرر فرما کے روانہ کیا اس لئے کہ بغیر مصر پر قبضہ رکھے سارا افریقہ خلافت کی اطاعت سے باہر ہو جاتا۔ اس معزز خدمت پر بھیجتے وقت آپ نے اُن سے فرمایا "جاؤ اپنے بھروسے کے لوگوں کو جمع کرو اور ساتھ لے جاؤ تاکہ دشمنوں پر رعب پڑے اور دوست معزز جانیں۔ نیکوں کے ساتھ نیکی کرنا۔ جس کو مشکوک پانا اُس پر سختی کرنا۔ اور عام وخاص سب کے حال پر مہربان رہنا اس لیے کہ